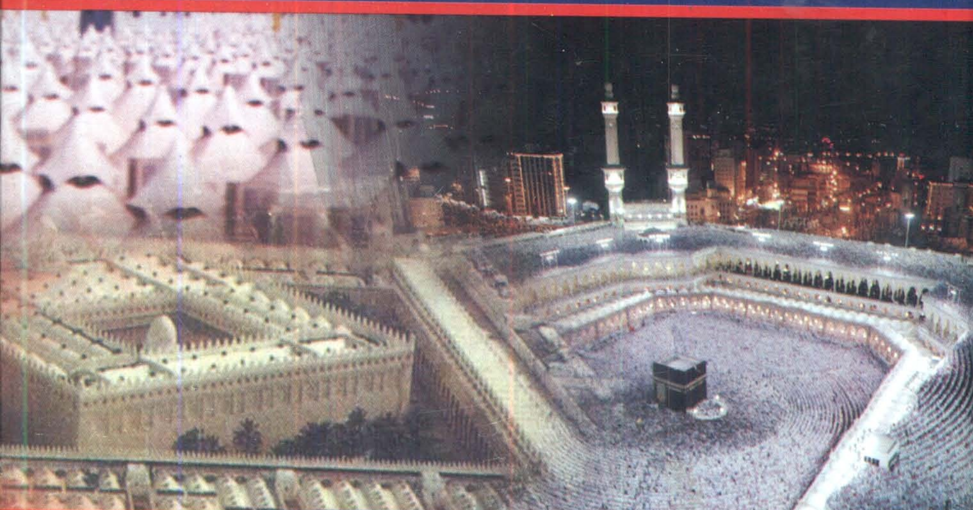
حج وعمرہ کی آسانیاں



پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

حج وعمرہ کی آسانیاں

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد

ناشر

دارُ النُّور

موبائیلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844
فون: 051 - 2106400

دفتر 14 پہلی منزل، کیپیٹل پلازہ، جی 11 مرکز اسلام آباد

اشاعت ———— 2009ء
قیمت ———— =/320 روپے
اہتمام ———— قدوسیہ اسلامک پریس

پاکستان میں ملنے کا پتہ

دارُ النُّور
موبائیلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844
فون: 051 - 2106400
دفتر 14 پہلی منزل، کیپیٹل پلازہ، جی 11 مرکز اسلام آباد

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

فہرست مضامین

پیش لفظ

-۱-

فرضیت حج سے متعلّقہ آسانیاں

- ب -

حج میں رزقِ حلال طلب کرنے کی اجازت

-ج-

عمرے سے متعلّقہ آسانیاں

-د-

حج وعمرہ میں نیابت سے متعلقہ آسانیاں

-ہ-

احرام سے متعلقہ آسانیاں

- و -

مکہ مکرمہ آنے سے متعلقہ آسانیاں

- ز -

طواف وسعی سے متعلقہ آسانیاں

- ط -

مزدلفہ سے متعلقہ آسانیاں

- ی -

منیٰ سے متعلقہ آسانیاں

- ک -

حج کی قربانی سے متعلقہ آسانیاں

- ل -

طوافِ وداع سے متعلقہ آسانی

- م -

حج وعمرہ میں خواتین کے لیے آسانیاں

۷: بوقتِ ضرورت حائضہ کا طوافِ افاضہ:

۸: حائضہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۹: زچہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

دو دلیلیں:

تنبیہات:

❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ❶

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ❷

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ❸

امابعد!

رب رحیم وکریم اپنے بندوں کے لیے آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

---

❶ سورۃ آل عمران/ الآیۃ ۱۰۲.

❷ سورۃ النسآء/الآیۃ الأولی.

❸ سورۃ الأحزاب/ الآیتان ۷۰۔۷۱.

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ❶

[اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتے۔]

وہ اپنے بندوں کی کمزوریوں سے خوب آگاہ ہیں اور ان پر شفقت فرماتے ہوئے ان پر تخفیف فرمانا چاہتے ہیں۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا.﴾ ❷

[اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔]

اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے دینِ اسلام میں کوئی تنگی نہ رکھی، ارشادِ ربانی ہے:

---

❶ سورة البقرة/ جزء من الآية ١٨٥. اس آیت شریفہ کے حوالے سے درج ذیل تین باتیں خصوصی طور پر قابل توجہ ہیں:

ا۔اللہ تعالیٰ نے فعل مضارع [يُرِيْدُ] استعمال فرمایا ہے، جس سے مراد دائمی حالت ہوتی ہے۔مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی تمہارے ساتھ سہولت کا ارادہ فرماتے ہیں۔(ملاحظہ ہو: البحر المحيط ٤٩/٢).

٢۔[الْيُسْرَ] اور [الْعُسْرَ] میں عموم ہے، کہ وہ دین کے تمام معاملات میں تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتے۔(ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٣١/٢؛ نیز ملاحظہ ہو: البحر المحيط ٤٩/٢). علامہ شوکانی لکھتے ہیں: "فِيْهِ اِنَّ هٰذَا مَقْصَدٌ مِنْ مَقَاصِدِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ و مُرَادٌ مِنْ مُرَادَاتِهِ فِيْ جَمِيْعِ أُمُوْرِ الدِّيْنِ." (فتح القدير ٢٨٢/١). [اس میں یہ ہے، کہ بے شک دین کے تمام معاملات میں یہ رب سبحانہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد اور مرادوں میں سے ایک مراد ہے۔]

٣۔پہلا جملہ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾ [اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں] دوسرے جملے ﴿وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتے] سے کفایت کرتا ہے، لیکن تاکید کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دوسرا جملہ فرمایا ہے۔(ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٣١/٢؛ والبحر المحيط ٤٩/٤، و تفسير التحرير والتنوير ١٧٥/٢).

❷ سورة النسآء/ الآية ٢٨.

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ❶

[اور انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔]

نبی کریم ﷺ نے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی، کہ دین اسلام سراپا آسانی ہے، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ." ❷

"بلاشبہ دین سراپا آسانی ❸ ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيْفِيَّةٍ سَمْحَةٍ." ❹

"بے شک مجھے (ابراہیم) حنیف۔ علیہ السلام۔ کے آسان دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔"

ایک تیسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ دِيْنَ اللّٰهِ فِي يُسْرٍ."

"اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کا دین آسانی میں ہے۔"

---

❶ سورة الحج/ جزء من الآية ٧٨. اس آیت شریفہ کے حوالے سے درج ذیل دو باتیں خصوصی طور پر قابل توجہ ہیں:

ا۔(الدِّيْنِ) میں [ال] استغراق کے لیے ہے اور مراد یہ ہے، کہ دین کے تمام معاملات میں تنگی نہیں رکھی۔ (ملاحظہ ہو: تفسير القاسمي ١٢/ ٦٨-٦٩؛ و روح المعاني ١٧/ ٢٠٩).

۲۔(مِنْ حَرَجٍ) [کوئی تنگی] [حَرَجٍ] اسم نکرہ ہے اور اس سے پہلے [مِنْ] حرف جار ہے اور مراد یہ ہے، کہ تم پر دین کے تمام معاملات میں کسی بھی قسم کی کوئی تنگی نہیں رکھی۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

❷ صحيح البخاري، كتاب الإيمان، جزء من رقم الحديث ٣٩، ١/ ٩٣، عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/ ٩٣.

❹ المسند، جزء من رقم الحديث ٢٤٨٥٥، ٤١/ ٣٤٩، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [قوی] اور اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٤١/ ٣٤٩).

آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ ❶

دین کے سراپا آسانی اور مجسمہ سہولت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس دینِ حق کے لوگوں کو پہنچانے والے رسولِ برحق ﷺ کو آسانی کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔ خود نبی کریم ﷺ نے خبر دی:

"إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا ، وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا." ❷

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں پر سختی کرنے والا، عیب چین بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔"

دین کی سہولت اور نبی کریم ﷺ کے آسانی کرنے کے مظاہر دین کے ہر گوشے میں ہیں۔ اعتقادات، عبادات اور معاملات کا کوئی پہلو اس سے خالی نہیں۔ حج، جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ آسانیاں کثرت سے موجود ہیں۔ حج کے آغاز ہی میں آسانی ہے کہ اس کی فرضیت صرف استطاعت رکھنے والے لوگوں پر ہے۔ ❸ اس کے اختتام میں بھی سہولت ہے۔ مخصوص ایام والی عورت کی روانگی کا وقت آ جائے، تو

---

❶ المسند، جزء من رقم الحديث ۲۰۶۶۹، ۳۴/۲۶۹، عن عروه الفقيمي رضی اللہ عنہ۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۳۴/۲۶۹).

تنبیہ: آنحضرت ﷺ نے حدیث شریف میں بیان کردہ حقیقت کو صیغۂ تاکید [إِنَّ] [بے شک] کے ساتھ بیان فرمایا اور اپنے ارشاد کو تین دفعہ دہرایا۔ آپ ﷺ کا کسی بات کو تاکید کے بغیر ایک مرتبہ ہی فرما دینا بہت کافی ہے، لیکن جب آپ ﷺ تاکید کے ساتھ تین بار ارشاد فرمائیں، تو وہ کس قدر قطعی، حتمی اور اٹل ہو گی۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأة لا يكون طلاقا إلا بالنية، رقم الحديث ۲۹۔ (۱۴۷۸)، ۲/۱۱۰۵، عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہما.

❸ اس بارے میں تفصیل اس کتاب کے ص ۴۳ میں ملاحظہ فرمائیے۔

وہ [طوافِ وداع] کیے بغیر روانہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے نہ اس کے حج میں کچھ خلل ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی فدیہ لازم آئے گا۔ ❶

اللہ کریم نے اپنے دین کو سراپا آسانی بنانے اور آنحضرت ﷺ کو سہولت کرنے والا بنا کر مبعوث کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ امتِ اسلامیہ کو بھی آسانی کرنے والی اُمت بنا کر بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ ، وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. " ❷

''یقیناً تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔''

مزید برآں نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو آسانی کرنے والا حکم دیا اور تنگی کرنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

" يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا ، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا. " ❸

''آسانی کرو اور تنگی نہ کرو، بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔''

❶ تفصیل کے لیے اس کتاب کا ص ۳۶۵ دیکھیے۔

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ: "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوْا"، جزء من رقم الحديث ٦١٢٨، عن أبي هريرة رضي الله عنه.

❸ المرجع السابق، كتاب العلم، باب ما كان النبي ﷺ يتخوّلهم بالموعظة كي لا ينفروا، رقم الحديث ٦٩، ١/١٦٣ عن انس رضي الله عنه.

تنبیہ: آنحضرت ﷺ کا بیان کردہ پہلا جملہ [يَسِّرُوا] [آسانی کرو] دوسرے جملے [وَلَا تُعَسِّرُوْا] [تم تنگی نہ کرو] سے کفایت کرتا ہے، لیکن پھر بھی آنحضرت ﷺ نے ایک کی بجائے دو جملے استعمال فرمائے۔ اس بارے میں محدثین کی بیان کردہ حکمتوں میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ دوسرے جملے سے پہلے جملے میں بیان کردہ حکم کی تاکید کی گئی ہے۔

۲۔ پہلے جملے پر اکتفا کرنے کی صورت میں ایک دفعہ آسانی کرنے والا اپنے متعلق یہ سمجھ سکتا تھا، کہ وہ ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل کر چکا ہے، لیکن دوسرے جملے میں آنحضرت ﷺ نے تمام حالتوں میں تنگی کی نفی کر کے مسلسل آسانی اور ہمیشہ تنگی سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/١٦٣).

رب کریم کے حضور جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادِ عالی کی تعمیل کی سعادت حاصل کرنے کی التجا کرتے ہوئے حج وعمرہ کی آسانیوں کو بیان کرنے کی یہ عاجزانہ کوشش کی جارہی ہے۔

مجھے یہ زعم نہیں، اور نہ ایسا کرنے کا حق ہے، کہ اس کتاب میں کوئی ایسی بات پیش کی جارہی ہے، جو پہلے سے موجود نہیں۔ یہ باتیں بلاشبہ کتاب وسنت اور علمائے اُمت رحمہم اللہ کی تالیفات میں ہیں، البتہ یہ بکھرے ہوئے موتی ہیں، جنہیں ترتیب وتنظیم کے ساتھ باحوالہ ایک لڑی میں پرونے اور بیان کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی جارہی ہے۔ وما توفيقي إلا بالله .

کتاب کی تیاری میں پیشِ نظر باتیں:

توفیقِ الٰہی سے درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی مقدور بھر سعی کی گئی ہے:

۱: کتاب کا بنیادی مرجع اور اساس کتاب وسنت ہے۔

۲: احادیث شریفہ کو عموماً ان کے اصلی مآخذ اور مراجع سے نقل کیا گیا ہے۔

۳: صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے منقول احادیث کے متعلق اہلِ علم کے اقوال پیش کیے گئے ہیں، صحیحین کی احادیث کی صحت پر اجماع اُمت کی بنا پر ان کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر نہیں کیے گئے۔ [1]

۴: آیاتِ شریفہ اور احادیثِ مبارکہ سے استدلال کرتے وقت تفاسیر اور شروح حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵: احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت ائمۂ حدیث کے ان پر تحریر کردہ عنوانات کو خصوصی طور پر پیش کیا گیا ہے، کیونکہ وہ مبارک گروہ حدیث سے معلوم

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه على صحيح مسلم ص ١٤؛ ونزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر ص ٢٩.

ہونے والی باتوں کو سب سے زیادہ سمجھنے والوں میں سے ہیں۔

۶: متقدمین اور متاخرین علمائے اُمت کے افادات سے تاحدِ استطاعت فیض یاب ہونے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷: اختلافی مسائل میں ترجیح کا معیار کتاب وسنت سے ثابت شدہ دلائل یا دلیل کو ٹھہرایا گیا ہے۔

۸: تفصیلی معلومات سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے کتاب کے آخر میں مراجع ومصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

خاکہ کتاب:

مولائے رحمٰن ورحیم کے فضل وکرم سے خاکہ کتاب بصورتِ ذیل ترتیب دیا گیا ہے:

پیش لفظ

اصل کتاب

کتاب کو تیرہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے سے متعلقہ آسانیاں بیان کی گئی ہیں، جن کی مجموعی تعداد ایک سو چار ہے، ان میں سے ہر ایک آسانی مستقل عنوان کے ضمن میں پیش کی گئی ہے۔

حرفِ آخر

خلاصہ کتاب

اپیل

شکر ودعا:

بندۂ ضعیف دل کی گہرائیوں سے اپنے رب رحمٰن ورحیم کا شکر گزار ہے، کہ انہوں نے اس اہم موضوع کے متعلق کام شروع کرنے کی مجھ کمزور کو توفیق عطا

فرمائی۔ انہی سے اس کوشش میں راہنمائی، برکت اور قبولیت عطا فرمانے کی عاجزانہ التجا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اہلیہ محترمہ اور عزیز بہوؤں کو میری مقدور بھر خدمت کرنے اور عزیز القدر بیٹوں حافظ حماد الٰہی و حافظ سجاد الٰہی کو کتاب کی مراجعت میں بھرپور تعاون کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب کے ثواب میں ان سب کو شریک فرمائیں۔ إنه سميع قريب.

کتاب کی مراجعت میں بھرپور دلچسپی اور تعاون کے لیے عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کا شکرگزار اور ان کے لیے دعاگو ہوں۔ جزاهم الله جميعاً خير الجزاء في الدارين. آمين يا رب العالمين.

فضل الٰہی

۶ شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۸ ستمبر ۲۰۰۹ م

اسلام آباد

- ۱ -

فرضیت حج سے متعلقہ آسانیاں

۱۔استطاعت کے بغیر حج کا فرض نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ نے صرف انہی لوگوں پر حج فرض کیا ہے، جو استطاعت رکھتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ ❶

[اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر یہ بات فرض ہے، کہ اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے والے اس کا حج کریں۔]

استطاعت میں شامل باتیں:

۱: اس کے پاس اخراجاتِ سفر اور سواری [یا سواری پر آنے جانے کا کرایہ] موجود ہو۔ ❷

۲: راستے میں امن ہو، امن کے فقدان کی صورت میں بیت اللہ کی طرف جانے کی

---

❶ سورة آل عمران/ جزء من الآية ۹۷.

❷ امام ترمذی نے تحریر کیا ہے، کہ اہل علم کے نزدیک جب کسی شخص کے پاس زادِراہ اور سواری ہو، تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة، ۴۵۷/۳). علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ فرضیتِ حج کے لیے زادِراہ اور سواری کو شرط قرار دینے والوں میں عمر بن الخطاب، ان کے صاحب زادے عبداللہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، حسن بصری، سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد ہیں۔ اور یہی رائے شافعی، ثوری، ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، احمد، اسحاق، عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور ابن حبیب رحمہم اللہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۴۷/۴). علامہ شوکانی رقم طراز ہیں، کہ یہی بات حق ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح القدير ۵۴۸/۱)، نیز ملاحظہ ہو: منار السبيل ۲۳۹/۱.

استطاعت باقی نہ رہے گی۔ ❶

۳: اس کی صحت سفر کے قابل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو، تو زادِ راہ اور سواری (یا سواری کا کرایہ) موجود ہونے کے باوجود اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ ❷

۴: زیرِ کفالت اہل وعیال کے ضروری اخراجات کے لیے واپسی حج تک کے لیے مال موجود ہو، کیونکہ زیرِ کفالت لوگوں پر خرچ ' ۔نے میں تاخیر روا نہیں اور عذر کی بنا پر حج کی ادائیگی میں تاخیر کی اجازت ہے۔ ❸

اگر کسی شخص کو مذکورہ بالا باتیں میسر نہ ہوں، تو اس پر حج کا ادا کرنا فرض ہی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ قانون ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ❹

[اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی استطاعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے۔]

تنبیہ:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق خاتون پر فرضیت حج کے لیے مذکورہ بالا چار باتوں کے علاوہ یہ بات بھی ہے، کہ سفر میں ہمراہ جانے کے لیے شوہر یا محرم میسر ہو، وگرنہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ ❺

حج کی استطاعت کے متعلق سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء کا فتویٰ درج ذیل ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح القدير ١/ ٥٤٨.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/ ٥٤٨؛ وأيسر التفاسير ١/ ٢٩١.

❸ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٤/ ١٤٩؛ و منار السبيل ١/ ٢٣٩؛ و أيسر التفاسير ١/ ٢٩١.

❹ سورة البقرة / جزء من الآية ٢٨٦.

❺ اس بارے میں تفصیل کتاب کے صفحات ۳۴۳ میں دیکھیے۔

" أَنْ يَكُوْنَ صَحِيحَ الْبَدَنِ ،
وَأَنْ يَمْلِكَ مِنَ الْمُوَاصِلَاتِ مَا يَصِلُ بِهِ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ مِنْ طَائِرَةٍ أَوْ سَيَّارَةٍ أَوْ دَابَّةٍ أَوْ أُجْرَةٍ ، ذٰلِكَ عَلٰى حَسْبِ حَالِهِ ؛ و أَنْ يَمْلِكَ زَادًا يَكْفِيْهِ ذِهَابًا وَإِيَابًا ،
عَلٰى أَنْ يَكُوْنَ زَائِدًا عَنْ نَفَقَاتِ مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ ، حَتّٰى يَرْجِعَ مِنْ حَجِّهِ ؛
وَأَنْ يَكُوْنَ مَعَ الْمَرْأَةِ زَوْجٌ أَوْ مَحْرَمٌ فِي سَفَرِهَا لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ . " ❶

''وہ صحیح البدن ہو،
بیت اللہ الحرام پہنچانے کے لیے اس کے حسبِ حالت ہوائی جہاز، کار یا جانور کی سواری یا ان کا کرایہ ہو،
دورانِ سفر کے لیے مناسب مقدار میں زادِراہ ہو،
اور یہ زیر کفالت (اہل وعیال) کے لیے پلٹنے تک کے اخراجات کے علاوہ ہو
اور خاتون کے ہمراہ حج اور عمرہ کے سفر میں خاوند یا محرم ہو۔''

۲۔ زندگی میں صرف ایک حج فرض ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اللہ کریم نے اپنے بندوں پر ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض کیا ہے۔

ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

❶ ملاحظہ ہو: فتاوي اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى رقم (٨٤٥)، ١١/٣٠۔

۱: امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا."

"اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔"

ایک شخص نے عرض کیا:

"أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟"

"یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ کہا (یہی سوال دہرایا۔)

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ قُلْتُ: "نَعَمْ." لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ." [1]

"اگر میں "ہاں" کہہ دیتا، تو (ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم (ہر سال ادا کرنے کی) طاقت نہ رکھتے۔"

۲: حضراتِ ائمہ احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"بے شک اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کرتے ہوئے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الْحَجُّ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً؟"

"یا رسول اللہ! حج ہر سال کرنا ہے یا (زندگی میں) ایک مرتبہ؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۴۱۲۔۱۳۳۷، ۲/ ۹۷۵.

"بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً ، فَمَنْ زَادَ، فَهُوَ تَطَوُّعٌ ." ❶

"بلکہ ایک مرتبہ ہے، پس جس نے زیادہ دفعہ کیا، تو وہ نفلی ہے۔"

ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں:

ا: دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہے، کہ ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے اور یہ بلاشک اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے آسانی ہے۔ امام نووی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ فَرْضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ .] ❷

[زندگی میں ایک مرتبہ حج کا فرض ہونا]

دوسری حدیث پر امام ابن حبان نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنْ فَرَضَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا الْحَجَّ عَلٰى مَنْ وَجَدَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا فِيْ عُمُرِهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً لَا فِيْ كُلِّ عَامٍ .]❸

[اس بیان کا ذکر، کہ اللہ جل وعلا نے صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک دفعہ حج فرض کیا ہے، ہر سال فرض نہیں کیا۔]

ب: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

---

❶ المسند، رقم الحديث ٢٣٠٤، ٤/ ١٥١؛ و صحيح سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب فرض الحج، رقم الحديث ١٥١٤-١٧٢١، ١/ ٣٢٤؛ و صحيح سنن النسائي ، كتاب مناسك الحج ، باب وجوب الحج، رقم الحديث ٢٤٥٦، ٢/ ٥٥٦. الفاظِ حدیث صحیح سنن أبي داود کے ہیں۔ شیخ ارناؤوط اوران کے رفقاء نے المسند کی روایت کو اور شیخ البانی نے سنن أبي داود کا ور سنن النسائی کی روایت کو[صحیح] کہا ہے۔(ملاحظہ ہو: هامش المسند ٤/ ١٥١؛ و صحيح سنن أبي داود ١/ ٣٢٤؛ و صحيح سنن النسائي ٢/ ٥٥٦).

❷ صحيح مسلم ٢/ ٩٧٥؛ نیز ملاحظہ ہو: صحيح ابن خزيمه ٤/ ١٢٩.

❸ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الحج، باب فرض الحج، ٩/ ١٩.

"وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَىٰ وُجُوبِ الْحَجِّ عَلَى الْمُسْتَطِيعِ فِي الْعُمُرِ مَرَّةً وَّاحِدَةً." ❶

''امت کا اجماع ہے، کہ صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک دفعہ حج کرنا واجب ہے۔''

۳۔ پیدل یا سواری پر حج کرنے کا اختیار:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والا اپنے وسائل کے بقدر پیدل یا سوار ہوکر جیسے چاہے حج کرے، اس بارے میں اس پر کوئی پابندی نہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو دلیلیں درج کی جارہی ہیں:

ا: ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ ❷

[اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجیے، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر دور دراز راستے سے آئیں گے۔]

ب: امام مسلم کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت کردہ حدیث میں ہے:

"فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، نَظَرْتُ إِلَىٰ مَدِّ بَصَرِي بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ." ❸

❶ المغني ٥/٦. ❷ سورة الحج/ الآية ٢٧. ❸ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ١٤٧ـ(١٢١٨)، ٢/ ٨٨٧.

[رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز ادا کی، پھر (اپنی اونٹنی) قصواء پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ (جبل) بیداء پر چڑھ گئے۔ میں نے تاحدِ نگاہ آپ ﷺ کے آگے سوار اور پیدل دیکھے، اسی طرح آپ کے دائیں جانب، اسی طرح آپ کے بائیں جانب، آپ ﷺ کے پیچھے بھی اسی طرح۔‘‘]

ان دونوں دلیلوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حج کے لیے ندا قبول کرنے والوں کے متعلق بیان فرمایا، کہ وہ پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہوکر آئیں گے۔ امام ابن قصار ارشادِ باری تعالیٰ ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا﴾ [وہ آپ کے پاس پیدل آئیں گے] کے بارے میں کہتے ہیں: یہ امام مالک کے لیے قطعی دلیل ہے، کہ سواری کا ہونا راستے کی شرط نہیں۔ (ان کے) مخالف لوگوں کے نزدیک (سواری میسر نہ آنے پر) پیدل جانے والوں پر حج واجب نہیں ہوتا۔ ان کا ایسے کہنا آیت کے خلاف ہے۔ [1]

علامہ قرطبی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لَا خَلَافَ فِي جَوَازِ الرَّكُوْبِ وَالْمَشْيِ." [2]

’’(حج کے لیے) سوار ہوکر اور پیدل جانے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

ب: حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے آنے والوں میں پیدل اور سوار دونوں قسم کے لوگ تھے اور آنحضرت ﷺ کا ان پر روک ٹوک نہ کرنا، ان دونوں صورتوں میں سفرِ حج کے جواز پر دلالت

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح صحيح البخاري لابن بطال ٤/١٨٨۔

[2] تفسير القرطبي ١٢/٣٩۔

کرتا ہے۔

ج: علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے، کہ دونوں میں سے کس صورت میں حج کرنا افضل ہے۔

امام ابن منذر لکھتے ہیں: حجاج کے سوار ہونے اور پیدل چلنے کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے عمل اور دعا اور گریہ زاری میں ممد ہونے کی بنا پر سوار ہونا افضل ہے۔ اسحق بن راھویہ کے نزدیک مشقت کی وجہ سے پیدل افضل ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے افضلیت کا تعین ہوتا ہے۔ [1]

۴۔ حج وعمرہ پیدل کرنے کی نذر ماننے والوں کے لیے آسانی:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان کے لیے پیدل جانے کی نذر ماننے والوں کے لیے حسبِ استطاعت پیدل جانے اور استطاعت نہ ہونے کی حالت میں سوار ہو کر جانے کی اجازت ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

''بے شک نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چلتا دیکھا، تو دریافت فرمایا:

''مَا بَالُ هٰذَا؟''

---

[1] یعنی کچھ اشخاص کے لیے بعض حالات میں پیدل حج کرنا افضل ہوگا اور بعض اشخاص کے لیے بعض حالات میں سوار ہو کر حج کرنا افضل ہوگا۔

ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/ ۳۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح صحیح البخاري لابن بطال ٤/ ١٨٩؛ و تفسير القرطبي ١٢/ ٣٩۔ ٤٠۔

''ان صاحب کو کیا ہوا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''نَذَرَ أَنْ یَمْشِيَ .''

انہوں نے (کعبۃ اللہ کی طرف) پیدل چلنے کی منت مانی تھی۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِیْبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ.''

''بے شک اللہ تعالیٰ ان کے خود کو عذاب میں مبتلا کرنے سے بے نیاز ہیں۔''

''وَأَمَرَهُ أَنْ یَرْکَبَ .'' ❶

''اور آپ ﷺ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی منت مانی تھی۔ (پھر) انہوں نے مجھے حکم دیا، کہ میں ان کے لیے نبی کریم ﷺ سے دریافت کروں، چنانچہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لِتَمْشِ وَلْتَرْکَبْ.'' ❷

---

❶ متفق علیه : صحیح البخاري ، کتاب جزاء الصید، باب من نذر أن یمشي إلی الکعبة ، رقم الحدیث ۱۸٦٥، ٤/ ۷۸؛ و صحیح مسلم، کتاب النذر، باب من نذر أن یمشي إلی الکعبة ، رقم الحدیث ۹۔(۱٦۳۲)، ۳/ ۱۲٦۳۔ ۱۲٦٤.

❷ متفق علیه: صحیح البخاري ، کتاب جزاء الصید، باب من نذر أن یمشي إلی الکعبة ، رقم الحدیث ۱۸٦٦، ٤/ ۷۸۔۷۹؛ و صحیح مسلم، کتاب النذور، بان من نذر أن یمشي إلی الکعبة ، رقم الحدیث ۱۱۔ (۱٦٤٤)، ۳/ ۱۲٦٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

''وہ پیدل جائے اور سوار ہو۔''

اس سے مراد یہ ہے، کہ جس قدر ممکن ہو پیدل جائے اور جہاں اس کی استطاعت نہ رہے، وہاں سے سوار ہو کر جائے۔ ❶

سنن أبی داود کی روایت میں ہے:

"فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكَبَ، وَتُهْدِيَ هَدْيًا." ❷

''پس نبی کریم ﷺ نے اسے سوار ہونے اور ایک قربانی کرنے کا حکم دیا۔''

سنن أبی داود کی ایک اور روایت میں ہے:

"فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً." ❸

''پس وہ سوار ہو جائے اور ایک اونٹ کی قربانی دے۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: بیت اللہ کی طرف پیدل جانے کی نذر ماننے والا، استطاعت نہ ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے۔ پہلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بوڑھے شخص کو یہی حکم دیا۔

ب: ایسا شخص جہاں تک استطاعت ہو، پیدل جائے اور جہاں استطاعت نہ رہے،

---

❶ ملاحظہ ہو: المفہم ٤/ ٦١٧۔

❷ صحیح سنن أبي داود، کتاب الأیمان والنذور، باب من رأی علیه کفارة إذا کان في معصیة، جزء من رقم الحدیث ٢٨١٨ـ ٣٢٩٦؛ ٢/ ١٣٤۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢/ ٦٣٤)۔

❸ المرجع السابق، رقم الحدیث ٢٨٢٥ـ٣٣٠٣، ٢/ ٦٣٥۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢/ ٣٥)؛ نیز ملاحظہ ہو: إرواء الغلیل، رقم الحدیث ٢٥٩٢، ٨/ ٢١٨ـ٢٢١۔

سوار ہو کر جائے۔ یہ بات دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

ج: ایسا شخص سارے سفر میں یا کچھ راستے میں سوار ہونے کی حالت میں ایک جانور کی قربانی بطورِ کفارہ دے۔ ❶

د: ایک بکری بطورِ کفارہ ذبح کرنے کے لیے کافی ہے، البتہ اونٹ کا ذبح کرنا مستحب ہے۔ بعض علماء نے سنن ابی داود کی مذکورہ بالا روایتوں میں بظاہر تعارض کو اسی طرح دور کیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اونٹ ذبح کرنا ہی ضروری ہے۔ ❷

تنبیہ:

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ ایسے شخص پر کفارہ نہیں، لیکن سنن ابی داود کی مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں بطورِ کفارہ جانور ذبح کرنے کا حکم ہے اور ان کے راویان ثقہ ہیں، اس لیے ان دونوں روایتوں کو نظر انداز یا مسترد کرنا درست نہیں۔

کفارہ ذکر نہ کرنے والوں کی روایت ذکر کرنے والوں پر حجت نہیں، بلکہ ذکر کرنے والے ثقہ راویوں کی روایت سب کے لیے قابلِ حجت ہوگی۔ ❸

۵۔ وقف فی سبیل اللہ سواری پر حج وعمرہ کی اجازت:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان کی غرض سے جانے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف شدہ سواری پر سفر کر سکتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو

---

❶ مذکورہ بالا تینوں باتوں کے متعلق امام نووی لکھتے ہیں، کہ امام شافعی کے اس بارے میں دو اقوال میں سے یہ راجح قول ہے۔ علماء کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۱/۱۰۲).

❷ ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتیح ٦/٦١٢.

❸ ملاحظہ ہو: المفهم ٤/٦١٧-٦١٨.

حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابوداؤد نے حضرت امِ معقل رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ابومعقل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرکے آئے، تو ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: ''آپ کو علم ہے، کہ میرے ذمے حج ہے۔''

پس وہ دونوں پیدل چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔! بے شک میرے ذمے حج ہے اور ابومعقل کے پاس یقیناً ایک جوان اونٹ ہے۔''

ابومعقل نے عرض کیا: ''صَدَقَتْ ، جَعَلْتُهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ . ''

وہ سچ کہہ رہی ہیں، (لیکن) میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرچکا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أَعْطِهَا ، فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ ، فَإِنَّهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.''

''اسے (وہ اونٹ) دے دو، تاکہ وہ اس پر (سوار ہوکر) حج کرے، کیونکہ بے شک وہ (حج) اللہ تعالیٰ کی راہ میں سے ہے۔''

''فَأَعْطَاهَا الْبِكْرَ . '' [1]

''چنانچہ، انہوں نے اسے جوان اونٹ دے دیا۔''

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك ، باب العمرة ، جزء من رقم الحديث ۱۹۸۶، ۵/ ۳۲۰۔۳۲۱ . شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/ ۳۷۳).

صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

"فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْطِيَهَا، وَقَالَ: "إِنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مِنْ سُبُلِ اللّٰهِ." ❶

''نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا، کہ وہ اسے (اونٹ) دے دیں اور آپ ﷺ نے (ساتھ یہ بھی) فرمایا: ''بلاشک حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کی راہوں میں سے ہیں۔''

ب: امام ابوداؤد اور امام ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا، تو ایک خاتون نے اپنے شوہر سے کہا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کروایئے۔''

انہوں نے جواب دیا: ''میرے پاس تمہیں حج کروانے کے لیے سواری نہیں۔''

انہوں نے کہا: ''پانی نکالنے والے اونٹ پر حج کروایئے۔''

انہوں نے جواب دیا: ''اس پر میں اور تمہارا بیٹا باری باری سوار ہو کر جائیں گے۔''

انہوں نے کہا: ''مجھے فلاں اونٹ پر حج کروایئے۔''

انہوں نے جواب دیا: ''وہ راہِ اللہ میں وقف ہے۔''

انہوں نے کہا: ''اپنی کھجوروں کو فروخت کر دیجیے (تاکہ اس رقم سے آپ مجھے حج کرواسکیں۔)

انہوں نے جواب دیا: ''وہ (تو) میری اور تمہاری خوراک ہے۔''

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے واپس تشریف لائے، تو انہوں نے اپنے شوہر کو

---

❶ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسك، جزء من رقم الحدیث ۳۰۷۵، ۴/ ۳۶۰۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش صحیح ابن خزیمہ ۴/ ۳۶۰)۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا:

''رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے [السلام علیکم ورحمۃ اللہ] عرض کرنا اور ان سے دریافت کرنا:

''آپ کی رفاقت میں حج کرنے کے برابر کیا ہے؟''

ان کے شوہر نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میری اہلیہ آپ کی خدمت میں [السلام علیکم ورحمۃ اللہ] عرض کرتی ہے اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی، کہ میں اسے آپ کے ساتھ حج کرواؤں، تو میں نے اسے کہا: ''میرے پاس تمہیں حج کروانے کے لیے سواری نہیں۔''

تو اس نے کہا: ''مجھے اپنے فلاں اونٹ پر حج کروا دیجیے۔''

میں نے اسے بتلایا: ''وہ (تو) راہِ للہ میں وقف ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

'' أَمَّا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ حَجَجْتَهَا فَكَانَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. ''

''بے شک اگر تم اسے (اسی اونٹ پر) حج کروا دیتے، تو وہ (حج) اللہ تعالیٰ کی راہ (ہی) میں ہے۔''

تو اس (بیوی) نے کہا: ''مجھے اپنے پانی نکالنے والے اونٹ پر حج کروا دیجیے۔''

میں نے جواب دیا: ''اس پر تو میں اور تمہارا بیٹا باری باری (سوار) ہو کر جائیں گے۔''

اس نے کہا: ''اپنی کھجوروں کو فروخت کر دیجیے۔''

میں نے جواب دیا: ''وہ تو میری اور تمہاری غذا ہے۔''

انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ حج کے لیے اس کے اشتیاق پر ہنسے (خوش ہوئے)۔''

''اور بے شک اس نے مجھے حکم دیا ہے، کہ آپ سے دریافت کروں، کہ آپ کے ہمراہ حج کرنے کے برابر کیا ہے؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے اسے [السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنا] اور اسے خبر دینا، کہ ''بے شک رمضان کا عمرہ میرے ساتھ کیے ہوئے حج کے برابر ہے۔'' ❶

آنحضرت ﷺ نے پہلی حدیث میں حج وعمرہ اور دوسری حدیث میں حج کو فی سبیل اللہ میں شامل فرماتے ہوئے [وقف فی سبیل اللہ] اونٹ پر حج وعمرہ کے سفر کرنے کو درست قرار دیا۔ امام ابن خزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ الْعُمْرَةِ عَلَى الدَّوَابِ الْمُحْبَسَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ] ❷

[راہِ اللہ میں وقف شدہ جانوروں پر عمرے کی اجازت کے متعلق باب]

❀❀❀❀

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب العمرة، رقم الحديث ١٩٨٨، ٥/٣٢٣-٣٢٤؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، باب فضل العمرة في رمضان، رقم الحديث ٣٠٧٧، ٤/٣٦١۔ الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے دونوں کتابوں کی روایتوں کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/٣٧٤؛ و هامش صحيح ابن خزيمة ٤/٣٦١).

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/ ٣٥٩.

- ب -

حج میں رزقِ حلال طلب کرنے کی اجازت

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اس سفر کے دوران تجارت، مزدوری، ملازمت اور اپنی سواری کرائے پر دینے کی خاطر محنت کرنے کی اجازت ہے۔ اس بارے میں درج ذیل تین روایات ملاحظہ فرمایئے:

ا: حضرات ائمہ ابوداود، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ

"بے شک زمانہ جاہلیت میں لوگ منیٰ، عرفات، ذوالمجاز کے میلے اور حج کے موسموں میں لین دین کرتے تھے۔ پھر وہ (اسلام لانے کے بعد) حالتِ احرام میں تجارت کرنے سے ڈر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ❶ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ." ❷

---

❶ سورة البقرة / جزء من الآية ١٩٨.

❷ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الكري، رقم الحديث ١٧٣١، ٥/١٠٩؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٣٠٥٤، ٤/٣٥١-٣٥٢؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ١/٤٨١-٤٨٢ امام حاکم نے اسے [بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے؛ حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے اور شیخ البانی نے سنن ابی داود کی حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/٤٨١؛ و التلخيص ١/٤٨١؛ و صحيح سنن أبي داود ١/٣٢٦).

[تم پر کوئی گناہ نہیں، کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔] حج کے موسموں میں۔"

انہوں ❶ نے کہا: مجھ سے عبید بن عمر نے بیان کیا: "بے شک وہ [ابن عباس رضی اللہ عنہما] اسے [مواسم الحج] ❷ مصحف میں پڑھتے تھے۔"

ب: امام ابوداود اور امام ابن خزیمہ نے ابوامامہ تیمی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: "ہم لوگ اس راہ (سفر حج) میں سواری کرائے پر دیتے ہیں اور میری قوم کے لوگوں کا خیال ہے، کہ میرا کوئی حج نہیں۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "کیا تم بیت (اللہ) کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم صفا و مرہ کے درمیان سعی نہیں کرتے؟ کیا تم ....؟ کیا تم ....؟

بے شک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہی سوال کیا، جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو تب پتا نہیں تھا، کہ کیا جواب دیں، یہاں تک کہ (یہ) آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

[اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں]

آنحضرت ﷺ نے اسے (سوال کرنے والے کو) بلایا اور اس پر اس [آیت] کی تلاوت کی اور فرمایا:

---

❶ یعنی ابن ابی ذئب نے اور وہ راویانِ حدیث میں سے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: بذل المجهود ۹/ ۳۱۶).

❷ (مَوَاسِمِ الْحَجِّ): قراءتِ شاذہ ہے اور اس کی حیثیت آیت کی تفسیر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/ ۱۰۹).

"أَنْتُمْ حُجَّاجٌ."❶ [تم حجاج ہو۔]

سنن ابی داود کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَكَ حَجٌّ."❷

[تیرے لیے حج ہے۔]

ج: امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے سعید بن جبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

"میں نے کچھ لوگوں کے ہاں مزدوری کرنے کا معاملہ طے کیا، تو میں نے اپنی مزدوری میں سے کچھ رقم اس شرط پر چھوڑ دی، کہ وہ حج کے اعمال کرنے کی چھٹی دیتے رہیں گے، کیا ایسے کرنا مجھے کفایت کرے گا؟"❸

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:

"نَعَمْ ، هٰذَا مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ: ﴿أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾❹."❺

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الكري، رقم الحديث ١٧٣٠، ٥/١٠٨-١٠٩؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٣٠٥١، ٤/٣٥٠۔ الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح ابن خزيمة ٤/٣٥٠).

❷ سنن أبي داود ٥/١٠٩. شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/٣٢٦).

❸ یعنی کیا ایسی صورت میں میرا حج درست ہوگا؟ ❹ سورة البقرة/ جزء من الآية ٢٠٢.

❺ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/٣٥١؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك ١/٤٨١. امام حاکم نے اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/٤١٨؛ والتلخيص ١/٤١٨؛ و هامش صحيح ابن خزيمة ٤/٣٥١).

''ہاں، یہ ❶ ان لوگوں میں سے ہے، جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[یہ وہ لوگ ہیں، کہ ان کے لیے ان کا اعمال کا حصہ [یعنی بدلہ] ہے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔''

ان روایات کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ سفرِ حج کے دوران تجارت کرنا جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے، کہ حج کے اعمال کی ادائیگی کے اوقات میں تجارت میں مشغول نہ رہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ التِّجَارَةِ فِي الْحَجِّ ، وَالدَّلِيْلُ عَلٰى أَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِمَا أَبَاحَ اللّٰهُ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ مِنْ حِلِّهِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ فِي غَيْرِ الْأَوْقَاتِ الَّذِي يَشْتَغِلُ الْمَرْءُ عَنْ أَدَاءِ الْمَنَاسِكِ لَا يَنْقُصُ أَجْرَ الْحَاجِّ ، وَلَا يُبْطِلُ الْحَجَّ ، وَلَا يُوْجِبُ عَلَيْهِ هَدْيًا، وَلَا صَوْمًا ، وَلَا صَدَقَةً]❷

[حج میں تجارت کے جواز کے متعلق باب اور اس بات کی دلیل، کہ مناسکِ حج کی ادئیگی کے اوقات کے سوا دیگر اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ مال کے جائز طریقے سے طلب کرنے میں مشغول ہونا، نہ تو حاجی کا اجر کم کرتا ہے، نہ حج باطل کرتا ہے اور اس پر کوئی قربانی، روزہ یا صدقہ کرنا واجب نہیں کرتا۔]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِ عَلٰى إِبَاحَةِ التِّجَارَةِ لِلْحَاجِ

---

❶ مراد یہ ہے، کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔

❷ صحيح ابن خزيمة ، كتاب المناسك، ۴/ ۳۵۱.

وَالْمُعْتَمِرِ] ❶

[حج اور عمرہ کرنے والوں کے لیے تجارت کرنے کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیث کا ذکر۔]

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ سفرِ حج کے دوران حاجیوں کو کرایہ پر سواریاں مہیا کرنا حج کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَجِّ الْأَكْرِيَاءِ] ❷

[کرایہ پر سواریاں دینے والوں کے حج کے متعلق باب]

ج: تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ سفرِ حج میں حجاج کی خدمت اور ان کے کام کاج کی غرض سے ملازمت کرنے والا بھی حج کر سکتا ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ حَجُّ الْأُجَرَاءِ]❸

[مزدوری کرنے والوں کے حج کے متعلق باب]

د: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء نے درج ذیل فتوی دیا ہوا ہے:

''حج کے موسموں میں تجارت کرنا جائز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ کی تفسیر میں (امام) طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب رمي الحمار أيام التشريق، ٩/٢٠٥.

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك ٤/٣٥٠.

❸ المرجع السابق ٤/٣٥١.

"وَهُوَ ، لَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ قَبْلَ الإِحْرَامِ وَبَعْدَهُ." ❶

''تم پر احرام سے پہلے اور بعد میں خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

❀❀❀❀

❶ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ، جزء من الفتوى رقم (٦٦١٤) ، ١١/١٣.

- ج -

عمرے سے متعلقہ آسانیاں

ا۔ عمرے کی سارا سال اجازت ہونا:

عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اس کے ادا کرنے کے لیے کوئی مخصوص وقت متعین نہیں، بلکہ یہ سال کے سب مہینوں، دنوں اور اوقات میں جائز ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں پانچ دلائل ملاحظہ فرمایئے:

ا: آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ ۶ ہجری میں عمرے کے لیے تشریف لائے۔ قریش کے روکنے اور پھر صلح حدیبیہ کے بعد عمرے کے بغیر واپس تشریف لے گئے۔

ذوالقعدہ ۷ ہجری میں مکہ مکرمہ تشریف لا کر عمرہ کیا۔

ذوالقعدہ ۸ ہجری میں فتح حُنین کے بعد جِعِرّانہ سے عمرے کے لیے تشریف لائے۔

پھر دس ہجری میں حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ کیا۔ [1]

ب: امام بخاری نے عکرمہ بن خالد سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا:

"لَا بَأْسَ." [کوئی حرج نہیں۔]

---

[1] ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/ ۹۰۔ ۹۲۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب العمرة، باب کم اعتمر النبي ﷺ، ۳/ ۵۹۹۔ ۶۰۰؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبي ﷺ و زمانهن، رقم الحدیث ۲۱۷۔ (۱۲۵۳) ۲/ ۹۱۶۔

عکرمہ نے بیان کیا: ''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

" اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ . " ❶

''نبی کریم ﷺ نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔''

ج: امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

" مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ . " ❷

''جو کوئی حج کیے بغیر عمرہ کر کے جانا چاہے، تو وہ ایسے کر لے۔''

د: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری ❸ خاتون سے فرمایا:

"فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ."

أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ . " ❹

''پس جب (ماہ) رمضان ہو، تو تم اس میں عمرہ کرنا، کیونکہ رمضان میں عمرہ حج (کے برابر) ہے۔''

ہ: امام شافعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

---

❶ صحيح البخاري ، كتاب العمرة ، رقم الحديث ١٧٧٤ ، ٣ / ٥٩٨ ـ ٥٩٩ .

❷ صحيح ابن خزيمة ، جماع أبواب ذكر العمرة و شرائعها و سننها و فضائلها ، رقم الحديث ٣٠٧٩ ، ٤ / ٣٦٢ . شیخ البانی نے اس کی [سند کو حسن صحیح] قرار دیا ہے۔(هامش صحيح ابن خزيمة ٤ / ٣٦٢).

❸ یہ محترمہ رضی اللہ عنہا سواری کے میسر نہ آنے کی بنا پر اپنے شوہر اور بیٹے کی معیت میں حجۃ الوداع میں شریک نہ ہو سکی تھیں۔(ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ، كتاب العمرة ، باب عمرة في رمضان ، رقم الحديث ١٧٨٢ ، ٣ / ٦٠٣).

❹ متفق عليه : المرجع السابق ٣ / ٦٠٣ ؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ٢٢١ ـ (١٢٥٦) ، ٢ / ٩١٧ . الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

"فِي كُلِّ شَهْرٍ عُمْرَةٌ." ❶

''ہر مہینے میں عمرہ ہے۔''

ان دلائل کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے ماہ ذوالقعدہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔

ب: آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے ساتھ ماہ ذوالحجہ میں عمرہ کیا۔

ج: آنحضرت ﷺ نے حج کرنے سے پہلے تین دفعہ عمرہ کیا۔ ذوالقعدہ ۷ ہجری والا عمرہ، ذوالقعدہ ۸ ہجری جعرانہ والا عمرہ اور حجۃ الوداع میں کیا ہوا عمرہ، تینوں عمرے حج سے پہلے ادا کیے گئے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث پر حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنْ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ] ❷

[حج سے پہلے عمرہ کرنے والے شخص کے متعلق باب]

اس بارے میں امام بغوی کے تحریر کردہ عنوان کے الفاظ یوں ہیں:

[بَابُ تَقْدِيمِ الْعُمْرَةِ عَلَى الْحَجِّ] ❸

[عمرے کو حج سے پہلے کرنے کے متعلق باب]

د: آنحضرت ﷺ نے ذوالحجہ ❹ میں، حج کیے بغیر عمرہ کر کے، مکہ مکرمہ سے

---

❶ منقول از: منتقى الأخبار، كتاب المناسك، ۳۰/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب من اعتمر في السنة مرارًا، رقم ۸۷۲۸، ۵۶۲/۴. علامہ شوکانی نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: نيل الاوطار ۳۱/۵).

❷ صحيح البخاري، كتاب العمرة، ۵۹۸/۳.

❸ شرح السنة، كتاب الحج، ۹/۷.

❹ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال ۴ ذوالحجہ کو حرم شریف میں تشریف لائے۔ (ملاحظہ ہو: حجة النبي ﷺ للشيخ الألباني ص ۵۶).

واپس جانے کی اجازت دی۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ الْعُمْرَةِ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ لِمَنْ لَا يَحُجُّ عَامَهُ ذٰلِكَ ، وَالرُّخْصَةِ لَهُ فِي الرُّجُوْعِ إِلٰى وَطَنِهِ بَعْدَ قَضَاءِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ] ❶

[حج نہ کرنے والے سال میں حج کے مہینوں میں عمرے کے جواز اور حج کیے بغیر عمرے کے بعد وطن واپس آنے کی اجازت کے متعلق باب]

ہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے سال کے ہر مہینے میں عمرہ کرنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ علامہ مجد الدین ابن تیمیہ نے اسے درج ذیل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ] ❷

[سارے سال میں عمرے کے جواز کے متعلق باب]

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء نے ایک فتویٰ تحریر کیا ہے:

"يَجُوْزُ أَدَاءُ الْعُمْرَةِ فِيْ جَمِيْعِ أَيَّامِ السَّنَةِ ، حَتّٰى فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ." ❸

''سال کے سب دنوں میں عمرہ کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ حج کے مہینوں میں بھی۔''

---

❶ صحيح ابن خزيمه ، كتاب المناسك، جماع أبواب ذكر العمرة، ٤/ ٣٦٢.

❷ منتقى الأخبار ٥/ ٣٠.

❸ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى رقم ٤٥١٧، ١١/ ٣١٦.

تنبیہ:

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

" حَلَّتِ الْعُمْرَةُ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا إِلَّا فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَيَوْمَانِ بَعْدَ ذٰلِكَ. " ❶

''چار دنوں کے سوا عمرہ سارے سال میں جائز ہو گیا: یومِ عرفہ ❷، یوم النحر ❸ اور اس کے بعد دو دن ❹۔''

حضراتِ احناف کے نزدیک پانچ دنوں: یوم عرفہ، یوم النحر اور تین ایامِ تشریق ❺، میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا قول سے استدلال کیا ہے۔ ❻

حضراتِ شوافع کے نزدیک ان دنوں میں بھی حجاج کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے عمرہ کرنا درست ہے۔ ان کی رائے میں یہ قول صرف حجاج کے متعلق ہے۔ امام بیہقی لکھتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے، جو حج میں مشغول ہو۔ وہ اعمالِ حج مکمل کرنے سے پہلے نہ عمرے کا احرام باندھے اور نہ عمرہ کرے۔'' ❼

امام بیہقی نے ان دنوں میں عمرہ کرنے کی تائید میں درج ذیل دو باتیں بھی ذکر کی ہیں:

---

❶ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب العمرة في أشهر الحج، رقم الرواية ٨٧٤١، ٥٦٥/٤.
❷ یعنی نو ذوالحجہ، حاجیوں کے عرفات میں ٹھہرنے کا دن۔
❸ قربانی کا دن یعنی دس ذوالحجہ۔
❹ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ۔
❺ یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن۔
❻ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ٢٢٧/٢، البتہ قاضی ابو یوسف کے نزدیک یوم عرفہ میں زوال سے پہلے عمرہ کرنا مکروہ نہیں۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢٢٧/٢).
❼ السنن الکبریٰ ٥٦٥/٤.

ا: جب ابو ایوب انصاری اور ہبار بن اسود رضی اللہ عنہما (احرام کے باوجود) حج نہ کر پائے، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا۔ ❶

۲: امام شافعی نے فرمایا: ''سب سے زیادہ حرمت والے دن اس بات کے زیادہ لائق ہیں، کہ ان میں (عمرے کے) اعمال ادا کیے جائیں۔ ❷

علاوہ ازیں امام بغوی نے لکھا ہے:

" أَمَّا الْعُمْرَةُ فَجَمِيعُ أَيَّامِ السَّنَةِ وَقْتٌ لَهَا إِلَّا يَكُوْنَ مُتَلَبِّسًا بِالْحَجِّ . " ❸

[''جہاں تک عمرے کا تعلق ہے، تو سال کے سارے دن اس کے لیے وقت ہیں، سوائے حج میں مشغول شخص کے (کہ وہ جب تک مناسکِ حج میں مشغول ہو، عمرہ نہ کرے)۔'']

یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

۲۔ سفرِ حج میں عمرہ کرنا:

۳۔ حج کو ختم کر کے عمرے میں تبدیل کرنا:

زمانۂ جاہلیت کے لوگ حج کے مہینوں شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرہ کرنا ایک سنگین ترین گناہ سمجھتے تھے۔ وہ ان مہینوں میں صرف حج کرتے اور عمرے کے لیے مستقل سفر کی مشقت برداشت کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حضرات صحابہ کو حج فسخ ❹ کر کے پہلے عمرہ اور پھر حج کرنے کا حکم دے کر اس مشقت کو آسانی میں تبدیل کر دیا۔ اس بارے میں ذیل میں توفیقِ الٰہی سے تین

---

❶ اور انہوں نے عمرہ انہی دنوں میں کرنا تھا۔

❷ ملاحظہ ہو: السنن الکبری ٤/ ٥٦٥.

❸ شرح السنة ٧/ ٣٤.

❹ یعنی ختم کر کے۔

روایات پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: وہ (یعنی زمانہ جاہلیت کے لوگ) حج کے مہینوں میں عمرہ کو روئے زمین کے بہت بڑے گناہوں میں سے تصور کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار (ذوالحجہ) کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے (مکہ مکرمہ) آئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا، کہ وہ اس (احرامِ حج) کو عمرہ میں تبدیل کرلیں۔

یہ حکم ان پر گراں گزرا، تو انہوں نے عرض کیا:

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ـ ﷺ ـ! أَيُّ الْحِلِّ؟"

''یارسول اللہ ـ صلی اللہ علیہ وسلم ـ! کون سا حلال ہونا؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حِلٌّ کُلُّہُ." [1]

''مکمل حلال ہونا۔'' (یعنی احرام کی وجہ سے سب ممنوعہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہوجائیں گی۔)

ب: امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع) میں نکلیں۔ حج کے علاوہ ہماری کوئی اور نیت نہ تھی۔ جب ہم (مکہ مکرمہ) پہنچے، تو ہم نے (بیت اللہ) کا طواف کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: ''قربانی ساتھ نہ لانے والا (عمرے کے بعد) حلال ہوجائے۔'' [2]

چنانچہ قربانی نہ لانے والے حلال ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج (مطہرات)

---

[1] صحیح البخاري، کتاب الحج، رقم الحدیث ١٥٦٤ باختصار، ٣/٤٢٢.

[2] یعنی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہوجائے۔

بھی قربانی (ہمراہ) نہ لائیں تھیں، انہوں نے بھی احرام کھول دیے۔'' ❶

ج: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے تلبیہ پکارا۔ جب ہم مکہ پہنچے، تو آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ ہم حج کے احرام کو ختم کر کے عمرے کے احرام میں تبدیل کر دیں۔ ہم پر یہ (حکم) گراں گزرا اور ہمارے سینے اس سے تنگ ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کو اس کا پتا چلا۔ ہمیں معلوم نہیں، کہ اس کی اطلاع آسمان سے آئی یا لوگوں کی جانب سے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''أَيُّهَا النَّاسُ! أَحِلُّوا، فَلَوْلَا الْهَدْيُ الَّذِي مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ.''

''اے لوگو! احرام کھول دو، اگر میرے ساتھ ہدی ❷ نہ ہوتی، تو میں بھی وہی کرتا، جو تم نے کیا۔'' ❸

انہوں [یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ''پس ہم نے احرام کھول دیے، یہاں تک کہ ہم نے عورتوں سے صحبت کی، اور وہ کام کیے، جو احرام کی پابندیوں سے آزاد لوگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب یوم الترویہ ❹ تھا، تو ہم نے مکہ کو پیچھے چھوڑ کر (منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے) حج کا تلبیہ پکارا۔'' ❺

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٥٦١، ٣/٤٢١.

❷ یعنی حج کی قربانی۔

❸ یعنی جس کے کرنے کا میں تمھیں حکم دے رہا ہوں، کہ احرامِ حج کو عمرے کے احرام میں بدلنے کے بعد عمرہ کر کے حلال ہو جاؤ۔

❹ یعنی ۸ ذوالحجہ۔

❺ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام، رقم الحديث ١٤٢ ـ (١٢١٦)، ٢/٨٨٤؛ نیز ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الإهلال بالبطحاء وغيرها، ٣/٥٠٦.

ایک دوسری روایت میں ہے: ''سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! أَلِعَامِنَا ھٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟"

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ❶ ہمارے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لِأَبَدٍ." ''ہمیشہ کے لیے۔'' ❷

بعض دیگر روایات میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے (ہاتھ کی انگلیوں) میں داخل کیا اور فرمایا:

" دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ." ❸

''روزِ قیامت تک کے لیے حج میں عمرہ داخل ہوگیا۔''

ایک اور روایت میں ہے:

" لَا ، بَلْ لِأَبَدٍ أَبَدٍ." ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . " ❹

''نہیں ❺، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے'' (آنحضرت ﷺ نے یہ جواب) تین مرتبہ (دہرایا)۔

ان روایات کے حوالے سے چار باتیں:

۱: سفرِ حج میں عمرہ کرنے کی اجازت ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حج ہی کے سفر میں حضراتِ صحابہ کو عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

---

❶ یعنی حج کو عمرے میں تبدیل کر کے عمرے کے بعد حلال ہو جانا۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام، جزء من رقم الحدیث ۱٤۱۔ (۱۲۱٦)، ۲/ ۸۸٤.

❸ ملاحظہ ہو: حجة النبي ﷺ کما رواھا جابر رضی اللہ عنہ، ص ٦۱۔٦۲۔

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ٦۲.

❺ یعنی یہ حکم اس سال کے ساتھ مخصوص نہیں۔

ب: اگر قربانی ہمراہ نہ لانے والے کسی شخص نے حج کا احرام باندھا ہو، تو وہ بھی اسے عمرے کے احرام میں تبدیل کرے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضراتِ صحابہ کو ایسے ہی کرنے کا حکم دیا۔ امام ابن قیم تحریر کرتے ہیں: ''حج کو عمرے میں تبدیل کرنے کے متعلق آنحضرت ﷺ کے حکم کو چودہ صحابہ نے روایت کیا ہے اور ان سب کی احادیث صحیح ہیں۔'' [1]

امام بخاری نے ایک باب کا درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْقِرَانِ وَالإِفْرَادِ بِالْحَجِّ ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ .] [2]

[حجِ تمتع، قران، افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو، اس کے حج کو فسخ کرنے کے متعلق باب]

ج: سفرِ حج میں قربانی ہمراہ نہ لانے والے لوگ حج کو عمرے میں تبدیل کرنے کے بعد عمرہ کر کے ۸ ذوالحجہ تک احرام کی جملہ پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ ۸ ذوالحجہ کو منی روانہ ہوتے وقت [3] حج کا احرام باندھیں۔

د: مذکورہ بالا آسانیاں صرف حجۃ الوداع میں شریک لوگوں کے لیے نہ تھیں، بلکہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کے لیے ہیں۔ [4]

❀❀❀❀

---

[1] زاد المعاد ۲/۱۷۸.

[2] صحيح البخاري، كتاب الحج ۳/۴۲۱.

[3] یعنی حج کو عمرے میں تبدیل کر کے عمرے کے بعد حلال ہونا۔

[4] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/۱۷۷-۲۲۳.

- د -

حج وعمرہ میں نیابت سے متعلّقہ آسانی

معذور اور میت کی طرف سے حج وعمرہ:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ دائمی بیماری، بڑھاپے وغیرہ کی بنا پر سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے زندہ لوگوں اور حج وعمرہ ادا کیے بغیر فوت ہونے والے اشخاص کی طرف سے کوئی دوسرا شخص انہیں ادا کرسکتا ہے۔

اس مقام پر توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں چھ احادیث پیش کی جارہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو رَزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ ، لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ ، وَلَا الظَّعْنَ ."

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میرے والد بہت عمر رسیدہ ہیں، حج وعمرے کے لیے نہ پیدل جاسکتے ہیں اور نہ ہی سوار ہونے کی طاقت رکھتے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ." [1]

[1] جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ، رقم الحديث ۹۳۳، ۳/ ۵۸۰۔۵۸۱؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۵/۱۱۷؛ و سنن ابن ماجه ، كتاب المناسك، رقم الحديث ۲۹۰۶، ۸/۴۸۹ ـ ۴۹۰؛ و صحيح ابن خزيمة ، كتاب المناسك ، رقم ⇦⇦⇦

''اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''حجۃ الوداع کے سال خثعم (قبیلے) کی ایک خاتون آئیں اور عرض کیا:

" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِيْ الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ. فَهَلْ يَقْضِيْ عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟"

''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرض کردہ حج نے میرے باپ کو بڑھاپے (کی ایسی حالت) میں پایا ہے، کہ وہ سواری پر سیدھے بیٹھ نہیں سکتے، تو کیا ان کی طرف سے میرے حج کرنے سے وہ [فرض] ادا ہو جائے گا؟''

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: " نَعَمْ. " ❶ ''ہاں۔''

ج: امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

" إِنَّ أَبِيْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟"

''بے شک میرے والد حج کیے بغیر فوت ہو گئے ہیں، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

⇐⇐⇐ الحديث ۳۰۴۰، ۳۰۴/۴۔ ۳۴۵. الفاظ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲۷۵/۱).

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ۱۸۵۴، ۶۶/۴؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۴۰۷۔ (۱۳۳۴)، ۹۷۳/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

" أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى أَبِيْكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ؟"

''تمہارا کیا خیال ہے، کہ اگر تمہارے والد کے ذمے قرض ہو، تو تم اسے ادا کرو گے؟''

اس نے عرض کیا: ''(جی) ہاں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ." ❶

''اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔''

د: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک جہینہ (قبیلے) کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

"إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ، حَتّٰى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا."

''بے شک میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی، (لیکن) وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں، سو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا. أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اُقْضُوا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ." ❷

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الحج والاعتمار عن الغير، رقم الحديث ۳۹۹۲، ۹/ ۳۰۵ ۔ شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۹/ ۳۰۵)۔

❷ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ۱۸۵۲، ٤/ ٦٤.

''ہاں، ان کی طرف سے حج کرو، تمہارا کیا خیال ہے، اگر تمہاری والدہ کے ذمے قرض ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ وفا (یعنی ان کے ادائے قرض) کے زیادہ حق دار ہیں۔''

ہ: امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

" إِنَّ أُخْتِيْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ، وَأَنَّهَا مَاتَتْ . "

''بے شک میری بہن نے حج کی نذر مانی، لیکن وہ (حج کرنے سے پیشتر) فوت ہو گئیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ؟"

''اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتے؟''

اس نے عرض کیا: ''(جی) ہاں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" فَاقْضِ اللّٰهَ ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ. " [1]

''سو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، کیونکہ وہ (اپنے حق کے) ادا کیے جانے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔''

و: حضرات ائمہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابویعلی، ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب من مات و عليه نذر، رقم الحديث ٦٦٩٩، ٥٨٤/١١؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ١١٦/٥. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

کریم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

"لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ."

''میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں، حاضر ہوں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ شُبْرُمَةُ؟" ''شبرمہ کون ہے؟''

اس نے عرض کیا:

"أَخٌ لِيْ أَوْ قَرِيْبٌ لِيْ." ''میرا بھائی ہے یا میرا رشتے دار۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟"

''(کیا) تم نے اپنی طرف سے حج کرلیا ہوا ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''نہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ." ❶

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الرجل يحج عن غيره، رقم الحديث ١٨٠٨، ١٧٤/٥؛ و سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم الحديث ٢٩٠٣، ٤٨٢/٨-٤٨٣؛ و مسند أبي يعلى، رقم الحديث ١١٣-(٢٤٤٠)، ٣٢٩/٤؛ و منتقى ابن الجارود، كتاب المناسك، باب المناسك، رقم الحديث ٤٩٩، ١١٣/٢-١١٤؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٣٠٣٩، ٣٤٥/٤؛ و الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، رقم الحديث ٣٩٨٨، ٢٩٩/٩؛ و سنن الدار قطني، كتاب الحج، رقم الحديث ١٤٩، ٢٦٩/٢؛ و السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، رقم الحديث ٨٦٧٥، ٥٤٩/٤. امام بیہقی لکھتے ہیں، کہ یہ [سند صحیح] ہے اور اس بارے میں اس سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ حدیث موجود نہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ ارناؤوط نے [ابن حبان کی سند کو صحیح مسلم کی شرط پر] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: السنن الکبری للبیھقی ٥٤٩/٤، و إرواء الغليل، رقم الحديث ٩٩٤، ١٧١/٤-١٧٢؛ وهامش الإحسان ٢٩٩/٩).

''(پہلے) اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔''

مذکورہ بالا احادیث کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے بوڑھے شخص کی طرف سے اس کے بیٹے کا حج وعمرہ کرنا۔

پہلی حدیث پر امام نسائی نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[اَلْعُمْرَةُ عَنِ الرَّجُلِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ.] ❶

[استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے عمرہ]

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْعُمْرَةِ عَنِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الْعُمْرَةَ مِنَ الْكِبَرِ] ❷

[کبرسنی کے باعث عمرے کی استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے عمرہ کرنے کے متعلق باب]

ب: خاتون کا سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ باپ کی طرف سے حج کرنا۔

دوسری حدیث پر امام بخاری نے درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوْتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ]❸

[سواری پر جم کر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے حج کے متعلق باب]

امام نووی نے اسی حدیث پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْعَاجِزِ لِزَمَانَةٍ وَهَرَمٍ وَنَحْوِهِمَا أَوْلِلْمَوْتِ] ❹

---

❶ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ٥/١١٧.

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك ٤/٣٤٥.

❸ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، ٤/٦٦.

❹ صحيح مسلم، كتاب الحج، ٢/٩٧٣.

[دائمی مرض اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے معذور یا میت کی طرف سے حج کے متعلق باب]

اسی حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ مرد کی طرف سے عورت حج کر سکتی ہے۔ حضراتِ ائمہ بخاری، نسائی اور ابن خزیمہ نے اس پر حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ] ❶

[مرد کی طرف سے خاتون کے حج کرنے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[ذِكْرُ إِبَاحَةِ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ ضِدَّ قَوْلِ مَنْ كَرِهَهُ] ❷

[مکروہ کہنے والے کے قول کے برعکس مرد کی طرف سے خاتون کے حج کرنے کے جواز کا ذکر]

ج: حج کیے بغیر فوت ہونے والے شخص کی طرف سے اس کے بیٹے کا حج کرنا۔

تیسری حدیث پر امام ابن حبان کا تحریر کردہ عنوان حسب ذیل ہے:

[ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ جَوَازِ حَجِّ الرَّجُلِ مِنَ الْمُتَوَفَّى الَّذِي كَانَ الْفَرْضُ عَلَيْهِ وَاجِبًا] ❸

[ایسے فوت شدہ شخص کی جانب سے حج کے جواز کے متعلق خبر کا ذکر، جس پر (فوت ہونے سے پیشتر) فریضہ حج واجب ہو چکا تھا۔]

د: چوتھی حدیث سے حج کی نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون سے اس کی بیٹی کا

---

❶ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، ٦٧/٤؛ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ١١٨/٥؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٣٤٢/٤.

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الحج والاعتمار عن الغير، ٣٠٨/٩.

❸ المرجع السابق ٣٠٥/٩.

حج کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ہ: پانچویں حدیث سے حج کی نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون کی طرف سے اس کے بھائی کے حج کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس پر امام نسائی کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[اَلْحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ الَّذِي نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ] ❶

[حج کی نذر ماننے والے فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا]

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ خاتون کی طرف سے مرد حج کرسکتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب [صحیح] میں ایک باب کا حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ] ❷

[فوت شدہ کی طرف سے حج اور نذروں کو پورا کرنے اور مرد کے خاتون کی طرف سے حج کرنے کے متعلق باب]

و: چھٹی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ اپنا حج کرنے سے پیشتر کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی اجازت نہیں۔ اس حدیث پر امام ابن خزیمہ نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يَحُجَّ عَنِ الْمَيِّتِ مَنْ لَمْ يَحُجَّ عَنْ نَفْسِهِ.] ❸

[اپنی طرف سے حج کیے بغیر فوت شدہ شخص کی جانب سے حج کرنے کی ممانعت کے متعلق باب]

---

❶ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج ٥/١١٦.

❷ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، ٤/٦٤.

❸ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/٣٤٥.

- ۵ -

احرام سے متعلقہ آسانیاں

۱۔ میقات سے پہلے احرام پہننا:

حج وعمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ میقات سے پہلے احرام پہننا درست ہے، البتہ احرام کی نیت میقات سے ہی ہوگی۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ ، وَادَّهَنَ ، وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ ، هُوَ وَأَصْحَابُهُ . فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ ، أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ." ❶

[نبی کریم ﷺ کنگھی کرنے، تیل لگانے اور ازار اور رداء ❷ پہننے کے بعد اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ (طیبہ) سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں صبح کی۔ ❸

❶ صحيح البخاري ، كتاب الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، جزء من رقم الحديث ١٥٤٥ باختصار ، ٤٠٥/٣.

❷ اوپر نیچے پہنی جانے والی دو چادریں۔

❸ آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں نمازِ ظہر ادا کی، پھر وہاں سے روانہ ہو کر عصر ذوالحلیفہ تشریف لا کر ادا کی، پھر رات یہیں بسر کی، پھر صبح کے وقت بھی آپ ﷺ اسی مقام پر تھے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ، باب من بات بذي الحليفة حتى أصبح ، رقمي الحديثين ١٥٤٦، ١٥٤٧، ٤٠٧/٣).

(پھر) آنحضرت ﷺ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر بیداء ❶ کے مقام پر اور آپ کے صحابہ نے بھی، تلبیہ پکارا۔]

اس حدیث سے حوالے سے دو باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ نے احرام (چادر اور تہبند) مدینہ طیبہ ہی میں پہن لیے۔

ب: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے احرام کی نیت اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے کی۔ شیخ البانی لکھتے ہیں:

"وَلَهُ أَنْ يَلْبَسَ الْإِحْرَامَ قَبْلَ الْمِيقَاتِ وَلَوْ فِي بَيْتِهِ ، كَمَا فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ . وَفِي هٰذَا تَيْسِيْرٌ عَلَى الَّذِيْنَ يَحُجُّوْنَ بِالطَّائِرَةِ ، وَلَا يُمْكِنُهُمْ لَبْسُ الْإِحْرَامِ عِنْدَ الْمِيْقَاتِ ، فَيَجُوْزُ لَهُمْ أَنْ يَصْعَدُوْا الطَّائِرَةَ فِي لِبَاسِ الْإِحْرَامِ ، وَلٰكِنَّهُمْ لَا يُحْرِمُوْنَ إِلَّا قَبْلَ الْمِيقَاتِ بِيَسِيْرٍ ، حَتّٰى لَا يَفُوْتَهُمُ الْمِيْقَاتُ ، وَهُمْ غَيْرُ مُحْرِمِيْنَ ." ❷

[اسے میقات سے پہلے، حتی کہ اپنے گھر سے بھی، احرام پہننے کی اجازت ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کیا۔ اس میں ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کرنے والوں کے لیے آسانی ہے، کیونکہ میقات پر احرام پہننا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ ان کے لیے احرام کے لباس

---

❶ البیداء اور ذوالحلیفہ ایک دوسرے سے متصل مقامات ہیں۔ آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ کے آخری حصے میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد سواری پر چڑھے اور تلبیہ پکارا اور وہی جگہ البیداء کا اوّلین حصہ ہے۔ (ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۹/ ۱٦۸).

❷ مناسك الحج والعمرة ص۱۳.

میں ہوائی جہاز پر چڑھنا جائز ہے، البتہ وہ میقات سے تھوڑا پہلے احرام کی نیت کریں، تاکہ وہ احرام کی نیت کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کر جائیں۔''

سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء نے اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

"أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ ، أَيْ: أَهَلَّ بِالنُّسُكِ وَلَبّٰى بِهٖ مِنْهَا ، لَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ ." ❶

''نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، یعنی حج کے لیے وہاں سے تلبیہ پکارا، مدینہ (طیبہ) سے نہیں۔''

۲۔ احرام سے پہلے سر کے بالوں کو جمالینا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام سے پیشتر سر کے بالوں کو گوند یا خطمی وغیرہ لگا کر جما لیا جائے۔ اس طرح بال غبار کے اندر داخل ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور جوؤں کے پیدا ہونے کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا ." ❷

❶ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى، رقم (٢٠٢٤)، ١١/١٢٤.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من أهلّ ملبدا، رقم الحديث ١٥٤٠، ٣/٤٠٠؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب التلبية صفتها و وقتها، جزء من رقم الحديث ٢١۔ (١١٨٤)، ٢/٨٤٢.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا،
کہ آپ نے اپنے بالوں کو جمایا ہوا تھا۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ
انہوں نے بیان کیا:

''میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

''کیا وجہ ہے، کہ لوگ تو عمرہ کر کے احرام سے نکل چکے [1] ہیں اور آپ
عمرہ کر کے احرام سے نہیں نکلے؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي ، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ." [2]

''بے شک میں نے اپنے سر کے بال جما لیے تھے، اور اپنی قربانی کے گلے
میں قلادہ پہنا کر اپنے ساتھ لایا ہوں، اس لیے میں قربانی کرنے تک
احرام نہیں کھولوں گا۔''

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: [تلبید] سے مراد یہ ہے، کہ سر میں گوند وغیرہ لگائی جائے، تاکہ بالوں کو اکٹھا کر کے جمایا جا سکے اور وہ پراگندگی اور غبار سے محفوظ رہیں اور ان میں جوئیں پیدا نہ ہوں۔ [3]

---

[1] یعنی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔

[2] متفق علیہ: صحیح البخاري ، کتاب الحج، باب من لبّد رأسه عند الإحرام و حلق، رقم الحدیث ۱۷۲۵، ۳/ ۵۶۰؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن القارن لا یتحلّل إلا في وقت تحلّل الحاج المفرد، رقم الحدیث ۱۷۶ ـ(۱۲۲۹)، ۲/ ۹۰۲۔

[3] ملاحظہ ہو: شرح السنة ۷/ ۷۹؛ والنھایة في غریب الحدیث والأثر، مادة "لبد"؛ ۴/ ۲۲۴؛ و فتح الباري ۳/ ۴۰۰۔

ب: امام نووی پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" فِيهِ اسْتِحْبَابُ تَلْبِيدِ الرَّأْسِ قَبْلَ الإِحْرَامِ ، وَقَدْ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُنَا . " ❶

''اس میں احرام سے پہلے سر کو گوند وغیرہ لگا کر بالوں کو جمانے کا استحباب (ثابت ہوتا) ہے۔ (امام) شافعی اور ہمارے علماء نے صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔''

ج: بالوں کو گوند وغیرہ لگا کر جمانا بظاہر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے متعارض ہے، جس میں ہے کہ ''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

" مَا الْحَاجُّ؟"

''(کامل) حج کرنے والا کیسے ہے؟'' [یعنی اس کا وصف کیا ہوتا ہے؟]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" الشَعِثُ التَفِلُ." ❷

''زینت اور خوشبو کو ترک کرنے والا۔''

شیخ خلیل احمد سہارنپوری اس بظاہر تعارض کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''ان دونوں (حدیثوں) میں سرے سے کوئی تعارض نہیں، کیونکہ (الشَعِثُ) سے مراد زینت کا چھوڑنا ہے اور [تلبید] زینت تو نہیں، بلکہ وہ بالوں کے بکھرنے کی اذیت کو ختم کرنا ہے۔'' ❸

---

❶ شرح النووي ۸/۸۹.

❷ ملاحظہ ہو: شرح السنة ، كتاب الحج، باب وجوب الحج إذا وجد الزاد والراحلة ، جزء من رقم الحديث ۱۸٤۷، ۷/۱٤ . شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ زہیر شاویش نے بہت زیادہ شواہد کی بنا پر اسے [قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش شرح السنة ۷/۱٤). حدیث کی مفصل تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/۱٤ . ❸ بذل المجهود ۸/۳۳۸ .

۳۔ میقات کے اندر موجود لوگوں کے لیے جائے احرام میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نے مختلف جہات سے حج وعمرہ کی نیت سے آنے والوں کے لیے میقات مقرر فرمائے ہیں، لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہ رہے ہیں یا انہوں نے احرام باندھنے کا ارادہ میقات کے پاس سے گزرنے کے بعد کیا ہو، ان کے لیے آنحضرت ﷺ نے احرام باندھنے کی جگہ کے تعین میں بہت آسانی فرمائی ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو روایتیں اور مناسب تفصیل پیش کی جا رہی ہے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا. فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ.

فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا." [1]

"بے شک نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن (المنازل) میقات مقرر فرمائے۔ یہ ان (علاقوں کے لوگوں) کے لیے اور دوسرے علاقوں سے حج وعمرہ کے ارادے سے آنے والے ایسے

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الحج باب مهل من كان دون المواقيت، رقم الحديث ۱۵۲۹، ۳/۳۸۸؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة، رقم الحديث ۱۱۔ (۱۱۸۱)، ۲/۸۳۸۔۸۳۹. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

لوگوں کے لیے ہیں، جو ان کے پاس سے گزریں، لیکن جو لوگ ان (میقات کے مقامات) کے اندر ہوں، تو وہ اپنے گھر ہی سے (احرام باندھیں)، یہاں تک کہ مکہ والے وہیں (یعنی مکہ ہی) سے احرام باندھیں۔''

ب: ایک دوسری روایت میں ہے:

'' وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. '' ❶

''اور جن کا قیام ان کے اس جانب (یعنی مقاماتِ میقات اور مکہ کے درمیان) ہو، تو وہ جہاں سے (احرام کی نیت کا) آغاز کریں (وہیں سے احرام باندھیں)، یہاں تک کہ مکی لوگ مکہ سے (ہی احرام باندھیں)۔''

ان روایتوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

اس سہولت سے فائدہ اُٹھانے والے متعدد اقسام کے لوگوں کا توفیقِ الٰہی سے ذیل میں جدا جدا ذکر کیا جا رہا ہے:

ا: مقاماتِ میقات اور مکہ کے درمیان کسی بھی جگہ رہائش پذیر لوگ:

ایسے لوگ حج کے احرام کی خاطر میقات نہیں جائیں گے، بلکہ اپنی رہائش گاہوں ہی سے احرام باندھ کر سفرِ حج کی غرض سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ امام بغوی تحریر کرتے ہیں:

''وَمَنْ كَانَ مَنْزِلُهُ دُوْنَ الْمِيْقَاتِ ، فَيُحْرِمُ مِنْ مَنْزِلِهِ . '' ❷

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب مهل أهل مكة للحج والعمرة، جزء من رقم الحديث ١٥٢٤، ٣/ ٣٨٤؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة، جزء من رقم الحديث ١٢ـ (١١٨١)، ٢/ ٨٣٩.

❷ شرح السنة ٧/ ٤١.

''اور جس کا گھر میقات کے اندر ہو، وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔''

آنحضرت ﷺ کے ارشاد ''فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ.'' ❶ کی شرح میں امام نووی تحریر کرتے ہیں:

''هٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّ مَنْ كَانَ مَسْكَنُهُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمِيْقَاتِ فَمِيْقَاتُهُ مَسْكَنُهُ، وَلَا يَلْزَمُهُ الذَّهَابُ إِلَى الْمِيْقَاتِ.'' ❷

''یہ اس بارے میں واضح ہے، کہ مکہ اور میقات کے درمیان رہائش رکھنے والے شخص کا میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) اس کی رہائش گاہ ہے اور (احرام باندھنے کی غرض سے) میقات کی طرف جانا اس پر لازم نہیں۔''

ب: مکی لوگ:

ارادۂ حج کی صورت میں یہ لوگ مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر مناسکِ حج کا آغاز کریں گے۔ حافظ ابن حجر نے قلم بند کیا ہے:

''لَا يَحْتَاجُوْنَ إِلَى الْخُرُوْجِ إِلَى الْمِيْقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ، بَلْ يُحْرِمُوْنَ مِنْ مَكَّةَ كَالْآفَاقِيِّ الَّذِيْ بَيْنَ الْمِيْقَاتِ وَمَكَّةَ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ مِنْ مَكَانِهِ، وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الرُّجُوْعِ إِلَى الْمِيْقَاتِ لِيُحْرِمَ مِنْهُ.'' ❸

''انہیں احرام کے لیے میقات کی طرف نکلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ مکہ سے (ہی) احرام باندھیں گے، جیسے کہ میقات اور مکہ کے درمیان موجود

---

❶ یعنی جو لوگ ان [مقاماتِ میقات] کے اندر ہوں، تو وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں۔

❷ شرح النووي ۸/۸۳.

❸ فتح الباري ۳/۳۸۶؛ نیز ملاحظہ ہو: المفهم ۳/۲٦٥.

آفاقی شخص اپنی جگہ سے (ہی) احرام باندھتا ہے اور اسے احرام باندھنے کی غرض سے میقات کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

ج: مکہ مکرمہ میں موجود بیرونی لوگ:

ان لوگوں میں عمرہ سے فارغ ہو کر حج کے انتظار میں مکہ مکرمہ ٹھہرنے والے اور حج وعمرہ کے ارادے کے بغیر یہاں داخل ہونے والے لوگ شامل ہیں۔ حج کے ارادے کی صورت میں یہ تمام لوگ مکہ مکرمہ ہی سے احرام باندھیں گے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا أَحْلَلْنَا أَنْ نُحْرِمَ إِذَا تَوَجَّهْنَا إِلَىٰ مِنًى."

"جب ہم نے احرام کھولا ❶، تو نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ ہم منیٰ کی طرف روانہ ہوتے وقت احرام باندھیں۔"

انہوں نے بیان کیا:

"فَأَهْلَلْنَا مِنَ الْأَبْطَحِ." ❷

"پس ہم نے ابطح ❸ سے تلبیہ پکارنا شروع کیا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

"حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ، أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ." ❹

---

❶ یعنی عمرے سے فارغ ہوتے وقت۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام، ...... رقم الحديث ١٣٩۔ (١٢١٤)، ٨٨٢/٢.

❸ (الأبطح): مکہ میں موجود ایک جگہ۔ اس کا نام البطحاء بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، "الأبطح"، ٩٧/١).

❹ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام، ...... جزء من رقم الحديث ١٤٢۔ (١٢١٦)، ٨٨٤/٢.

''یہاں تک، کہ جب یوم الترویہ تھا، تو ہم نے مکہ کو پیچھے چھوڑ کر حج کا احرام باندھا۔''

امام بخاری نے اپنی کتاب [صحیح] میں ایک باب کا حسبِ ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مِنٰى ❶ .] ❷

[مکی اور حج کرنے والے کے لیے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے وقت بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنے کے متعلق باب]

امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

" فَمَنْ كَانَ فِيْ مَكَّةَ مِنْ أَهْلِهَا أَوْوَارِدًا إِلَيْهَا ، وَأَرَادَ الْإِحْرَامَ بِالْحَجِّ فَمِيْقَاتُهُ نَفْسُ مَكَّةَ ، وَلَايَجُوْزُ لَهُ تَرْكُ مَكَّةَ ، وَالْإِحْرَامُ بِالْحَجِّ مِنْ خَارِجِهَا سَوَاءٌ الْحَرَمُ وَالْحِلُّ ، هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا . " ❸

''پس جو شخص مکہ میں ہو، خواہ مکی ہو یا باہر سے آیا ہوا اور وہ حج کے احرام (باندھنے) کا قصد کرے، تو اس کا میقات (یعنی جائے احرام) مکہ ہی ہوگا۔ اس کے لیے مکہ سے باہر جا کر حدودِ حرم کے اندر یا باہر سے احرام باندھنا جائز نہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک یہ ہی صحیح بات ہے۔''

د: میقات کے پاس سے ارادۂ حج کے بغیر گزرنے والے:

ایسے لوگ جس جگہ حج کرنے کا ارادہ کریں، وہیں سے احرام باندھیں۔ انہیں نہ تو میقات پر احرام باندھنے کی خاطر جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی احرام کے بغیر

---

❶ یعنی ۹ ذوالحجہ۔ ❷ صحيح البخاري ، كتاب الحج، ۳/۵۰٦.

❸ شرح النووي ۸/۸٤.

مکرمہ داخل ہوکر وہاں سے احرام باندھنا درست ہے۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

"وَلَوْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ غَيْرُ مُرِيْدٍ لِلنُّسُكِ ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُحْرِمُ، فَلْيُحْرِمْ مِنْ حَيْثُ بَدَالَهُ ، وَلَا دَمَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَهُوَ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ ." ❶

''اگر حج کا ارادہ نہ رکھنے والا شخص میقات سے گزر جائے، پھر وہ احرام باندھنا چاہے، تو وہ اسی مقام سے احرام باندھے، جہاں سے اس نے اس کا ارادہ کیا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر کوئی دم لازم نہیں آئے گا۔ حدیث سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔''

بعض علماء کی رائے میں وہ میقات پر آکر احرام باندھے، وگرنہ اس پر دم لازم آئے گا۔ ❷ بعض اہل علم کے نزدیک وہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھے۔ ❸

لیکن درست بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ میقات اور مکہ مکرمہ کے درمیان جس جگہ بھی اس کا احرام باندھنے کا ارادہ بنے، وہیں سے احرام باندھے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ." ❹

''اور جو شخص اس کے اندر (یعنی میقات اور مکہ کے درمیان) ہو، تو جہاں سے اس نے (اپنے احرام باندھنے کے ارادے) کا آغاز کیا۔''

---

❶ شرح السنة ۷/ ۴۰.

❷ یہ رائے حضرات ائمہ اوزاعی، احمد اور اسحاق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/ ۴۰).

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/ ۸۴؛ و فتح الباري ۳/ ۳۸۶.

❹ صفحہ ۸۸ میں یہ حدیث اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

ہ: مکی لوگوں کے عمرے کے لیے جائے احرام:

ایسے لوگ حدودِ حرم سے باہر نکل کر عمرے کا احرام باندھیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرے کا احرام باندھ کر آنے کا حکم دیا تھا۔ اس بارے میں امام نووی لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا مِيْقَاتُ الْمَكِّيِّ لِلْعُمْرَةِ فَأَدْنَى الْحِلِّ لِحَدِيْثِ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهَا فِي الْعُمْرَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى التَّنْعِيْمِ، وَتُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ مِنْهُ، وَالتَّنْعِيْمُ فِي طَرَفِ الْحِلِّ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ." [1]

''عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بنا پر مکی کے عمرے کے لیے جائے احرام حدودِ حرم سے باہر کی قریب ترین جگہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں تنعیم جانے اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا اور تنعیم حدودِ حرم سے باہر ہے۔ واللہ اُعلم۔''

۴۔ جوتے اور تہبند نہ پانے والے محرم کے لیے آسانی:

احرام میں سلے ہوئے کپڑے اُتار کر دو چادریں اور ایسے جوتے پہنے جاتے ہیں، جو کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں۔ چادریں اور ایسے جوتے میسر نہ آنے کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے آسانی فرمائی ہے۔ اسی بارے میں توفیقِ الٰہی سے ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: ''یقیناً ایک شخص نے عرض کیا:

[1] شرح النووي ٨/٨٤_٨٥؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح السنة ٧/٤١؛ وفتح الباري ٣/٣٨٧.

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟"

[یارسول اللہ۔ ﷺ ۔! محرم کون سے کپڑے پہنے؟"]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ ، وَلَا الْعَمَائِمَ ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ ، وَلَا الْبُرَانِسَ ، وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ خُفَّيْنِ ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ...... الحديث . ❶

نہ قمیص پہنے، نہ عمامے باندھے، نہ شلواریں پہنے، نہ بارانی کوٹ زیب تن کرے اور نہ موزے، البتہ اگر اس کو جوتی میسر نہ آئے، تو موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے......الحدیث۔"

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "میں نے نبی کریم ﷺ کو عرفات میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ ، لِلْمُحْرِمِ . " ❷

"جس محرم کے پاس جوتے نہ ہوں، وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو، وہ شلوار پہن لے۔"

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب الحج، باب مالا يلبس المحرم من الثياب، جزء من رقم الحديث ١٥٤٢، ٤٠١/٣ ؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة...... جزء من رقم الحديث ٢ ـ(١١٧٧) ، ٨٣٥ـ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

❷ متفق عليه: صحيح البخاري ، كتاب جزاء الصيد، باب لبس الخفين للمحرم إذا لم يجد نعلين، رقم الحديث ١٨٤١، ٥٧/٠٤ ؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج ، باب ما يباح للمحرم بحج و عمرة ...... رقم الحديث ٣ ـ(١١٧٧) ، ٨٣٥/٢ ـ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

ان احادیث کے حوالے سے چار باتیں:

ا: جس محرم کو جوتے میسر نہ آئیں، تو اسے موزے پہننے کی اجازت ہے اور تہبند میسر نہ آنے پر اسے شلوار پہننے کی اجازت ہے۔ ❶

ب: موزے پہننے والا محرم انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے، کیونکہ ــ جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے ــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ إِنَّمَا أُبِيحَ لَهُ فِي لَبْسِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدْمِ النَّعْلَيْنِ، إِذَا قَطَعَهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ] ❷

[اس بات کا ذکر کہ محرم کے لیے جوتوں کے میسر نہ آنے پر موزے پہننے کی اجازت تب ہے، جب کہ وہ انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔"]

جمہور علمائے اُمت کی بھی یہی رائے ہے، ❸ البتہ امام احمد سے اس بارے میں دو روایات ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے، کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ضروری نہیں اور دوسری روایت جمہور علماء کی رائے کے موافق ہے۔

امام ابن قدامہ دونوں آراء اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"وَالْأَوْلٰى قَطْعُهُمَا عَمَلًا بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ، وَخُرُوْجًا مِنَ الْخِلَافِ، وَأَخْذًا بِالْاِحْتِيَاطِ." ❹

---

❶ بعض حضرات کی رائے میں ایسی صورت میں بھی شلوار پہننا درست نہیں۔ (ملاحظہ ہو: المفهم ٤ / ٥٨)؛ لیکن یہ رائے صریح اور ثابت شدہ احادیث کے مخالف ہونے کی بنا پر قابلِ توجہ نہیں۔

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الإحرام ٩ / ٩٤.

❸ ملاحظہ ہو: المفهم ٣ / ٢٥٨.

❹ ملاحظہ ہو: المغني ٥ / ١٢٢. تنبیہ: حافظ ابن حجر نے موزوں کو نہ کاٹنے والوں کے چھ دلائل ذکر کرنے کے بعد ان کے مسکت جواب دیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣ / ٤٠٣ ـ ٤٠٤)؛ نیز ملاحظہ ہو: المحلّى ٨٢٣ مسألة، ٧ / ٨٢).

''صحیح حدیث کے مطابق عمل کرنے، اختلاف سے بچنے اور احتیاط کے پیشِ نظر (موزوں کا) کاٹنا بہتر ہے۔''

ج: تہبند میسر نہ آنے پر شلوار کو چیر کر تہبند بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے کا نہ حکم دیا ہے اور نہ ہی ترغیب اور آپ ﷺ کے بیان کردہ حکم میں کسی اُمتی کی طرف سے اضافے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ❶

د: مجبوری کی حالت میں موزے اور شلوار پہننے کی صورت میں محرم پر کوئی فدیہ نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ تو اس کا حکم دیا ہے اور نہ ترغیب اور کسی اُمتی کو اپنی رائے یا سمجھ سے فدیہ مقرر کرنے کا حق نہیں۔ ❷

امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ لَبْسَ الْمُحْرِمِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدَمِ النَّعْلِ أَوِ السَّرَاوِيْلَ عِنْدَ عَدَمِ الْإِزَارِ، عَلَيْهِ دَمٌ.] ❸

''اس شخص کے قول کی تردید کرنے والی حدیث، جو یہ سمجھتا ہے، کہ جوتا نہ ہونے پر موزے اور تہبند نہ ہونے پر شلوار پہننے والے محرم پر دَم ہے۔''

۵۔ احرام کے لیے مخصوص نماز کا نہ ہونا:

۶۔ احرام کے لیے وقت کی پابندی کا نہ ہونا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں

---

❶ ملاحظہ ہو: المحلّی ۸٤/۷.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۸٤/۷.

❸ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الإحرام، ۹۸/۹.

اور ایک دوسری یہ ہے، کہ احرام کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ رات اور دن کی ہر ساعت اور گھڑی میں احرام باندھا جا سکتا ہے۔

امام ابوداود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ ." ❶

"بے شک نبی کریم ﷺ نے نمازِ ظہر پڑھی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے، پھر جب آنحضرت ﷺ بیداء پر چڑھے، تو آپ نے تلبیہ پکارا۔"

اس حدیث کے حوالے سے دو باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے نمازِ ظہر اور تلبیہ پکارنے کے دوران کوئی نماز ادا نہ کی۔

ذیل میں تین علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

"ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فِي مُصَلَّاهُ ، وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّهُ صَلَّى لِلإِحْرَامِ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ فَرْضِ الظُّهْرِ ." ❷

"پھر آنحضرت ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں، پھر اپنی جائے نماز میں (ہی) حج وعمرہ کا تلبیہ پکارا، نماز ظہر کے فرضوں کے علاوہ احرام کی دو رکعتوں کا پڑھنا آنحضرت ﷺ سے نقل نہیں کیا گیا۔"

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب وقت الإحرام، رقم الحديث ۱۷۷۱، ۵/ ۱۳۳. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۱/ ۳۳۲).

❷ زاد المعاد ۲/ ۱۰۷.

۲: شیخ البانی نے تحریر کیا ہے:

" وَلَيْسَ لِلْإِحْرَامِ صَلَاةٌ تَخُصُّهُ ، لٰكِنْ إِنْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ قَبْلَ إِحْرَامِهِ ، فَصَلَّى ، ثُمَّ أَحْرَمَ عَقِبَ صَلَاتِهِ كَانَ لَهُ أُسْوَةٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ أَحْرَمَ بَعْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ . " ❶

''احرام کے لیے مخصوص نماز نہیں، لیکن اگر احرام سے پہلے نماز کا وقت ہو جائے، تو وہ نماز ادا کرے، پھر اس کے بعد احرام باندھے، تو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر عمل ہوگا، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نمازِ ظہر کے بعد احرام باندھا۔''

۳: مسجد نبوی شریف کے سابق مدرس شیخ علی آل سنان لکھتے ہیں:

" لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُلَبِّيَ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ ، وَإِنَّمَا صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ قَصْرًا ، وَلَبَّى بِالْحَجِّ ، هٰذَا هُوَ الثَّابِتُ . أَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْكَثِيْرُ مِنَ النَّاسِ كَعُلَمَاءِ أَوْ طَلَبَةِ عِلْمٍ فَهُوَ جَهْلٌ فَاحِشٌ . " ❷

''نبی کریم ﷺ سے حج اور عمرے کے تلبیہ سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنا ثابت نہیں۔ آپ ﷺ نے صرف نمازِ ظہر دو رکعت قصر ادا کی۔ یہ بات ہی ثابت ہے۔ لوگوں کی کثیر تعداد (اور انہی میں سے) جیسے (بعض) علماء اور طلبہ جو کرتے ہیں، ❸ وہ سنگین جہالت ہے۔''

---

❶ مناسك الحج والعمرة ص ۱۵-۱۶۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۷۷.

❸ یعنی احرام سے پہلے نمازِ احرام دو رکعتیں ضروری قرار دینا۔ اس بارے میں نیز ملاحظہ ہو: أحكام مناسك الحج و العمرة و زيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۷۷.

آنحضرت ﷺ نے احرام باندھنے کے لیے کوئی مخصوص گھڑی اور ساعت مقرر نہیں کی اور نہ ہی کسی وقت میں اس کے باندھنے سے روکا ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوچکی ہے، کہ احرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں۔ لہٰذا حج وعمرہ کا ارادہ کرنے والا رات اور دن کی جس ساعت میں چاہے، میقات سے احرام باندھ سکتا ہے، اگرچہ وہ وقت نماز کے اوقاتِ ممنوعہ سے ہو۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَیْسِیْرِهٖ.

۷۔ معلّق احرام باندھنے کا جواز:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک معلّق احرام باندھنے کا جواز ہے۔ اس احرام کی شکل یہ ہے، کہ مثال کے طور پر خالد کہے، کہ میرا احرام زید کے احرام کی مانند ہے، تو جس نوعیت کا احرام زید کا ہوگا، ویسا ہی خالد کا ہوگا۔ (1)

اس بارے میں دو روایات ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے حجۃ الوداع کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا:

''علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم ﷺ کی قربانیوں کے ہمراہ آئے، تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

" مَا ذَا قُلْتَ حِیْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ؟"

''حج فرض کرتے وقت تم نے کیا کہا؟''

---

(1) علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: " وَيَصِحُّ إِبْهَامُ الإِحْرَامِ ، وَهُوَ أَنْ يُحْرِمَ بِمَا أَحْرَمَ بِهِ فُلَانٌ." (المغني ۵/۹۷). [احرام کا مبہم کرنا درست ہے اور وہ یہ ہے: (کہ وہ نیت کرے) کہ وہ فلاں شخص کی طرز کا احرام باندھ رہا ہے۔] اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ علامہ ابن قدامہ نے اسے [احرام مبہم] کا نام دیا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ وَلَا مُشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ.

انہوں نے جواب دیا: میں نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ."

''اے اللہ! بے شک میں اسی چیز کے لیے تلبیہ پکارتا ہوں، جس کے لیے آپ کے رسول ـ ﷺ ـ نے تلبیہ پکارا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ." ❶

''پس بے شک میرے ساتھ قربانی ہے، سو تم بھی احرام نہ کھولنا۔''

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ." ❷

''قربانی کرنا اور (اب) جیسے تم احرام میں ہو، اسی طرح رہو۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور (تب) آنحضرت ﷺ نے بطحاء میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا:

"أَحَجَجْتَ؟"

''کیا تم نے حج [کا ارادہ] کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا:

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ١٤٧۔ (١٢١٨)، ٢/٨٨٨.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٥٥٨، ٣/٤١٦.

"بِمَ أَهْلَلْتَ؟"

"تم نے کس چیز کے لیے تلبیہ پکارا؟"

انہوں نے بیان کیا: "میں نے عرض کیا:

"لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ"

"نبی کریم ﷺ کے تلبیہ کے ساتھ تلبیہ پکارتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"فَقَدْ أَحْسَنْتَ. طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَأَحِلَّ." ❶

"بے شک تم نے اچھا کیا، بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے احرام کھول دو۔"

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: امام نووی تحریر کرتے ہیں: "یہ دونوں حدیثیں معلّق احرام کے درست ہونے پر متفق ہیں۔ اور وہ یہ ہے، کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے احرام کی مانند احرام باندھے۔ ایسا احرام (شرعاً) درست ہے اور ایسے احرام کی نوعیت مذکور شخص کے احرام والی ہوگی۔" ❷

ب: امام بخاری نے اپنی [صحیح] میں ایک باب کا درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ] ❸

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٥٥٩، ٣/٤١٦؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٥٤ـ (١٢٢١)، ٢/٨٩٤ـ٨٩٥. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ شرح النووي ٨/١٩٨.

❸ صحيح البخاري، كتاب الحج، ٣/٤١٦.

[زمانۂ نبوت میں نبی کریم ﷺ ایسا احرام باندھنے والے شخص کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی دونوں مذکورہ بالا روایات پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ تَعْلِيقِ الْإِحْرَامِ] ❶

[احرام کو معلّق کرنے کے جواز کے متعلق باب]

ج: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ جمہور کے نزدیک احرام کا معلّق کرنا درست ہے، البتہ مالکی حضرات اور اہل کوفہ کے نزدیک ایسا احرام صحیح نہیں۔ ❷

امام ابن منیّر بھی اسے زمانۂ نبوت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ ان کی رائے میں اب احکام کے استقرار اور احرام کے مراتب واضح ہونے کے بعد ایسے احرام کی گنجائش نہیں۔ ❸

امام ابن منیّر کی ذکر کردہ بات کے حوالے سے دو باتیں پیش نظر رکھنا شاید مفید ہو۔ إن شاء اللہ تعالیٰ۔

۱: کیا آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے یا اپنے صحابہ کے زمانے کے ساتھ مخصوص کیا؟ آنحضرت ﷺ کی جانب سے مخصوص کیے بغیر تخصیص کرنا شاید مناسب نہ ہو۔

۲: استقرار احکام اور مراتب احرام کے واضح ہونے کے باوجود لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد احرام کی تفصیلات سے بے خبر ہے۔ ایسے لوگوں کو تفصیلات سے آگاہ کرنے والے کے کسی جگہ میسر نہ آنے پر ثابت شدہ معلّق احرام سے روک کر لوگوں کو احرام سے محروم رکھنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔ ❹

---

❶ شرح النووي ۸/۱۹۸.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۴۱۶۔۴۱۷.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۴۱۷.

❹ ملاحظہ ہو: نیل الأوطار ۵/۵۱۔۵۲.

۸۔ مطلق احرام کا معتبر ہونا:

حج وعمرہ کی ایک آسانی [مطلق احرام] کا شرعی طور پر درست ہونا ہے۔ اس کی شکل یہ ہے، کہ احرام باندھتے وقت محرم عمرے یا حج میں سے کسی قسم کا تعین نہ دل سے کرے اور نہ ہی زبان سے کرے۔ اس بارے میں ذیل میں تین علمائے اُمت کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

"فَإِنْ أَطْلَقَ الْإِحْرَامَ ، فَنَوَى الْإِحْرَامَ بِنُسُكٍ ، وَلَمْ يُعَيِّنْ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً ، صَحَّ ، وَصَارَ مُحْرِمًا ، لِأَنَّ الْإِحْرَامَ يَصِحُّ مَعَ الْإِبْهَامِ ، فَصَحَّ مَعَ الْإِطْلَاقِ ." ❶

"پس اگر اس نے احرام کو مطلق رکھا، حج وعمرے کی نیت (تو) کی، لیکن نہ حج کا تعین کیا اور نہ عمرے کا، تو (یہ احرام) درست ہوگا، کیونکہ جب [ابہام کی صورت] ❷ میں احرام صحیح ہے، تو مطلق ہونے کی صورت میں بھی درست ہوگا۔"

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں::

"وَلَوْ أَحْرَمَ مُطْلَقًا جَازَ ، فَلَوْ أَحْرَمَ بِالْقَصْدِ لِلْحَجِّ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ ، وَلَا يَعْرِفُ هٰذَا التَّفْصِيلَ جَازَ .

وَلَوْ أَهَلَّ وَلَبّٰى كَمَا يَفْعَلُ النَّاسُ قَاصِدًا لِلنُّسُكِ ، وَلَمْ يُسَمِّ

---

❶ المغني ٥/٩٦.

❷ یہاں [ابہام] سے مراد معلّق احرام ہے، جیسے کہ حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے احراموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے معلّق کیا۔ (تفصیل کے لیے اس کتاب کے صفحات ۹۹، ۱۰۰ دیکھئے)

شَيْئًا ، وَلَا قَصَدَ بِقَلْبِهِ تَمَتُّعًا ، وَلَا إِفْرَادًا ، وَلَا قِرَانًا صَحَّ حَجُّهُ أَيْضًا . " ❶

''اگر اس نے مطلق احرام باندھا، تو یہ جائز ہوگا۔ اگر اس نے تفصیل سے لاعلمی میں اجمالی طور پر حج کا قصد کرتے ہوئے احرام باندھا، تو (یہ بھی) جائز ہوگا۔ اگر اس نے لوگوں کی مانند حج وعمرہ کا قصد کرتے ہوئے تلبیہ پکارا۔ تمتع، افراد اور قران میں سے کسی ایک کا نہ تو نام لیا اور نہ دل سے اس کی نیت کی، تو پھر بھی اس کا حج صحیح ہوگا۔''

۳: حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں:

" وَأَمَّا مُطْلَقُ الْإِحْرَامِ عَلَى الْإِبْهَامِ فَهُوَ جَائِزٌ ، ثُمَّ يَصْرِفُهُ الْمُحْرِمُ لِمَا شَاءَ ، لِكَوْنِهِ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ ، وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ . " ❷

''تعین کے بغیر مطلق احرام جائز ہے، پھر جیسے چاہے، متعین کر لے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا اور جمہور کا یہی قول ہے۔''

ان اقوال کے متعلق تین باتیں:

ا: جمہور کے نزدیک مطلق احرام باندھنا درست ہے۔

ب: اس کی صحت کی دلیل یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے معلّق احرام کو درست قرار دیا اور مطلق احرام اسی جیسا ہے۔

ج: مطلق احرام والے کو بعد میں اپنے لیے عمرے یا حج کی کسی قسم کو متعین کرنے کا اختیار ہے۔

---

❶ مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة ۲۶/۱۰۶.

❷ فتح الباري ۳/۴۱۶.

۹۔ مشروط احرام باندھنا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم کسی بھی رکاوٹ کے اندیشے کے پیش نظر احرام باندھتے وقت یہ کہہ لے: ''جہاں مجھے رکاوٹ پیش آئی، میں وہیں حلال ہو جاؤں گا۔''

ایسی صورت حال پیدا ہونے پر اس کے لیے حلال ہونا جائز ہوگا اور اس کے ذمہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''نبی کریم ﷺ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ ، وَأَنَا شَاكِيَةٌ."

''یا رسول اللہ ﷺ! میرا حج کا ارادہ ہے، (لیکن) میں بیمار ہوں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ." [1]

''حج کرو اور شرط کر لو، کہ: جس جگہ آپ [یعنی اللہ تعالیٰ] مجھے روکیں گے، وہی میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔''

المسند کی روایت میں ہے:

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب الأکفاء في الدین، رقم الحدیث ۵۰۸۹، ۹/۱۳۲؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۰۵۔(۱۲۰۷)، ۲/۸۶۸. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

"فَإِنْ حُبِسْتِ أَوْ مَرِضْتِ فَقَدْ حَلَلْتِ مِنْ ذٰلِكَ بِشَرْطِكَ عَلٰى رَبِّكَ عَزَّوَجَلَّ." ❶

"پس اگر تم روکی گئی یا بیمار ہوگئی، تو تم اپنے رب عزوجل پر (ذکر کردہ) شرط کے ساتھ حلال ہوگئی۔"

اس حدیث کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کی خرابی صحت کے پیش نظر، انہیں مشروط احرام باندھنے کا حکم دیا۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ اشْتِرَاطِ الْمُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ الْمَرَضِ وَنَحْوِهِ.] ❷

[محرم کا بیماری اور اسی قسم کے کسی دوسرے عذر کی بنا پر حلال ہونے کی شرط مقرر کرنے کے جواز کے متعلق باب]

ب: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وَصَحَّ الْقَوْلُ بِالْاِشْتِرَاطِ عَنْ عُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيٍّ، وَعَمَّارٍ، وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم، وَلَمْ يَصِحَّ إِنْكَارُهُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ إِلَّا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما." ❸

---

❶ المسند، جزء من رقم الحديث ۲۷۳۵۸، ۴۵/ ۳۴۷-۳۴۸. شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۴۵/ ۳۴۸.

❷ صحیح مسلم ۲/ ۸۶۷. ❸ فتح الباري ۴/ ۹. نیز ملاحظہ ہو: السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب الاستثناء في الحج، أرقام الروايات ۱۰۱۱۸، ۱۰۱۱۹، ۱۰۱۲۰، ۵/ ۳۶۴-۳۶۵؛ و باب من أنكر الاشتراط في الحج، رقم الرواية ۱۰۱۲۳، ۵/ ۳۶۵؛ و شرح النووي ۸/ ۱۳۱-۱۳۲.

''یہ ثابت ہے، کہ عمر، عثمان، علی، عمار، ابن مسعود، عائشہ، ام سلمہ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم (احرام میں) شرط مقرر کرنے کے قائل تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی اس کا انکار ثابت نہیں۔''

امام نووی رقم طراز ہیں:

"وَحُجَّتُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ الصَّرِيْحُ ." ❶

اور ان (یعنی شرط مقرر کرنے کو جائز کہنے والوں) کی دلیل یہی صحیح صریح حدیث ہے۔''

ج: امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شرط مقرر کرنے کے انکار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَعِنْدِيْ أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما لَوْ بَلَغَهُ حَدِيْثُ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہا لَصَارَ إِلَيْهِ ، وَلَمْ يُنْكِرْهُ كَمَا لَمْ يُنْكِرْهُ أَبُوْهُ ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ ." ❷

''میرے نزدیک (بات یہ ہے)، کہ اگر ضباعة بنت زبیر کی حدیث ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو پہنچ جاتی، تو وہ اس کی پیروی کرتے اور شرط کرنے کا انکار نہ کرتے، جیسے کہ ان کے والد (محترم) نے اس کا انکار نہ کیا۔ وباللہ التوفیق۔''

د: علامہ ابن قدامہ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"وَلَا قَوْلَ لِأَحَدٍ مَعَ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَكَيْفَ يُعَارَضُ

---

❶ شرح النووي ۸/۱۳۲.

❷ السنن الكبرى، كتاب الحج، باب من أنكر الإشتراط في الحج، ۵/۳۶۶.

بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حَدِيثٌ لَكَانَ قَوْلُ الْخَلِيفَتَيْنِ الرَّاشِدَيْنِ ، مَعَ مَنْ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَهُ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحَابَةِ ، أَوْلَى مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ . " ❶

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد کسی کی بات (کی کوئی حیثیت) نہیں ، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کے ساتھ (اس کا) مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اگر حدیث نہ بھی ہوتی ، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کے مقابلے میں خلفائے راشدین میں سے دو خلفاء ❷ اور دیگر مذکورہ فقہاء صحابہ (ہی) کا قول اولیٰ تھا۔''

ہ: بعض علماء نے حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے شرط مقرر کرنے کے استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے ، کہ اس بارے میں حدیث ثابت نہیں ۔ امام نووی لکھتے ہیں ، کہ یہ بہت فاش غلطی ہے ، کیونکہ یہ صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، سنن ابی داود ، ترمذی ، نسائی اور دیگر معتمد کتبِ حدیث کی مشہور حدیث ہے ، جو کہ متعدد طریقوں اور کثیر سندوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی گئی ہے ۔ ❸

بعض نے اس حکم کو ضباعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص کیا ہے ۔ امام نووی تحریر کرتے ہیں ، کہ یہ تاویل باطل ہے ۔ ❹

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے ، کہ جہاں میری موت آ جائے گی ، وہیں میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے ۔ امام نووی فرماتے ہیں ، کہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے ۔ ❺

---

❶ المغني ٥/ ٩٣ـ٩٤.

❷ علامہ ابن قدامہ کا مقصود عمر اور علی رضی اللہ عنہما ہیں ، کیونکہ انہوں نے انہی دو خلفاء کا پہلے ذکر کیا ہے ۔

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٨/ ١٣٢.

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٩.

❺ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٩.

بعض کی رائے میں یہ عمرے کے احرام سے حلال ہونے کے بارے میں ہے، اس کا حج سے تعلق نہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں، کہ ضباعہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اس بات کی تردید کرتا ہے۔ ❶

و: مشروط احرام کے فائدوں کے متعلق علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''اس شرط کے دو فائدے ہیں: ''پہلا یہ کہ جب اسے دشمن یا بیماری یا خرچہ نہ ہونے وغیرہ کی کوئی رکاوٹ پیش آئے، تو اس کے لیے احرام کھولنا جائز ہو گا۔ دوسرا یہ کہ احرام کھولنے پر اس کے ذمے کوئی دم یا روزہ نہ ہو گا'' ❷

شیخ البانی نے ایک تیسرا فائدہ بھی تحریر کیا ہے، کہ اس پر حج آئندہ سال کرنے کی ذمہ داری نہ ہوگی، البتہ اگر یہ حج فریضہ ہے، تو پھر اسے حج کرنا ہوگا۔ ❸

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین لکھتے ہیں:

" وَفَائِدَةُ الْاِشْتِرَاطِ أَنَّهُ إِذَا مُنِعَ مِنْ إِتْمَامِ نُسُكِهِ تَحَلَّلَ مَجَّانًا : أَيْ لَيْسَ عَلَيْهِ فِدْيَةٌ وَلَا قَضَاءٌ . " ❹

''شرط کرنے کا فائدہ یہ ہے، کہ جب اسے حج پورا کرنے سے روکا گیا، تو وہ مفت میں حلال ہو جائے گا، یعنی نہ اس پر فدیہ ہو گا اور نہ ہی قضا۔''

گفتگو کا حاصل یہ ہے، کہ محرم کسی رکاوٹ کے اندیشے کے پیش نظر مشروط احرام باندھ سکتا ہے۔ رکاوٹ کی حالت میں احرام کھولنے پر اس کے ذمے نہ فدیہ ہو گا، اور نہ ہی قضا، البتہ فرضی حج کی صورت میں رکاوٹ کے ختم ہونے اور استطاعت برقرار رہنے پر حج کرے گا۔ ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٩. ❷ ملاحظہ ہو: المغني ٥/ ٩٢-٩٣.

❸ ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ١٥. ❹ فتاوی ابن العثيمين ٢٢/ ٢٨ منقول از: جامع المناسك ص ٧٩. نیز ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت للشیخ ابن باز (اُردو ترجمہ) ص ٤٩-٥٠.

❺ یعنی اس چھوڑے ہوئے حج کے بدلے میں حج کرنا۔

۱۰۔ ناگہانی حالات میں غیر مشروط احرام سے نکلنے میں آسانی:

حج اور عمرے کے احرام میں غیر مشروط طور پر داخل ہونے والے شخص کے لیے بھی ناگہانی حالات میں احرام سے نکلنے میں قرآن وسنت میں آسانی اور سہولت موجود ہے۔ ذیل میں اس بارے میں توفیقِ الٰہی سے دو دلیلیں پیش کی جارہی ہیں:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ [1]

[اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر روک لیے جاؤ، تو قربانی میں سے جو میسر ہو، کرو۔]

۲: حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن رافع سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"سَأَلْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنْ حَبْسِ الْمُحْرِمِ."

"میں نے حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روکے جانے والے محرم کے متعلق پوچھا۔"

توانہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كُسِرَ أَوْ مَرِضَ أَوْعَرِجَ فَقَدْ حَلَّ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ."

---

[1] سورۃ البقرۃ / جزء من الآیۃ ۱۹۶.

''جس کسی کو کسر آئی، ❶ یا بیمار ہوا یا (پاؤں میں کچھ لگنے سے) لنگڑا ہوا، تو اس کے لیے (احرام سے نکلنا) حلال ہوا اور اس کے ذمہ آئندہ سال حج ہے۔''

عکرمہ نے بیان کیا: ''میں نے یہ حدیث ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے روبرو بیان کی، تو ان دونوں نے فرمایا:

''صَدَقَ'' ❷

''انہوں نے سچ کہا ہے۔'' ❸

ان دونوں دلیلوں کے متعلق پانچ باتیں:

۱: احرام کو جاری رکھنے کی راہ میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ پر آیتِ شریفہ میں بیان کردہ حکم چسپاں ہوتا ہے، خواہ وہ دشمن کی شکل میں ہو یا بیماری کی شکل میں یا کسی اور طریقے سے۔ ❹ یہی رائے ابن مسعود، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، علقمہ، سعید بن میّب

---

❶ یعنی جسم کے کسی حصے میں چوٹ وغیرہ کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ ہوئی۔

❷ المسند، رقم الحديث ١٥٧٣١، ٢٤/٥٠٨ـ٥٠٩؛ و سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الإحصار، رقم الحديث ١٨٦٠، ٥/٢٢٠؛ و جامع الترمذي، أبواب الحج، باب الذي يهل بالحج فيكسر أو يعرج، رقم الحديث ٩٤٤، ٤/٨ـ٩؛ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، فيمن أحصر بعدو، ٥/١٩٨ـ١٩٩؛ و سنن ابن ماجه، أبواب المناسك، المحصر، رقم الحديث ٣١١٤، ٢/١٩٤، والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ١/٤٨٢ـ٤٨٣. الفاظِ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن]، امام حاکم نے [امام بخاری کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے المسند کی (سند کو شیخین کی شرط پر صحیح) کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، ٤/٩؛ والمستدرك ١/٤٨٣؛ والتلخيص ١/٤٨٣؛ و صحيح سنن ابن ماجه ٢/١٩٠؛ و هامش المسند ٢٤/٥٠٩).

❸ یعنی انہوں نے حدیث درست بیان کی ہے۔

❹ جیسے راستہ بھول جانا، زادِراہ ختم ہو جانا یا گم ہو جانا یا پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ کا گم ہو جانا۔

عروۃ بن زبیر، مجاہد، نخعی، مقاتل اور عطا رحمہم اللہ کی ہے۔ ❶

ب: امام بخاری نے احرام کو جاری رکھنے میں پیش آنے والی رکاوٹ کے متعلق صرف امام عطاء کا قول نقل کیا ہے، کہ انہوں نے کہا:

" اَلْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ. " ❷

''اس (محرم) کو روکنے والی ہر چیز سے احصار ہوتا ہے۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ امام بخاری کے صرف امام عطاء کے قول کو نقل کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ ان کے ہاں یہی قول پسندیدہ ہے۔ ❸

امام ابن جریر طبری نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ ❹

ج: (مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) [تو قربانی میں سے جو میسر ہو]۔اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

" فَعَلَيْهِ ذِبْحُ مِمَّا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. " ❺

''روکے جانے والے پر جو قربانی میسر ہو، اس کو ذبح کرنا ہے۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا:

"بِقَدْرِ يَسَارَتِهِ. " ❻

''اپنی تونگری کے بقدر۔''

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸. علامہ صنعانی نے بھی اسی کو سب سے قوی قول کہا ہے۔(ملاحظہ ہو: سبل السلام ۲/ ۴۳۵).

❷ صحیح البخاری، کتاب المحصر ۴/ ۳.

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴/ ۳.

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر الطبري ۴/ ۲۵. اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المحلی، ۸۷۳ مسألة ۷/ ۳۰۰-۳۰۲؛ وسبل السلام ۲/ ۴۳۵؛ وإنجاز الحاجة ۹/ ۲۱۳-۲۱۹.

❺ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴/ ۳.

❻ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸.

جمہور علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے، کہ جو بکری میسر ہو۔ ❶

ط: علماء کی اکثریت کے نزدیک اس قربانی کا کرنا واجب ہے، لیکن امام مالک کی رائے میں یہ واجب نہیں۔ علامہ صنعانی نے اسی رائے کو پسند کیا ہے، کیونکہ ہر روکے جانے والے کے پاس قربانی نہیں ہوتی۔ ❷

ہ: (وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) [اس کے ذمہ آئندہ سال حج ہے۔]۔ یہ اس شخص کے متعلق ہے، جس نے پہلے حج کا فریضہ ادا نہ کیا ہو، نفلی حج سے روکے جانے والے پر [میسر آنے والی قربانی] کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں پر ایک مرتبہ حج کے فرض ہونے کی خبر دی ہے۔ ❸

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام کو جاری رکھنے میں پیش آنے والی رکاوٹ کی صورت میں غیر مشروط احرام باندھنے والا میسر آنے والی قربانی کرے اور احرام کھول دے اور اگر حج فرضی ہو، تو آئندہ سال حج کر لے۔

۱۱۔ قربانی نہ پانے والے [محصَر] کے لیے آسانی:

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کہ حج سے روکا ہوا شخص (محصَر) میسر آنے والی قربانی دے کر احرام کھول سکتا ہے۔ اگر اسے قربانی میسر نہ ہو، تو پھر کیا کرے؟

اس بارے میں دو آراء:

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸۔۲۴۹۔

❷ ملاحظہ ہو: سبل السلام ۲/ ۴۳۶۔

❸ ملاحظہ ہو: المحلی ۸۸۳ مسألة ۷/ ۳۰۹۔ یہی رائے امام مالک اور امام شافعی کی ہے۔ حضرات ائمہ نخعی، مجاہد، شعبی اور عکرمہ کی رائے میں نفلی حج سے روکے جانے والے پر بھی آئندہ سال حج کرنا لازم ہے۔ (ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/ ۱۸۹)، لیکن راجح رائے امام مالک اور امام شافعی ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

ا: علامہ ابن قدامہ اس بارے میں تحریر کرتے ہیں:

" إِنَّ الْـمُحْصَرَ إِذَا عَجَزَ عَنِ الْهَدْيِ انْتَقَلَ إِلٰى صَوْمِ عَشْرَةِ أَيَّامٍ ، ثُمَّ حَلَّ ، وَبِهٰذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحدِ قَوْلَيهِ .

وَقَالَ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيْفَةُ : "لَيْسَ عَلَيْهِ بَدْلٌ ، لِأَنَّهُ لَمْ يُذْكَرْ فِي الْقُرآنِ ." ❶

''محصر قربانی نہ کر سکے، تو دس روزے رکھ لے اور پھر حلال ہو جائے۔ شافعی کے دو اقوال میں سے ایک یہی ہے۔

مالک اور ابو حنیفہ نے کہا ہے: اس کے ذمہ (قربانی کا) کوئی بدل نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ (یعنی قربانی کیے بغیر حلال ہو جائے)''

پہلی رائے کی تائید:

علامہ ابن قدامہ پہلی رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ احرام کی وجہ سے واجب ہونے والا دم ہے، جو کہ حج تمتع، (حالت احرام میں) خوشبو استعمال کرنے اور لباس پہننے کی بنا پر لازم آنے والے دم کی مانند ہے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ کسی دوسری بات پر اس کا قیاس نہ کیا جائے۔ حج تمتع کی قربانی کی طرح اس کے بدل میں دس روزے متعین ہے۔ جس طرح قربانی پانے والا قربانی کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا، اسی طرح قربانی نہ پانے والا دس روزے رکھے بغیر حلال نہیں ہو سکتا۔'' ❷

---

❶ ملاحظہ ہو: المغني ٥/ ٢٠٠.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٥/ ٢٠٠-٢٠١.

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

"فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْهَدْيَ صَامَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ ، ثُمَّ حَلَقَ أَوْقَصَّرَ وَتَحَلَّلَ ." ❶

''اگر وہ قربانی کی استطاعت نہ رکھے، تو دس روزے رکھے، پھر (سر) مونڈے یا (بال) کاٹے اور حلال ہو جائے۔''

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ قربانی میسر نہ آنے کی صورت میں بھی روکے گئے شخص کے لیے آسانی ہے، کہ وہ ایک قول کے مطابق دس روزے رکھ کر اور دوسرے کے مطابق روزے رکھے بغیر ہی حلال ہوسکتا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَيْسِيْرِهٖ .

۱۴۔ محرم کا غسل کرنا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم، جب چاہے، غسل کرسکتا ہے۔ حالتِ احرام غسل میں رکاوٹ نہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن حنین سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بے شک ابواء ❷ کے مقام پر عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''محرم اپنا سر دھوسکتا ہے۔''

مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: ''محرم اپنا سر نہ دھوئے۔''

---

❶ فتاویٰ تتعلق بأحکام الحج والعمرة والزيارة ص ۱۷۵؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ۱۷۸.

❷ (الأبواء): مدینہ طیبہ سے مکہ کی شاہراہ پر جحفہ سے ۲۳ میل دور واقع ہے۔ مستورہ، ابواء سے ۲۸ کلو میٹر مغرب میں ہے، آج کل اسے [خریبہ] بھی کہا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: اٹلس سیرت نبوی ﷺ ص ۸۴؛ نیز ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، "الأبواء" ۱/ ۱۰۲؛ و معجم البلدان، ۱۵۲ "الأبواء"، ۱/ ۱۰۳۔۱۰۴).

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ (میں ان کے پاس حاضر ہوا) تو وہ کنوئیں کے کنارے دو نصب شدہ لکڑیوں کے درمیان پردے کی اوٹ میں غسل کر رہے تھے۔

میں نے انہیں سلام عرض کیا، تو انہوں نے دریافت کیا: ''کون ہو؟''

میں نے عرض کیا: ''میں عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ کی خدمت میں ایک بات دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا ہے:

"كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟"

''رسول اللہ ﷺ حالتِ احرام میں اپنے سر کو کس طرح دھوتے تھے؟''

ابوایوب رضی اللہ عنہ نے پردے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو اس قدر نیچا کیا، کہ ان کا سر مجھے نظر آنے لگا، پھر انہوں نے پانی ڈالنے والے شخص سے فرمایا:

"أُصْبُبْ" [پانی ڈالو۔]

"فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهَا وَأَدْبَرَ."

[پس اس شخص نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا، پھر وہ انہیں (یعنی دونوں ہاتھوں کو سر کے) اگلے حصے تک لائے، پھر پچھلے حصے تک لے گئے۔''

اور فرمایا:

"هٰكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَغْتَسِلُ". [1]

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ١٨٤٠، ٤/٥٥؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ٩١- (١٢٠٥)، ٢/٨٦٤.

[''میں نے آنحضرت ﷺ کو اس طرح (اپنے سر کو) دھوتے ہوئے دیکھا۔'']

امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ] ❶

[محرم کے غسل کرنے کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ غُسْلِ الْمُحْرِمِ بَدَنَهُ وَرَأْسَهُ] ❷

[محرم کے اپنے بدن اور سر کو دھونے کے جواز کے متعلّق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَغْسِلَ رَأْسَهُ فِي إِحْرَامِهِ] ❸

[حالتِ احرام میں محرم کے لیے اپنا سر دھونے کے جواز کا ذکر]

مذکورہ بالا صریح اور ثابت شدہ حدیث سننے اور پڑھنے کے بعد حالتِ احرام میں غسل کو مکروہ کہنے کی کسی کے لیے بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۱۳۔ محرم کا سر میں کھجلی کرنا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم اپنے سر میں کھجلی کر سکتا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

---

❶ صحيح البخاري ٤/ ٥٥.

❷ صحيح مسلم ٢/ ٨٦٤.

❸ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم وما لا يباح، ٩/ ٢٦٤.

علاوہ ازیں امام مالک نے ام علقمہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''محرم کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا:

"أَيَحُكُّ جَسَدَهُ؟"

''کیا وہ اپنے جسم میں خارش کرے؟'']

تو میں نے انہیں جواب میں فرماتے ہوئے سنا:

"نَعَمْ ، فَلْيَحْكُكْهُ ، وَلْيَشْدُدْ، وَلَوْ رُبِطَتْ يَدَايَ ، وَلَمْ أَجِدْ إِلَّا رِجْلَيَّ لَحَكَكْتُ . " ❶

''ہاں، وہ اسے (اپنے جسم کو) خارش کرے اور خوب اچھی طرح کرے۔ میرے اگر دونوں ہاتھ باندھ دیے جائیں اور میرے لیے دونوں قدموں ہی سے خارش کرنا ممکن ہو، تو میں (پھر بھی) ضرور خارش کروں گی۔''

امام بخاری لکھتے ہیں:

"وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رضی اللہ عنہم بِالْحَكِّ بَأْسًا . " ❷

''ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کھجلی کرنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

''وہ (محرم) اپنے بدن میں خارش کر سکتا ہے۔ کھجلی اور غسل کرتے ہوئے اگر کچھ بال گر جائیں، تو (بھی) اس میں مضائقہ نہیں۔''❸

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

---

❶ الموطا ، كتاب الحج، باب ما يجوز للمحرم ، أن يفعله ، رقم الرواية ٩٣، ١/ ٣٥٨.

❷ صحيح البخاري ، كتاب جزاء الصيد، باب الاغتسال للمحرم، ٤/ ٥٥.

❸ أحكام مناسك الحج والعمرة و زيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ١٠٢.

''محرم غسل کر سکتا ہے، اپنا سر دھو سکتا ہے۔ آہستہ اور نرمی سے سر بھی کھجلا سکتا ہے۔ اگر کھجلانے سے کوئی چیز گر پڑے، تو کوئی حرج نہیں۔'' ❶

۱۴۔ احرام دھونا یا تبدیل کرنا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام دھونے اور تبدیل کرنے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں۔ اسی لیے متعدد علماء نے اس کے جواز کا صراحت سے ذکر کیا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں ان میں سے بعض کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: امام بخاری نے ابراہیم رحمہ اللہ ❷ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

''لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدِّلَ ثِيَابَهُ.'' ❸

''اس (یعنی محرم) کے لیے اپنے کپڑے بدلنے میں کوئی حرج نہیں۔''

ب: امام ابن شیبہ نے حسن رحمہ اللہ ❹ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

''يُبَدِّلُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ مَتٰى شَاءَ.'' ❺

''محرم جب چاہے اپنے کپڑے بدل دے۔''

ج: امام ابن ابی شیبہ اور امام سعید بن منصور نے عطاء رحمہ اللہ ❻ سے روایت نقل کی ہے،

❶ ''حج، عمرہ اور زیارت: کتاب وسنت کی روشنی میں'' تالیف شیخ ابن باز، ترجمہ مولانا مختار احمد ندوی ص ۵٦.

❷ ابراہیم سے مراد ابراہیم النخعی ہیں۔ ۹٦ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: تقریب التھذیب ص ۹۵). حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''إِمَامٌ، حَافِظٌ، فَقِيهُ الْعِرَاقِ۔'' (سیر الاعلام النبلاء ٤ / ٥٢٠).

❸ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، ٣/ ٤٠٥.

❹ الحسن البصري: ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ حافظ ابن حجر ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''ثقہ، فقیہ، فاضل اور مشہور تھے۔'' (تقریب التهذيب ١٦٠).

❺ منقول از: فتح الباري ٣/ ٤٠٦.

❻ عطاء بن یسار: ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: تقريب التهذيب). حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''امام، فقیہ، واعظ، قابل اعتماد، حجت اور بلند مقام والے تھے۔'' (ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء ٤/ ٤٤٨).

کہ وہ بھی محرم کے لیے کپڑے بدلنے کے اختیار کے قائل تھے۔ ❶

د: شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

"لَا بَأْسَ أَنْ يَغْسِلَ مَلَابِسَ الْإِحْرَامِ ، وَلَا بَأْسَ أَنْ يُغَيِّرَهَا ، وَيَسْتَعْمِلَ غَيْرَهَا بِمَلَابِسَ جَدِيْدَةٍ أَوْ مَغْسُوْلَةٍ ." ❷

''احرام کے کپڑے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ان کو اُتار کر نئے یا دھلے ہوئے احرام پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں۔''

۱۵۔ محرم کا سائے تلے آنا:

محرم مرد کے لیے کسی چپکی ہوئی چیز ❸ سے سر کا ڈھانپنا درست نہیں، البتہ کسی چیز کے سائے تلے آنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ سنتِ نبوی سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حجۃ الوداع کے متعلق تفصیلی روایت نقل کی ہے۔ اسی میں ہے:

"وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةٍ . فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ . فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةٍ ، فَنَزَلَ بِهَا ، حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ ،

❶ منقول از: فتح الباري ۳/ ٤٠٦.

❷ فتاوىٰ تتعلّق بأحكام الحج والعمرة والزيارة ص ۸۲. شیخ سلطان العید نے یہی بات علامہ محب الدین الطبری کی کتاب "القرى لقاصد أم القرى" ص ۲۳۸ کے حوالے سے بھی نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع المناسك ص ۱۱).

❸ مثلاً ٹوپی، رومال، عمامہ وغیرہ

فَرُحِلَتْ لَهُ ، فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِي . "❶

''اور رسول اللہ ﷺ (مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف جانے کی غرض سے) سوار ہوئے اور آپ ﷺ نے وہاں (منیٰ میں) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر (کی نمازیں) پڑھیں۔ پھر آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا اور آپ ﷺ نے اپنے لیے نمرہ میں بالوں کا بنا ہوا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ عرفات تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا، کہ نمرہ میں آپ کے لیے خیمہ نصب کیا جا چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس میں فروکش ہوئے، یہاں تک کہ جب سورج ڈھلا، تو آپ کے فرمانے پر قصواء (اونٹنی) پر پالان ڈالا گیا اور آپ ﷺ (اس پر سوار ہوکر) بطن الوادی میں تشریف لائے۔'']

ب: امام مسلم اور امام ابی داؤد نے حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

" حَجَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الوِدَاعِ ، فَرَأَيْتُهُ حِيْنَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ، وَانْصَرَفَ ، وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ . وَأُسَامَةُ رضی اللہ عنہما ، أَحَدُهُمَا يَقُوْدُ بِهِ رَاحِلَتَهُ ، وَالآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ عَلٰى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الشَّمْسِ . "❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ١٤٧ـ (١٢١٨)، ٢/ ٨٨٩.

❷ المرجع السابق، باب استحباب رمي جمرة العقبة يوم النحر راكبا، جزء من رقم الحديث ٣١١ـ (١٢٩٨)، ٢/ ٩٤٤؛ و سنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ١٨٣١، ٥/ ٢٠٢. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

''میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مار کر پلٹتے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی سواری پر تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ بلال اور اُسامہ رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے ایک آپ کی سواری کو تھامے لے جا رہا تھا اور دوسرے نے سورج سے (بچاؤ کی خاطر) اپنے کپڑے کو رسول اللہ ﷺ کے سر کے اوپر اُٹھا رکھا تھا۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ مقامِ نمرہ میں نصب شدہ خیمے کے اندر اس کے سائے تلے آفتاب ڈھلنے تک ٹھہرے۔

ب: دوسری حدیث پر امام ابوداؤد نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابٌ فِي الْمُحْرِمِ يُظَلَّلُ.] ❶

[محرم کے سائے تلے آنے کے متعلق باب]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: ''اس سے محرم کا اپنے سر کو کپڑے وغیرہ سے سایہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔'' ❷

ج: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"وَلَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَظِلَّ بِالسَّقْفِ وَالْحَائِطِ وَالشَّجَرَةِ وَالْخِبَاءِ. وَإِنْ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطْرَحَ عَلَيْهَا ثَوْبًا يَسْتَظِلُّ بِهِ، عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ صَحَّ بِهِ النَّقْلُ." ❸

---

❶ سنن أبي داود ٥/ ٢٠٢.
❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٩/ ٤٦.
❸ المغني ٥/ ١٣١.

''تمام اہل علم کے نزدیک چھت، دیوار، درخت اور خیمے کے سائے تلے آنے میں کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالنے کی صورت میں اس پر کپڑا ڈال کر اس کا سایہ حاصل کرنے میں (بھی) کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بارے میں نقلی دلائل (احادیث شریفہ) بھی ثابت ہیں۔''

د: سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

''محرم مرد کے لیے کسی چپکنے والی چیز سے سر کا ڈھانکنا حرام ہے، جیسے ٹوپی، رومال اور عمامہ وغیرہ، البتہ موٹر کی چھت یا چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے خیمہ اور درخت وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے وقت نبی کریم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے، کہ مقامِ نمرہ میں آپ ﷺ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا، جس کے نیچے عرفہ کے دن آپ ﷺ آفتاب ڈھلنے تک بیٹھے رہے۔''[1]

۱۶۔ لاعلمی میں کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے پر دم واجب نہ ہونا:

۱۷۔ لاعلمی میں پہنی ہوئی قمیص سر کی جانب سے اُتارنا:

حالتِ احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننے، خوشبو استعمال کرنے اور سر ڈھانپنے کی اجازت نہیں، البتہ اگر کوئی شخص لاعلمی سے سلا ہوا کپڑا پہن لے اور خوشبو استعمال کر لے، تو وہ علم ہونے پر پہنا ہوا سلا کپڑا چیرے بغیر سر کی جانب سے اُتار دے اور خوشبو

[1] ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت صفحات ۶۱۔۶۲۔

اچھی طرح دھو دے۔ ان کاموں کی بنا پر اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ [1] میں اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھے، تو ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَرَى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟"

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کہ جس نے عمرے کا احرام اس حالت میں باندھا، کہ اس کے کپڑے خوشبو میں رچے بسے ہوں؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی...

پھر یہ حالت ختم ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟"

''وہ شخص کہاں ہے، جس نے عمرے کے متعلق سوال کیا؟''

آدمی کو لایا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اِغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزَعْ عَنْكَ

---

[1] جعرانہ: جیم کی زبر اور راء کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ طائف اور مکہ کے درمیان ایک چشمہ ہے، البتہ مکہ سے نسبتاً قریب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، "الجعرانة"، ۲/ ۳۸۴-۲۸۵؛ و معجم البلدان، ۳۱۴۲- "الجعرانة" ۲/ ۱۶۵.

الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ." ❶

''جو خوشبو تجھے لگی ہے، اسے تین دفعہ دھولو، اپنے (جسم) سے جبے کو اُتار دو اور اپنے عمرے میں ویسے ہی کرو، جیسے تم اپنے حج میں کرتے ہو۔'' ❷

۲: امام ابوداود نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''قربانی کے دن کی شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں تشریف آوری کی رات تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، تو وہب بن زمعہ، آل ابی امیہ کے ایک شخص رضی اللہ عنہما کے ہمراہ میرے ہاں آئے اور وہ دونوں قمیصیں زیب تن کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہب سے پوچھا:

''ابو عبداللہ! کیا طواف افاضہ کر چکے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''نہیں، واللہ! یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔!''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قمیص اُتار دو۔''

راوی نے بیان کیا: ''انہوں نے اپنے سر کی جانب سے قمیص اُتاری اور ان کے ساتھی نے بھی سر کی جانب سے قمیص اُتاری۔''

پھر انہوں نے پوچھا: ''اور کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!'' (آپ نے ہمیں قمیصیں اُتارنے کا حکم کیوں دیا ہے؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب، جزء من رقم الحديث ١٥٣٦، ٣/٣٩٣؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم، جزء من رقم الحديث ٨ـ(١١٨٠)، ٢/٨٣٧۔ الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

❷ یعنی جن باتوں سے حج میں پرہیز کرتے ہو، عمرے میں بھی ان سے اجتناب کرو۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣/٣٩٤؛ و صحيح البخاري مترجم علامه وحيد الزمان ١/٦٨١)۔

''بے شک اس دن تمہیں یہ رعایت دی گئی، کہ جب تم رمی جمرہ کرلو، تو وہ تمام باتیں، جو احرام کی وجہ سے ممنوعہ تھیں، وہ سب تمہارے لیے سوائے عورتوں کے حلال کر دی گئیں۔ اگر تم شام ہونے تک طواف نہ کرو، تو تم اسی طرح محرم بن جاؤ گے، جیسے کہ رمی جمرہ سے پہلے تھے اور یہ کیفیت تمہارے طواف کرنے تک جاری رہے گی۔'' ❶

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ نے لاعلمی میں جبے میں احرام باندھنے، اچھی طرح خوشبو استعمال کرنے اور بے خبری میں حالت احرام ہونے کے باوجود قمیص پہننے پر فدیہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ صرف جبے اور قمیص اُتارنے اور خوشبو اچھی طرح دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اگر دم واجب ہوتا، تو آپ ﷺ ضرور بیان فرما دیتے، کیونکہ ضرورت کے وقت بیان کا مؤخر کرنا درست نہیں۔ ❷ حضرات ائمہ شافعی، عطاء، ثوری، اسحاق، داؤد ❸ اور ابن منذر ❹ کی یہی رائے ہے۔ حضرات حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ ❺

بعض ائمہ کے نزدیک ایسی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، لیکن مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ان کی رائے پر حجت ہیں۔ ❻

۲: دونوں حدیثوں میں یہ بات واضح ہے، کہ ایسی صورت میں سلا ہوا پہنا جانے

---

❶ حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۸۵ پر ملاحظہ فرمایئے۔
❷ ملاحظہ ہو: المغني ۵/ ۳۹۲.
❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/ ۷۷.
❹ ملاحظہ ہو: المغني ۵/ ۳۹۲.
❺ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵/ ۳۱۱.
❻ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/ ۷۷؛ والمغني ۵/ ۳۹۱۔۳۹۲.

والا کپڑا پھاڑا نہیں جائے گا، بلکہ اُتارا جائے گا، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جبے اور قمیصوں کے چیرنے کا نہیں، بلکہ اُتارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ایسی صورت میں کپڑا چیرنے میں آنحضرت ﷺ کے فرمان کو چھوڑنے اور مال برباد کرنے کی دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۳: ایسی صورت میں قمیص اتارتے وقت سر کے ڈھانپے جانے میں کچھ حرج نہیں۔ جب دونوں صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی قمیصوں کو سروں کی جانب سے اُتارا، تو یقیناً ان کے سر ڈھانپے گئے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا، بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اپنی رضامندی کا اشارہ دیا۔ قمیص اُتارتے ہوئے اس کا سر پر آنا ممنوع نہیں، بلکہ لازم ہے، کیونکہ اس کے بغیر قمیص کا اُتارنا ممکن نہیں۔ [1]

۱۸۔ بوقتِ ضرورت محرم کے لیے ہتھیار بند ہونا:

عیدین کے موقع پر اور مکہ مکرمہ میں ہتھیار اُٹھانے کی اجازت نہیں، لیکن حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ بوقتِ ضرورت حالتِ احرام میں بھی ہتھیار بند ہونا جائز ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں ایک دلیل پیش کی جا رہی ہے:

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

"اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ: لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ ." [2]

''نبی کریم ﷺ ذوالقعدہ میں عمرہ کے لیے تشریف لائے، تو اہل مکہ نے مکہ میں داخلے سے روک دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس شرط

---

[1] ملاحظہ ہو: المفهم ٣/ ٢٦٠؛ و شرح النووي ٨/ ٧٧؛ وعون المعبود ٥/ ٣٦٦.

[2] صحيح البخاري ، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ١٨٤٤، ٤/ ٥٨.

پر صلح کی: ''مکہ میں ہتھیار نیام میں ڈال کر ہی داخل ہوں گے۔''

اس حدیث کے حوالے سے تین باتیں:

ا: امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ] [1]

[محرم کے ہتھیار بند ہونے کے متعلق باب]

ب: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

" إِنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا احْتَاجَ إِلٰى تَقَلُّدِ السَّيْفِ فَلَهُ ذٰلِكَ . وَأَبَاحَ عَطَاءٌ وَالشَّافِعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ تَقَلُّدَهُ . " [2]

''محرم کو جب تلوار گلے میں لٹکانے کی ضرورت ہو، تو وہ ایسے کرسکتا ہے۔ مالک نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ عطاء، شافعی اور ابن منذر نے (تلوار) گلے میں لٹکانے کو جائز قرار دیا ہے۔''

ج: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''تم میں سے کسی ایک کے لیے مکہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔'' [3]

امام نووی لکھتے ہیں: ''یہ ممانعت حاجت نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ اگر (حاجت) ہو، تو (ہتھیار اٹھانا) جائز ہے۔ یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔'' [4]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ٤ / ٥٨.

[2] ملاحظہ ہو: المغني ٥ / ١٢٨.

[3] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب النهي عن حمل السلاح بمكة بلا حاجة، رقم الحديث ٤٤٩ـ (١٣٥٦)، ٢ / ٩٨٩.

[4] شرح النووي ٩ / ١٣٠ـ١٣١. قاضی عیاض نے بھی یہی بات بیان کی ہے، (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٩ / ١٣١).

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ محرم بوقتِ ضرورت ہتھیار بند ہوسکتا ہے۔

۱۹۔محرم کے لیے آنکھوں کے علاج کی اجازت:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم کو آنکھوں کے دکھنے پر ان کے علاج کی اجازت ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں ذیل میں تین روایات پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام مسلم نے نبیہ بن وہب سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ہم ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم جب مَـلَـلْ [1] میں تھے، تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھیں دکھنے لگیں، پھر ہم جب الروحاء [2] میں تھے، تو ان کا درد شدید ہوگیا، تو انہوں نے (اس بارے میں) دریافت کرنے کی غرض سے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا، تو ان کی طرف سے جواب آیا:

''دونوں (آنکھوں) پر ایلوے کا لیپ کرلو۔''

کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالتِ احرام میں آنکھیں دکھنے والے شخص کے متعلق نقل کیا ہے، کہ:

"ضَمِّدْهُمَا بِالصَّبْرِ." [3]

---

[1] (مَلَلْ): میم کی زبر اور دو لاموں کے ساتھ۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ۲۸ میل کے فاصلے پر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے، کہ ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/ ۱۲٤).

[2] (الـروحـاء): حدیث کے ایک راوی ابوسفیان طلحہ بن نافع کہتے ہیں، کہ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشیطان عند سماعه، ۱/ ۲۹۰.

[3] المرجع السابق، کتاب الحج، رقم الحدیث ۸۹۔ (۱۲۰٤) ۲/ ۸٦۳.

''وہ ان دونوں پر ایلوے کا لیپ کر لے۔''

۲: امام بیہقی نے شمیسہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''احرام کے دوران میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی، تو میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سرمے کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

" اِكْتَحِلِي بِأَيِّ كُحْلٍ شِئْتِ غَيْرَ الْإِثْمِدِ ـــ أَوْ قَالَتْ: " غَيْرَ كُلِّ كُحْلٍ أَسْوَدَ ـــ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِحَرَامٍ ، وَلٰكِنَّهُ زِينَةٌ ، وَنَحْنُ نَكْرَهُهُ . " ❶

''اثمد کے علاوہ جو سرمہ چاہو استعمال کرو ـــ یا انہوں نے فرمایا: ''ہر سیاہ سرمے کے علاوہ ـــ ''سنو! بے شک وہ حرام تو نہیں، لیکن وہ زینت ہے اور ہم اسے (حالتِ احرام میں استعمال کرنا) ناپسند کرتے ہیں۔''

۳: امام بیہقی نے نافع سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت نقل کی ہے:

" أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَمِدَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، أَقْطَرَ فِي عَيْنَيْهِ الصَّبْرَ إِقْطَارًا . "

''بے شک جب احرام کے دوران ان کی آنکھیں دکھتیں، تو وہ ان میں ایلوا کے قطرے ڈالتے۔''

اور بے شک انہوں نے فرمایا:

"يَكْتَحِلُ الْمُحْرِمُ بِأَيِّ كُحْلٍ إِذَا رَمِدَ ، مَالَمْ يَكْتَحِلْ بِطِيبٍ ، وَمِنْ غَيْرِ رَمَدٍ . " ❷

❶ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، رقم الروایة ۹۱۳۱، ۹۹/۵ـ۱۰۰، نیز ملاحظہ ہو: المحلّی ۸۹۵ـ مسألة ۴۰۰/۲؛ و موسوعة فقه عائشة أم المؤمنین رضی اللہ عنہا ص ۱۱۳ـ۱۱۴.

❷ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، رقم الروایة ۹۱۳۰، ۹۹/۵. نیز ملاحظہ ہو: المحلي، ۸۹۵ـ مسألة ۴۰۰/۷؛ و شرح السنة ۲۴۶/۷؛ و موسوعة فقه عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۷۳ـ۷۴.

''محرم آنکھوں کے دکھنے پر اور اس کے بغیر بھی، خوشبو سے خالی جو سرمہ چاہے، استعمال کرے۔''

تینوں روایات کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: پہلی حدیث پر امام ترمذی نے درجِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْمُحْرِمَ يَشْتَكِي عَيْنَهُ فَيُضَمِّدُهَا بِالصَّبِرِ] ❶

[محرم کے اپنی آنکھ دکھنے پر اسے ایلوے کے ساتھ لیپ دینے کے متعلق جو وارد ہوا ہے، اس کے بارے میں باب]

امام نووی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ مُدَاوَةِ الْمُحْرِمِ عَيْنَيْهِ] ❷

[محرم کے اپنی آنکھوں کے علاج کے جواز کے متعلق باب]

علامہ قرطبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَلَا خَلَافَ فِي جَوَازِ مِثْلِ هٰذَا مِمَّا لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ وَلَا زِينَةٌ." ❸

''خوشبو اور زینت سے خالی ایسے علاج کے کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

امام نووی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

"وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ تَضْمِيْدِ الْعَيْنِ وَغَيْرِهَا بِالصَّبِرِ وَنَحْوِهِ مِمَّا لَيْسَ بِطِيْبٍ، وَلَا فِدْيَةَ فِيْ ذٰلِكَ." ❹

---

❶ جامع الترمذي، ابواب الحج، ٤/ ٢٢.

❷ صحيح مسلم ٢/ ٨٦٣.

❸ المفهم ٣/ ٢٩٠.

❹ شرح النووي ٨/ ١٢٤.

''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ ایلوے وغیرہ کے لیپ سے جس میں خوشبو نہ ہو، آنکھ وغیرہ کا علاج کرنا درست ہے اور اس کے استعمال سے فدیہ لازم نہیں ہوتا۔''

ب: دوسری روایت میں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا علاج ناپسند کیا، جو باعثِ زینت ہو۔

ج: تیسری روایت میں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محرم کو خوشبو پر مشتمل علاج کرنے سے منع فرمایا۔ امام بیہقی نے السنن الکبری کے ایک باب کا حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْمُحْرِمِ يَكْتَحِلُ بِمَا لَيْسَ بِطِيْبٍ .] ❶

[محرم کے لیے خوشبو سے خالی سرمہ استعمال کرنے کے متعلق باب]

د: محرم کے لیے بوقتِ ضرورت خوشبو پر مشتمل علاج کی اجازت ہے، لیکن اس صورت میں فدیہ دینا ہوگا۔ امام نووی لکھتے ہیں:

" فَإِنِ احْتَاجَ إِلٰى مَا فِيْهِ طِيْبٌ جَازَلَهُ فِعْلُهُ، وَعَلَيْهِ الْفِدْيَةُ . " ❷

''پس اگر اسے خوشبو پر مشتمل علاج کی ضرورت پیش آئے، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہوگا، لیکن اس پر فدیہ ہوگا۔''

ہ: ضرورت کے وقت خوشبو سے خالی سرمہ استعمال کرنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں۔ ❸

و: زینت کے لیے سرمہ استعمال کرنا امام شافعی اور بعض دیگر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام احمد اور امام اسحٰق نے اس سے منع کیا ہے۔ اس کی بنا پر فدیہ کے لازم

---

❶ السنن الكبرىٰ، كتاب الحج ٥/ ٩٩.

❷ شرح النووي ٨/ ١٢٤؛ نیز ملاحظہ ہو: المفهم ٣/ ٢٩٠.

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٨/ ١٢٤.

آنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ❶

علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ خاتون پر زینت کی غرض سے سرمہ استعمال کرنے پر فدیہ ہوگا۔ ❷

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج وعمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ محرم آنکھوں کے دکھنے پر خالی از خوشبو علاج کرسکتا ہے، وہ خواہ ایلوے کا لیپ ہو یا کوئی سرمہ۔ وہ بوقتِ ضرورت خوشبو پر مشتمل علاج بھی کرسکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں فدیہ دینا ہوگا، البتہ زینت کے لیے سرمے وغیرہ کا استعمال ناپسندیدہ ہے، زینت حاصل کرنے کی جستجو حالتِ احرام سے مناسبت نہیں رکھتی۔

۲۰۔ حالتِ احرام میں پچھنا لگوانا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک احرام کی حالت میں پچھنا لگوانے کا جواز ہے۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ." ❸

"بے شک نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں پچھنا لگوایا۔"

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن بُحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَسَط

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۲٤؛ والمفهم ۳/۲۹۰؛ ومعالم السنن ۲/۱۸۰۔۱۸۱.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ۳/۲۹۰.

❸ متفق علیه: صحیح البخاري، کتاب جزاء الصید، باب حجامة المحرم، رقم الحدیث ۱۸۳۵، ٤/۵۰؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الحجامة للمحرم، رقم الحدیث ۸۷۔(۱۲۰۲)، ۲/۸٦۲. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

رَأْسِهِ . " ❶

"بے شک نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں مکہ کے راستے میں اپنے سر کے درمیان میں پچھنا لگوایا۔"

صحیح بخاری میں ہے:

"وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ . " ❷

"آنحضرت ﷺ (اس وقت) حالتِ احرام میں لحی جمل ❸ (کے مقام پر) تھے۔"

امام حازمی اور بعض دیگر محدثین کی رائے میں یہ واقعہ یقینی طور پر حجۃ الوداع کے دوران ہوا۔ ❹

امام بخاری نے دونوں حدیثوں پر درجِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ] ❺

[محرم کے پچھنا لگوانے کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی دونوں حدیثوں پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ] ❻

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب حجامة المحرم، رقم الحديث ۱۸۳٦، ٤/ ٥٠؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الحجامة للمحرم، رقم الحديث ۸۸۔ ((۱۲۰۳)، ۲/ ۸٦۳. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ صحيح البخاري ٤/ ٥٠.

❸ (لَحْيِ جمل): لام کی زبر اور حا کے سکون کے ساتھ اور لام کی زیر کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد جیم اور میم کی زبر کے ساتھ۔ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٥١).

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/ ٥١.

❺ صحيح البخاري ٤/ ٥٠۔ ❻ صحيح مسلم ۲/ ۸٦۲.

[محرم کے لیے پچھنا لگوانے کے جواز کے متعلق باب]

علامہ قرطبی دونوں حدیثوں کی شرح میں رقم طراز ہیں:

ضرورت کی بنا پر محرم کے لیے سر یا جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے کے جواز میں اختلاف نہیں۔

جمہور علماء نے بالوں کے مونڈے بغیر بلاضرورت بھی جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے کی اجازت دی ہے، البتہ امام مالک ایسی صورت میں منع کرتے ہیں۔

جمہور علماء کے نزدیک سر اور اسی طرح جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے پر بالوں کے مونڈنے کی بنا پر دم لازم آئے گا۔ (امام) داؤد ضرورت کی بنا پر پچھنا لگوانے کی صورت میں جسم کے کسی حصے کے بالوں کے مونڈنے کی وجہ سے دم لازم نہیں کرتے۔ (امام) حسن (بصری) کے نزدیک پچھنا لگوانے پر دم دینا ہوگا۔ ❶، ❷

حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں، کہ اس حدیث سے محرم کے لیے پچھنا لگوانے، زخم اور پھوڑے کو چیرنے، رگ کاٹنے، داڑھ نکالنے وغیرہ علاج کی مختلف صورتوں کے جواز کے لیے دلیل لی گئی ہے، جب کہ محرم خوشبو کے استعمال اور بالوں کے کاٹنے کے ممنوعہ کاموں کا ارتکاب نہ کرے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے علاج کی صورت میں اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ ❸

مولانا داؤد راز دہلوی رقم طراز ہیں: ''مروجہ اعمالِ جراحی کو بھی بوقت ضرورت شدیدا اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔'' ❹

---

❶ اگرچہ بال نہ بھی مونڈے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٥١).

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ٣/ ٢٨٩۔ ٢٩٠.

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٥١.

❹ صحيح البخاري ترجمه و تشريح ٣/ ١٣٥.

۲۱۔ محرم کو بوقتِ ضرورت سر منڈانے کی اجازت:

۲۲۔ سر منڈانے کے فدیہ میں آسانی:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ناگزیر حالات میں محرم سر منڈا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں واجب ہونے والے فدیہ میں بھی آسانی ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں دو دلیلیں ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

ا: ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ [1]

[پس تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو، تو (سر منڈانے کی بنا پر) روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ لازم ہے۔]

ب: امام مسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''یہ آیت:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾

میرے بارے میں نازل ہوئی۔''

انہوں نے (مزید) ذکر کیا: ''پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ۔''

سو میں قریب ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) فرمایا: ''قریب ہو جاؤ۔''

---

[1] سورة البقرة / جزء من الآية ١٩٦.

میں (مزید) قریب ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟"

''کیا تمہیں تمہاری جوئیں اذیت دے رہی ہیں؟''

ابن عون [1] نے بیان کیا: ''میرا خیال ہے، کہ انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

انہوں نے بیان کیا:

" فَأَمَرَنِي بِفِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ، مَا تَيَسَّرَ . " [2]

''پس آنحضرت ﷺ نے مجھے روزوں، صدقے یا قربانی میں سے جو میسر ہو، اس کا فدیہ دینے کا حکم دیا''

صحیح البخاري میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" اِحْلِقْ رَأْسَكَ ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ. " [3]

''اپنا سر منڈاؤ اور تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری ذبح کرو۔''

سنن أبي داود میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" إِنْ شِئْتَ فَانْسُكْ نَسِيكَةً ، وَإِنْ شِئْتَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ،

---

[1] حدیث کے راویان میں سے ایک۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا كان به أذى ، و وجوب الفدية لحلقه و بيان قدرها ، رقم الحديث ۸۱۔ (۱۲۰۱) ، ۲/ ۸۶۰.

[3] صحيح البخاري ، كتاب المحصر ، باب قول الله تعالىٰ: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾، جزء من رقم الحديث ۱۸۱٤، ٤/ ۱۲. نیز ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم، رقم الحديث ۸۰۔ (۱۲۰۱) ، ۲/ ۸۵۹۔ ۸۶۰.

وَإِنْ شِئْتَ فَأَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ لِسِتَّةِ مَسَاكِينَ." ❶

''اگر چاہو، تو ایک قربانی کرو اور اگر چاہو، تو تین روزے رکھو اور اگر چاہو، تو چھ مسکینوں کو تین صاع کھجوریں کھلاؤ۔''

موطا امام مالک میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" أَيَّ ذٰلِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَ عَنْكَ." ❷

''ان (تینوں میں سے) جو بھی تم نے کیا، وہ تمہارے لیے کفایت کرے گا۔''

دونوں دلیلوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: محرم کو مجبوری کی حالت میں سر منڈانے کی اجازت ہے۔

۲: سر منڈانے کے فدیہ میں محرم کو اختیار ہے، کہ تینوں میں سے اپنی مرضی اور آسانی سے کوئی ایک کام کرے۔

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي حَلْقِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ إِذَا مَرِضَ أَوْ آذَاهُ الْقُمَّلُ وَإِيْجَابِ الْفِدْيَةِ عَلَى حَالِقِ الرَّأْسِ، وَإِنْ كَانَ حَلْقُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ أَذًى بِرَأْسِهِ.] ❸

[محرم کے بیمار ہونے یا جوؤں کے اذیت پہنچانے پر سر منڈانے کی اجازت اور سر منڈانے پر، اگرچہ وہ بیماری یا سر میں تکلیف کی بنا پر ہو،

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في الفدية، جزء من رقم الحديث ١٨٥٤، ٢١٨/٥. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/ ٣٤٩)۔

❷ الموطا، كتاب الحج، باب فدية من حلق قبل أن ينحر، جزء من رقم الحديث ٢٣٧، ٤١٧/١.

❸ ملاحظہ ہو: صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ١٩٥/٤.

فدیہ کے واجب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمَرْءَ مُخَيَّرٌ فِي الْافْتِدَاءِ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثِ] ❶

[اس بات کا ذکر، کہ بے شک بندے کو ان تینوں چیزوں میں سے میسر آنے والی چیز کا فدیہ دینے کا اختیار ہے۔]

۲۳۔ حالتِ احرام میں موذی جانور مارنے کی اجازت:

حج وعمرے کی آسانیوں میں سے احرام کی حالت میں موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت بھی ہے اور ایسا کرنے پر کوئی دم لازم نہیں آتا۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ: اَلْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ." ❷

"حرم اور احرام میں پانچ (جانوروں) کو قتل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں: چوہیا، بچھو، کوا، چیل اور باؤلا کتا۔"

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الكفارة، ۹/۲۹۳.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب ما يقتل المحرم من الدواب، رقم الحديث ۱۸۲۸، ۴/۳۴؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحل والحرم، رقم الحديث ۷۲۔ (۱۱۹۹)، ۲/۸۵۷. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

ب: امام مسلم نے زید بن جبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا: ''ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: آدمی کن جانوروں کو حالتِ احرام میں قتل کرسکتا ہے؟''

انہوں نے کہا: ''نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ (محترمہ) نے مجھ سے حدیث بیان کی:

"أَنَّهُ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعَقُوْرِ وَالْفَأْرَةِ، وَالْعَقْرَبِ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابِ، وَالْحَيَّةِ."

''بے شک آنحضرت ﷺ ہمیں باؤلے کتے، چوہیا، بچھو، چیل، کوے اور سانپ کو مارنے کا حکم دیتے تھے۔''

"وَقَالَ: "وَفِي الصَّلَاةِ أَيْضًا." [1]

''اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اور نماز میں بھی (انہیں قتل کیا جائے)۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے آٹھ باتیں:

ا: پہلی حدیث میں محرم کو پانچ قسم کے موذی جانور کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور دوسری میں چھ قسم کے موذی جانور مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں [أَرْبَع] [2] [چار] اور بعض میں [سِتٌّ] [3] [چھ] کا لفظ بھی ہے، لیکن ان الفاظ کا مقصود یہ نہیں، کہ ان کے سوا کسی اور جانور کے متعلق یہ حکم نہیں، بلکہ مراد یہ ہے، کہ ان

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحلّ والحرم، رقم الحديث ٧٥۔ (١٢٠٠)، ٨٥٨/٢.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ٦٦۔ (١١٩٨)، ٨٥٦/٢.

[3] یہ لفظ امام ابوعوانہ کی المستخرج میں روایت کردہ حدیث میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣٦/٤). متن میں امام مسلم کی روایت کردہ حدیث میں بھی مذکور جانوروں کی تعداد چھ ہے، لیکن اس میں چھ کا لفظ نہیں۔

حدیثوں میں ذکر کردہ چار یا چھ قسم کے موذی جانوروں کا حکم یہ ہے۔ [1]

ب: احناف کے نزدیک محرم کے لیے صرف حدیث [2] میں مذکورہ پانچ حیوانات مارنے کی اجازت ہے، البتہ انہوں نے ان کے ساتھ سانپ کو شامل کرلیا ہے، کیونکہ اس کا ذکر ایک دوسری حدیث میں ہے۔ انہوں نے بھیڑیے کو باؤلے کتے کی طرح حملہ آور ہونے کی بنا پر اور اسی طرح ہر حملہ آور ہونے والے موذی جانور کو بھی اسی حکم میں شامل کرلیا ہے۔ [3]

ج: امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم صرف احادیث میں مذکورہ حیوانات کے لیے نہیں، بلکہ جن حیوانات میں ان والی بات پائی جائے گی، انہیں بھی حالتِ احرام میں مارنا جائز ہوگا۔

د: امام شافعی کے نزدیک وہ بات یہ ہے، کہ ان کا کھانا حلال نہیں، امام مالک کی رائے میں ان جانوروں کا موذی اور ضرر رساں ہونا ہے۔ [4]

شاید امام مالک کی رائے راجح ہے، کیونکہ جانور کے کھانے کا حلال نہ ہونا، تو اس کے مارنے کا معقول سبب نظر نہیں آتا۔ حضراتِ احناف نے حدیث میں وارد شدہ تعداد سے وابستگی کا اظہار کیا ہے، لیکن بھیڑیے اور حملہ آور ہونے والے ہر موذی جانور کو شامل کرکے حدیث میں وارد شدہ گنتی سے وابستگی والی بات نہیں رہی۔

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣٦. نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١٠/ ١٢٩. علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے، کہ اگر مقصود عدد کا تعین بھی ہو، تو اس بات کا احتمال ہے، کہ پہلے تھوڑی تعداد میں جانوروں کے متعلق یہ حکم بیان کیا گیا ہو، پھر اس کے بعد مزید جانوروں کو اس حکم میں شامل کیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ أعلم. (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣٦؛ و عمدة القاري ٤/ ١٧٩).

[2] متن میں ذکر کردہ پہلی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

[3] ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١٠/ ١٨٢.

[4] ملاحظہ ہو: المفهم ٣/ ٢٨٤۔ ٢٨٥؛ و شرح النووي ٨/ ١٠٣۔ ١٠٤؛ و فتح الباري ٤/ ٤٠.

ہ: (اَلْکَلْبُ الْعَقُوْرُ) [باؤلا کتا] سے مراد کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد باؤلا کتا ہی ہے، البتہ بھیڑیا اسی حکم میں شریک ہے۔ ❶

دوسرا قول یہ ہے، کہ لوگوں پر حملہ آور ہونے، انہیں ڈرانے اور کاٹنے والا ہر جانور اس میں شامل ہے۔ یہ رائے امام مالک اور جمہور علماء کی ہے۔ ❷

و: پہلی حدیث میں ہے:

"خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ."

[حرم اور حالتِ احرام میں ہونے کے باوجود پانچ جانوروں کے قتل کرنے والے پر گناہ نہیں]

دوسری روایت میں ہے:

قَالَ: "وَفِي الصَّلَاةِ أَيْضًا." آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اور نماز میں بھی۔"

اس سے مقصود یہ تنبیہ کرنا ہے، کہ ان جانوروں کے تمام جگہوں اور حالات میں قتل کی اجازت ہے۔ ❸

بعض روایات میں ہے:

"يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ." ❹

"انہیں حل و حرم میں قتل کیا جائے گا۔"

اور مراد یہ ہے، کہ یہ جانور ہر جگہ قتل کیے جائیں گے۔

ز: دوسری حدیث میں ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣٩.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ٣/ ٢٨٥؛ و شرح النووي ٨/ ١١٤؛ و فتح الباري ٤/ ٣٩.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/ ٣٥.

❹ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ٦٦۔ (١١٩٨)، ٢/ ٨٥٦.

"إِنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ ...... الحديث

''آنحضرت ﷺ قتل کرنے کا حکم دیتے تھے......الحدیث''

حافظ ابن حجر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ محرم کے لیے کسی (بھی) چیز کو قتل کرنے کی ممانعت تھی، اور یہ حکم اس عمومی ممانعت کے بعد آیا ہے۔ اس لیے یہ نہ تو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی استحباب پر۔ ❶

حافظ رحمہ اللہ کی تائید پہلی حدیث سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

" خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَىٰ مَنْ قَتَلَهُنَّ ...... الحديث

''پانچ (جانوروں) کو قتل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔......الحدیث۔''

بعض روایات میں ہے:

" خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ. " ❷

''پانچ جانوروں کے مارنے پر محرم پر کوئی گناہ نہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے:

" خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَىٰ مَنْ قَتَلَهُنَّ. " ❸

''پانچ جانوروں کے قتل کرنے والے پر کوئی حرج نہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے:

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣٧.

❷ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ما يقتل المحرم من الدواب، جزء من رقم الحديث ١٨٢٦، ٤/ ٣٤. نیز ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ٧٢۔ (١١٩٩)، ٢/ ٨٥٧.

❸ صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٨٢٨، ٣/ ٣٤. نیز ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ٧٣۔ (١٢٠٠)، ٢/ ٨٥٨.

"خَمْسٌ قَتْلُهُنَّ حَلَالٌ." ❶

"پانچ (جانوروں) کا قتل کرنا حلال ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ فِيْ قَتْلِ خَمْسٍ مِنَ الدَّوَابِ لِلْمُحْرِمِ." ❷

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے محرم کو پانچ (قسم کے) جانوروں کے قتل کی اجازت دی ہے۔"

یہ سب روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں، کہ ان جانوروں کا قتل کرنا محرم پر واجب نہیں، بلکہ اسے انہیں مارنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

ح: متعدّد روایات میں ان جانوروں کو [فَوَاسِقُ] کہا گیا ہے۔ لغوی طور پر [فِسْقٌ] کا معنی نکلنا ہے۔ انہیں [فَوَاسِقُ] کہنے کے اسباب میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: یہ جانور اس حرمت کے دائرے سے خارج ہیں، جو کہ باقی جانوروں کو حاصل ہے، حتی کہ محرم کو حدودِ حرم میں دورانِ نماز بھی، انہیں مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

ب: یہ جانور انسانوں کو ضرر اور اذیت پہنچانے کی خاطر اپنی جگہوں سے نکلتے ہیں۔ ❸

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب ما يقتل المحرم من الدواب، جزء من رقم الحديث ١٨٤٤، ٥/ ٢١٠. شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ١/ ٣٤٧).

❷ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، قتل الفأرة، ٥/ ١٨٩. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح النسائی ٢/ ٥٩٧).

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣٧.

۲۴۔محرم کے لیے آبی شکار اور سمندر کے کھانے کا حلال ہونا:

احرام کے تقدس کے تقاضوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم شکار نہ کرے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آسانی فرمادی ہے، کہ آبی شکار اور سمندر کے کھانے کی چیزیں، جو بے شکار ہاتھ آجائیں، محرم کے لیے حلال کردیں۔ (1) ارشادِ ربانی ہے:

﴿اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَ لِلسَّیَّارَۃِ﴾ (2)

[تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا، تاکہ تم اور قافلے فائدہ اُٹھائیں۔]

آیت کریمہ کے حوالے سے چار باتیں:

۱: (صَیْدُ الْبَحْرِ) سے مراد صرف سمندر کا شکار نہیں، بلکہ مقصود آبی شکار ہے، خواہ وہ سمندر میں ہو یا ندی نالے وغیرہ میں۔ قاضی ابوسعود لکھتے ہیں:

"(صَیْدُ الْبَحْرِ) أي مَا يُصَادُ فِي الْمِيَاهِ كُلِّهَا بَحْرًا كَانَ أَوْ نَهْرًا أَوْ غَدِيْرًا." (3)

"یعنی جس کا شکار تمام پانیوں سے کیا جائے، خواہ وہ سمندر ہو یا نہر یا تالاب۔"

علامہ شوکانی تحریر کرتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالْبَحْرِ هُنَا كُلُّ مَاءٍ يُوْجَدُ فِيْهِ صَيْدٌ بَحْرِيٌّ، وَإِنْ كَانَ نَهْرًا أَوْ غَدِيْرًا." (4)

---

(1) ملاحظہ ہو: ترجمان القرآن ۲/ ۴۳۲.

(2) سورة المائدة/ جزء من الآية ۹۶.

(3) تفسير أبي السعود ۳/ ۸۱.

(4) فتح القدير ۲/ ۱۱۴.

''یہاں سمندر سے مراد ہر وہ پانی ہے، جس میں آبی شکار ہو، وہ خواہ نہر ہو یا تالاب۔''

ب: (صَیْدُ) سے مراد وہ زندہ جانور ہے جس کا شکار کیا جائے اور (طعامہ) سے مراد وہ مردہ (مچھلی وغیرہ) ہے، جس کو سمندر یا دریا باہر پھینک دے۔ ❶

ج: شیخ شنقیطی لکھتے ہیں، کہ آیت کریمہ کا ظاہری عموم حج وعمرہ دونوں قسم کے احرام والوں کے لیے آبی شکار کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور حقیقت بھی اسی طرح ہے۔ ❷

د: علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

" وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی أَنَّ صَیْدَ الْبَحْرِ مُبَاحٌ لِلْمُحْرِمِ اصْطِیَادُہُ، وَأَکْلُہُ، وَبَیْعُہُ وَشِرَاؤُہُ. " ❸

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے، کہ محرم کے لیے آبی شکار کرنا، کھانا، بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔''

۲۵۔ محرم کے تعاون کے بغیر حلال شخص کے کیے ہوئے بری شکار کے کھانے کی اجازت:

محرم کے لیے برّی شکار کرنا حرام ہے، لیکن اس بارے میں یہ سہولت رکھی گئی ہے، کہ اگر کوئی حلال شخص اس کے تعاون اور اس کو بطور ہدیہ دینے کی نیت کے بغیر شکار کرے، اور پھر اسے پیش کرے، تو اس کے لیے ایسے شکار کا کھانا جائز ہوتا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں دو روایات پیش کی جا رہی ہیں:

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۴؛ و أحسن البیان ص ۳۲۹.

❷ ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۲/۱۳۱.

❸ المغني ۵/۱۷۸.

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے، تو وہ (صحابہ بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو، جس میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ فرما کر (راستے سے) بھیج دیا:

''تم لوگ سمندر کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ، پھر ہم سے مل جانا۔''

انہوں نے ساحلِ سمندر والا راستہ اختیار کیا۔ یہاں آنے پر ابوقتادہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیے۔

جب یہ لوگ جا رہے تھے، تو انہوں نے گورخر دیکھے۔ ابوقتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا۔

انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور اس کے گوشت سے کھایا۔ پھر (آپس میں) کہنے لگے: ''کیا ہم احرام میں شکار کا گوشت کھا رہے ہیں؟''

چنانچہ جو گوشت بچا تھا، وہ انہوں نے ساتھ لے لیا۔

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم تو احرام باندھ چکے تھے اور ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ہم نے گورخر دیکھے، تو ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ پھر ہم نے پڑاؤ ڈالا اور اس کے گوشت سے کھایا، پھر ہم نے کہا: ''کیا ہم احرام میں شکار کا گوشت کھا رہے ہیں؟'' اس کا جو گوشت باقی بچا، وہ ہم اپنے ہمراہ لے آئے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

'' مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟''

''تم میں سے کسی نے اسے اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا یا اس (شکار) کی

طرف اشارہ کیا؟“

انہوں نے عرض کیا: ”نہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”كُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا.“ ❶

”اس کے گوشت میں سے جو باقی ہے، تم اسے کھالو۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟“

”کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”مَعَنَا رِجْلُهُ.“

”ہمارے پاس اس کا قدم ہے۔“

انہوں نے بیان کیا:

”فَأَخَذَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَكَلَهَا.“ ❷

”تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ کر تناول فرمالیا۔“

ب: امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب لا يشير المحرم إلى الصيد لكي يصطاده الحلال، رقم الحديث ١٨٢٤، ٤/٢٨؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحديث ٦٠ـ (١١٩٦)، ٢/٨٥٣ـ٨٥٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم لحم الصيد، جزء من رقم الحديث ٦٤ـ (١١٩٦)، ٢/٨٥٥.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، مَالَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُمْ.'' ❶

''حالتِ احرام میں تمہارے لیے برّی شکار (کا کھانا) حلال ہے، جب کہ تم خود اس کا شکار نہ کرو یا تمہارے لیے (اس کا) شکار نہ کیا جائے۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: امام نووی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

''صَرِيحٌ فِي أَنَّ الْحَلَالَ إِذَا صَادَ صَيْدًا، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُحْرِمِ إِعَانَةٌ وَلَا إِشَارَةٌ وَلَا دَلَالَةٌ عَلَيْهِ، لِلْمُحْرِمِ أَكْلُهُ.'' ❷

''یہ (اس بارے میں) صریح ہے، کہ جب حلال شخص شکار کرے اور محرم کی جانب سے اعانت، اشارہ یا راہ نمائی نہ ہو، تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔''

ب: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر امام ابن حبان کے تحریر کردہ عنوانات میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: [ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ لَهُ أَكْلُ مَا أُهْدِيَ لَهُ مِنَ الصَّيْدِ، مَالَمْ يَكُنْ بِأَمْرِهِ أَوْ بِإِشَارَتِهِ]❸

---

❶ المسند، رقم الحديث ١٤٨٩٤، ٢٣/ ١٧١. شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٣/ ١٧١). امام شافعی فرماتے ہیں: ''هٰذَا أَحْسَنُ حَدِيثٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَقْيَسُ.'' (جامع الترمذي ٣/ ٤٩٦). [''اس موضوع کے متعلق روایت کردہ احادیث میں سے یہ بہترین اور سب سے زیادہ قیاس کے مطابق حدیث ہے۔'']

❷ شرح النووي ٨/ ١١١.

❸ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم وما لا يباح ٩/ ٢٨٦.

[محرم کے لیے پیش کردہ شکار کے کھانے کے جواز کا ذکر، جب کہ وہ اس کے حکم یا اشارے سے نہ ہو۔]

۲: [ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمُحْرِمِ أَكْلَ لَحْمِ الصَّيْدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَعَانَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ] ❶

[محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے جواز کا ذکر، جب کہ اس نے کسی بھی چیز کے ساتھ شکار میں تعاون نہ کیا ہو۔]

ج: صحیح مسلم میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا۔ ❷

اس حدیث میں ان کے شکاری کے ساتھ تعاون کرنے یا شکاری کے ان کو پیش کرنے کی نیت سے شکار کرنے کے حوالے سے کسی بات کا ذکر نہیں۔

بعض حضرات نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے حلال شخص کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے ہر حالت میں حلال قرار دیا ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ دیگر احادیث میں ان باتوں کا واضح طور پر ذکر موجود ہے اور انہیں نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔ اسی لیے امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے جواز کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث کے مجمل اور غیر مفسر ہونے کے بارے میں باب]

خبر مجمل اور مفسر میں فرق نہ کرنے والے بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر گمان

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم وما لا يباح ۹/ ۲۸۷.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحديث ٦٥۔ (۱۱۹۷)، ۲/ ۸۵۵.

کرتے ہیں، کہ حلال شخص کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کے لیے ہر حال میں تناول کرنا جائز ہے۔] ❶

د: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صعب ابن جثامہ رضی اللہ عنہ کے شکار کردہ گورخر کا ہدیہ محرم ہونے کی بنا پر واپس کردیا۔ ❷

بعض حضرات نے اس حدیث کی وجہ سے ہر حالت میں محرم کے لیے شکار کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے، لیکن یہ موقف بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ دیگر احادیث میں بیان کردہ تفصیل کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، اسی لیے امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[نبی کریم ﷺ کا پیش کردہ شکار کا گوشت رد کرنے کے متعلق حدیث کے مجمل اور غیرِ مفسر ہونے کے بارے میں باب]

اس علم میں مہارت نہ رکھنے اور مجمل و مفسر احادیث میں تمیز نہ کرنے والے بعض لوگ سمجھتے ہیں، کہ محرم پر ہر حالت میں شکار کا گوشت حرام ہے، اگرچہ اس کا شکار حلال شخص نے کیا ہو] ❸

ہ: امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، پر حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[سابقہ دو ابواب میں ہماری ذکر کردہ احادیث کی تفسیر، بیان کرنے والی حدیث کے ذکر کے متعلق باب۔]

---

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الباب ٥٦٢، ١٧٨/٤.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب إذا اهدي للمحرم......، رقم الحديث ١٨٢٥، ٣١/٤؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحديث ٥٠ـ(١١٩٣)، ٨٥٠/٢.

❸ المرجع السابق، رقم الباب ٥٦٣، ١٧٨/٤ـ١٧٩.

اور (اس بات کی) دلیل کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کی اجازت تب دی ہے، جب کہ اس کا شکار حلال شخص کرے اور اس نے محرم کی خاطر شکار نہ کیا ہو اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حلال شخص کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے اس لیے ناپسند کیا کیونکہ وہ اسی کی خاطر شکار کیا گیا تھا۔ ❶

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حلال شخص کا محرم کے تعاون، اشارے اور اس کو پیش کرنے کی نیت کے بغیر کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے۔ ❷

جن احادیث میں شکار کے گوشت کو ردّ کرنے یا قبول کرنے کا بغیر تفصیل سے ذکر آیا ہے، انہیں دیگر احادیث میں موجود اس تفصیل کے مطابق سمجھا جائے گا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

۲۶۔ حالت احرام میں بری شکار کرنے کی سزا میں آسانیاں:

محرم پر برّی شکار کرنا حرام کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ ❸

[جب تک تم احرام میں ہو، تو تم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔]

اگر محرم پھر بھی شکار کرلے، تو اس کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے، لیکن اللہ کریم نے اس سزا میں بھی متعدد آسانیاں رکھی ہیں۔ اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/ ١٨٠.

❷ ملاحظہ ہو: "الكافي" للعلّامة ابن قدامة ٢/ ٣٦٣.

❸ سورة المائدة/ جزء من الآية ٩٦.

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ﴾ ❶

[اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو، تو شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے، تو جو اس نے چوپاؤں میں سے قتل کیا، اس کی مثل بدلہ ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں اور اسے قربانی کے جانور کی حیثیت سے کعبہ پہنچایا جائے گا یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا ہے، تاکہ وہ اپنے کیے کا وبال چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گزرے ہوئے کو معاف کر دیا اور جو شخص دوبارہ [ایسے] کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب انتقام لینے والے ہیں۔]

آیتِ کریمہ کے حوالے سے دو باتیں:

ا: شکار کرنے کی درج ذیل تین حالتیں ہوتی ہیں:

۱: متعمد: اپنے احرام کو یاد رکھتے ہوئے جان بوجھ کر شکار قتل کرے۔

۲: مخطیء: اس کا ہدف شکار کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، لیکن نشانہ اسے ہی لگے۔

۳: ناسی: اس کا ہدف شکار ہو، لیکن اسے محرم ہونا یاد نہ رہے۔

ب: خشکی کے شکار کی سزا میں آسانیاں:

آیت شریفہ میں ذکر کردہ تین آسانیاں درجِ ذیل ہیں:

۱: اس بارے میں پہلی رعایت یہ ہے، کہ اپنے احرام کو یاد رکھتے ہوئے قصداً اس غلطی کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے حج وعمرہ کو باطل نہیں کیا، صرف آیت میں بیان کردہ سزا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ❷

---

❶ سورة المائدة / الآية ۹۵.

❷ امام مجاہد کے نزدیک ایسے شخص کا حج باطل ہو جائے گا۔ ان کے خیال میں آیت میں بیان کردہ سزا ⇐⇐⇐

۲: دوسری آسانی یہ ہے، کہ مخطی ء اور ناسی (غلطی اور بھول کر) شکار کرنے پر محرم پر کوئی قربانی، کفارہ یا روزے نہیں، کیونکہ ان میں سے کسی ایک کے واجب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے [عمداً] کی شرط لگائی ہے۔ ❶

۳: تیسری آسانی یہ ہے، کہ اس غلطی کرنے والے کو اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ تینوں کاموں میں سے جو چاہے، کرے اس کے مال دار یا تنگ دست ہونے یا قوی یا بیمار ہونے سے اس رعایت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ ❷

⇦⇦⇦ قصداً شکار کرنے والے اس شخص کے متعلق ہے، جسے اپنا محرم ہونا یاد نہ رہے۔

امام مجاہد کی رائے پر یہ اعتراض ہے، کہ بھول کر غلطی کرنے پر سزا نہیں ہوتی اور یہاں تو سزا دی جا رہی ہے۔ اس کی تاکید آیت کریمہ کے آخری حصے ﴿لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ [تاکہ وہ اپنے کیے کی سزا چکھے] سے بھی ہوتی ہے۔

امام مجاہد اپنی رائے کی تائید میں ارشادِ ربانی: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ﴾ [اور جو شخص دوبارہ ایسے کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے] سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اس دفعہ شکار کرنے پر سزا نہیں، دوبارہ کرنے پر سزا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ پہلی دفعہ کرنے پر سزا ہے، جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اور دوسری دفعہ کرنے پر بھی ہے، البتہ وہ سزا پہلی پر مستزاد یا اس سے مختلف ہو گی۔ واللہ تعالیٰ أعلم. (ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٦/ ٣١٧؛ و تفسير أبي السعود ٤/ ٨١؛ وأضواء البيان ٢/ ١٤٢).

❶ طبری کی ایک روایت کے مطابق حضرات ائمہ احمد، سعید بن جبیر، ابوثور اور داود کی یہی رائے ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے، کہ متعمد، مخطی اور ناسی تینوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ ہر حالت میں سزا ہوگی۔ یہ رائے حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، طاؤس، حسن، ابراہیم، زہری، مالک، شافعی اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٦/ ٣٠٧-٣٠٨) شیخ شنقیطی پہلے قول کے متعلق لکھتے ہیں: ''فکر ونظر اور دلیل کے اعتبار سے یہ قول بہت زیادہ قوی ہے۔'' (أضواء البيان ٢/ ١٤٤).

❷ جمہور علمائے اُمت کی یہی رائے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ وہ قتل کیے جانے والے شکار کے مثل قربانی دے، اگر ایسا نہ کر سکے، تو مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس کے لیے یہ بھی ممکن نہ ہو، تو روزے رکھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ اس قول پر یہ اعتراض کیا گیا ہے، کہ یہ آیت کے ظاہری معنی کے مطابق نہیں۔ (ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ٦/ ٣١٥) حافظ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ جمہور فقہاء پہلی رائے کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو: زاد المسير ٢/ ٤٢٦).

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، کہ اس مقام پر [أَوْ] تخییر کے لیے ہے، یعنی شکار کرنے والے کو اختیار ہے، کہ ان تینوں میں سے جو چاہے، ادا کرے اور یہی مالک، ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، شافعی سے ایک روایت اور احمد کا مشہور قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے، کہ [أَوْ] ترتیب کے لیے ہے۔ [1]

۲۷۔ فوت ہونے والے محرم کے بقیہ اعمال کی ادائیگی کی پابندی نہ ہونا:

حج اور عمرے کے حوالے سے ایک آسانی یہ ہے، کہ حالتِ احرام میں وفات والے شخص کے اعزہ واقارب کو اس کے حج وعمرہ کے باقی ماندہ اعمال پورا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا، کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا، تو اس نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اِغْسِلُوْا بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ ، وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا ، وَلَا تُخَمِّرُوْاه رَأْسَهٗ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا. " [2]

''اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (یعنی احرام کی دو چادروں ہی) میں کفنا دو، (لیکن) اسے خوشبو نہ لگانا، نہ اس کے سر کو ڈھانپنا

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۳؛ نیز ملاحظہ ہو: أشرف الحواشي ص ۱٤۹، ۷٤.

[2] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب جزاء الصید، رقم الحدیث ۱۸۵۰، ٤/٦٤؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالمحرم إذا مات، رقم الحدیث ۹۹۔ ( )، ۲/۸٦٦. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

اور نہ حنوط لگانا ❶، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت لبیک پکارتے ہوئے اُٹھائے گا۔‘‘

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ، وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدّٰى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.]

[عرفات میں فوت ہونے والے محرم کے متعلق باب اور نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف سے حج کے باقی اعمال ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔]

آنحضرت ﷺ نے جس طرح اس شخص کے حج کے بقیہ اعمال ادا کرنے کا حکم نہیں دیا، اسی طرح عمرہ کے لیے احرام کی حالت میں فوت ہونے والے کے باقی ماندہ اعمال کی ادائیگی کا حکم بھی نہیں دیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

❁❁❁❁

---

❶ حنوط: چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں۔ (فیروز اللغات ص ۳۰۷)۔

- و -

مکہ مکرمہ آنے جانے سے متعلقہ آسانیاں

ا۔محرم کے لیے رات دن میں ہر وقت مکہ مکرمہ آنے کا جواز:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم رات دن میں کسی بھی وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیقِ الٰہی سے دو روایتیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام مسلم نے نافع سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما كَانَ لا يَقْدَمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا. وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ." [1]

"بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ (مکرمہ) آتے، تو ذی طوی [2] میں رات بسر کرتے، پھر صبح ہونے پر غسل کرتے، پھر دن کے وقت مکہ (مکرمہ) میں داخل ہوتے۔"

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۲۷۔ (۱۲۵۹)، ۲/۹۱۹۔ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ "بے شک نبی کریم ﷺ مکہ (مکرمہ) میں دن کے وقت داخل ہوئے۔" (جامع الترمذي، أبواب الحج، باب دخول النبي ﷺ مكة نهارًا، رقم الحديث ۸۵۶، ۳/۵۰۰۔ امام ترمذی نے اسے [حسن] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۵۰۰؛ وصحيح سنن الترمذي ۱/۲۵۶)۔ امام بخاری نے بھی معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الحج، رقم الحديث ۱۵۷۴، ۳/۴۳۶۔

[2] (ذی طوی): مکہ مکرمہ میں ایک وادی۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۳/۸۹۶)۔

اور نبی کریم ﷺ کے متعلق ذکر کرتے، کہ بے شک آپ ﷺ نے ایسے (ہی) کیا۔''

ب: امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجِعْرَانَةِ حِينَ مَشَى مُعْتَمِرًا، فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ.''❶

''بے شک جب نبی کریم ﷺ جعرانہ سے عمرے کی غرض سے روانہ ہوئے، تو آپ ﷺ کی روانگی رات کو ہوئی، پھر آپ ﷺ صبح کے وقت جعرانہ میں ایسے تھے، کہ گویا کہ آپ نے رات (وہیں) بسر کی ہو۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث سے آنحضرت ﷺ کا حالتِ احرام میں مکہ مکرمہ صبح کے وقت اور دوسری حدیث سے رات کے وقت داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا]❷

[مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونے کے متعلق باب]

امام ابن بطال لکھتے ہیں:

''صبح کے وقت مکہ (مکرمہ) میں آنحضرت ﷺ کا داخل ہونا ایسی لازمی بات نہیں، کہ اس کا ترک کرنا ناجائز ہو۔ اس میں ہر وقت داخل

---

❶ جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء في العمرة من الجعرانة، جزء من رقم الحديث، ٩٣٩، ٤/٤؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ٥/١٩٩. الفاظِ حدیث سنن النسائی کے ہیں، شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترمذي ١/٢٧٧؛ وصحيح سنن النسائي ٢/٦٠٣).

❷ صحيح البخاري، كتاب الحج، ٣/٤٣٦.

ہونے کی اجازت ہے۔" ❶

امام نسائی نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[دُخُوْلُ مَکَّةَ لَیْلًا] ❷

[مکہ میں رات کو داخل ہونا]

ب: بعض علما نے محرم کے لیے دن کو مکہ مکرمہ آنا مستحب قرار دیا ہے۔ امام نووی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَبِیْتِ بِذِيْ طُوَی عِنْدَ إِرَادَةِ دُخُوْلِ مَکَّةَ ، وَالْاِغْتِسَالِ لِدُخُوْلِهَا ، وَدُخُوْلِهَا نَهَارًا] ❸

[مکہ میں داخلے کے وقت ذی طوی میں رات بسر کرنے، اس میں داخلے کے لیے غسل کرنے اور اس میں دن کو داخلے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام نووی ہی نے لکھا ہے:

"اس (محرم) کو رات اور دن میں (یعنی جب بھی وہ چاہے) مکہ میں داخلہ کی اجازت ہے، (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ حج کے موقع پر دن کو اور اپنے عمرے میں رات کو داخل ہوئے۔ دونوں میں سے کون سا (وقت) افضل ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں۔ دونوں میں سے زیادہ صحیح یہ ہے، کہ دن کو افضل ہے اور دوسری رائے یہ ہے، کہ دونوں فضیلت میں برابر ہیں۔" ❹

---

❶ شرح صحیح البخاري لابن بطال ٤/٢٦١.

❷ سنن النسائي، کتاب مناسك الحج، ٥/١٩٩.

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، ٢/٩١٩.

❹ کتاب الإیضاح في مناسك الحج والعمرة ص١٩٧.

ج: اس بارے میں ایک رائے یہ ہے، کہ عام لوگوں کے لیے رات اور دن کے داخلے کی فضیلت ایک جیسی ہے، البتہ امام کے لیے دن کو داخلہ مستحب ہے، تاکہ لوگ حج وعمرہ کے اعمال کی عملی شکل دیکھ کر اس کی اقتداء کرسکیں۔ ❶

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم رات دن کے کسی وقت میں بھی مکہ مکرمہ آ سکتا ہے۔ دونوں اوقات میں داخلہ کی افضلیت میں اختلاف کے باوجود، ان دونوں وقتوں میں آنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

۲: مکہ مکرمہ آتے جاتے مخصوص راستوں کی پابندی کا نہ ہونا:

نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ بالائی علاقے سے داخل ہوتے اور نیچے کی طرف سے نکلتے، ❷ لیکن آنحضرت ﷺ نے امت کو ان راستوں کے اختیار کرنے کا پابند نہ کیا، بلکہ اپنی منشا اور سہولت کے مطابق راہیں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ." ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣/٤٣٦.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من أين يدخل مكة؟، رقم الحديث ١٥٧٥؛ وباب من أين يخرج من مكة؟، رقم الحديث ١٥٧٦، ٣/٤٣٦؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من ثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى......، رقمي الحديثين ٢٢٣-(١٢٥٧)؛ و٢٢٤-(١٢٥٨)، ٢/٩١١؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا......، رقم الحديث ٢٦٩٣، ٤/٢٠٤.

❸ المسند، جزء من رقم الحديث ١٤٤٩٨، ٢٢/٣٨١؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة بجمع، جزء من رقم الحديث ١٩٣٥، ٥/٢٨٨؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الذبح، جزء من رقم الحديث ٣٠٤٨، ٩/٩٠، (المطبوع مع إنجاز الحاجة)؛ وصحيح ابن ⇦⇦

[اور مکہ کے سارے راستے راستہ ہیں اور جائے قربانی ہیں۔]

علامہ طیبی [كُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ] کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يَعْنِي مِنْ أَيِّ طَرِيْقِ مَكَّةَ يَدْخُلُ الرَّجُلُ مَكَّةَ جَازَ."❶

''یعنی آدمی کے لیے مکہ کے کسی راستے سے بھی مکہ داخل ہونا جائز ہے۔''

انہوں نے مزید لکھا ہے:

"أَرَادَ بِهِ التَّوْسُعَةَ وَنَفْيَ الْحَرَجِ."❷

''آنحضرت ﷺ نے یہ ❸ (رعایت) سہولت مہیا کرنے اور تنگی ختم کرنے کے ارادے سے دی۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

"مَكَّةُ كُلُّهَا طَرِيْقٌ، يَدْخُلُ مِنْ هٰهُنَا، وَيَخْرُجُ مِنْ هٰهُنَا."❹

''سارا مکہ راستہ ہے۔ یہاں سے داخل ہو اور یہاں سے نکل جائے۔''

مراد یہ ہے، کہ جس راستے سے آنا چاہے، آجائے اور جس راہ سے نکلنا چاہے، نکل جائے۔ آنے جانے کے لیے کسی مخصوص راستے کے اختیار کرنے کی پابندی نہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى تَيْسِيْرِهٖ.

⇐⇐ خزيمة، كتاب المناسك، باب ذبح المعتمر ونحره وهديه حيث شاء من مكة، رقم الحديث: ٢٧٨٧، ٢٤٢/٤. شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [سند کو حسن]؛ شیخ البانی نے سنن ابي داؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایت کو [حسن صحیح]، اور ڈاکٹر اعظمی نے صحیح ابن خزیمہ کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٣٨١/٢٢، وصحيح سنن ابي داود ٣٦٥/١؛ وصحيح سنن ابن ماجه ١٨٠/٢؛ وهامش صحيح ابن خزيمة ٢٤٢/٤).

❶ شرح الطيبي ١٩٨٩/٦.

❷ المرجع السابق ١٩٨٩/٦.

❸ اس میں [ہر راستے سے مکہ داخل ہونے اور سارے منیٰ میں ذبح کرنے کی اجازت] کی طرف اشارہ ہے۔

❹ امام فاکہی نے اسے [سند حسن] کے ساتھ روایت کیا۔ ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة للشيخ الألباني ص١٩.

- ز -

طواف وسعی سے متعلقہ آسانیاں

ا: بیت اللہ میں ہر وقت طواف اور نماز کی اجازت:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ بیت اللہ میں آنے والے محرم کے لیے ہر وقت طواف اور نماز کی اجازت ہے۔ دن رات کے کسی وقت میں بھی اس کی ممانعت نہیں۔

حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ." [1]

"اے بنی عبد مناف! کسی (بھی) شخص کو رات یا دن کی کسی (بھی) گھڑی

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ۱۸۹۱، ۵/۲۴۲؛ وجامع الترمذي، أبواب الحج، رقم الحديث ۸۶۹، ۳/۵۱۴؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۵/۲۲۳؛ وسنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، رقم الحديث: ۱۲۵۴، ۲/۴۱۳-۴۱۴. الفاظِ حدیث سنن الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح]؛ شیخ البانی نے [صحیح] اور ڈاکٹر بشار عواد معروف نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۵۱۵؛ وصحيح سنن الترمذي ۱/۲۵۹؛ وهامش سنن ابن ماجه ۲/۴۱۳). اسے حضرات ائمہ شافعی، عبد الرزاق، حمیدی، ابن سعد، احمد، دارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، ابونعیم، بیہقی، حاکم اور طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۴/۴۲۰؛ وهامش سنن ابن ماجه للدكتور بشار ۲/۴۱۳-۴۱۴؛ وإنجاز الحاجة ۴/۶۵۲).

میں، (غرضیکہ) جب بھی وہ چاہے، اس گھر کے طواف اور (اس میں) نماز سے نہ روکنا۔''

حدیث کے متعلق دو باتیں:

ا: بعض حضرات محدثین کے اس پر تحریر کردہ عنوانات درج ذیل ہیں:

ا: امام ابوداؤد نے قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ] ❶

[عصر کے بعد طواف کے متعلق باب]

ب: امام ترمذی نے لکھا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي الطَّوَافِ لِمَنْ يَطُوفُ] ❷

[طواف کرنے والے کے لیے عصر کے بعد اور مغرب کے بعد نماز طواف ❸ کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے، اس بارے میں باب]

امام نسائی کے رقم کردہ دو عنوان یہ ہیں:

I: [إِبَاحَةُ الصَّلَاةِ فِي السَّاعَاتِ كُلِّهَا بِمَكَّةَ] ❹

[مکہ میں سب اوقات میں نماز (ادا کرنے) کا جواز]

II: [إِبَاحَةُ الطَّوَافِ فِي كُلِّ الْأَوْقَاتِ] ❺

[تمام اوقات میں طواف کا جواز]

---

❶ سنن أبي داود ٥/٢٤٢.

❷ جامع الترمذي ٣/٥١٤.

❸ یعنی طواف کی دو رکعتوں کی ادائیگی کے متعلق۔

❹ سنن النسائی ١/٢٨٤.

❺ المرجع السابق ٥/٢٢٣.

امام ابن ماجہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الصَّلَاةِ بِمَكَّةَ فِي كُلِّ وَقْتٍ]❶

[مکہ میں ہر وقت نماز (ادا کرنے) کی اجازت کے متعلق وارد شدہ (احادیث) کے متعلق باب]

ب: مذکورہ بالا محدثین کرام کے علاوہ حضراتِ ائمہ شافعی، احمد اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے، لیکن حضراتِ ائمہ سفیان ثوری، مالک❷ اور ابوحنیفہ اس کی اجازت نہیں دیتے، البتہ احناف میں سے امام طحاوی❸ اور مولانا عبدالحی لکھنوی جواز کے قائل ہیں۔ مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

"وَلَعَلَّ الْمُنْصِفَ الْمُحِيطَ بِأَبْحَاثِ الطَّرَفَيْنِ يَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا يَعْنِي جَوَازَ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ قَبْلَ الطُّلُوْعِ وَالْغُرُوْبِ هُوَ الْأَرْجَحُ وَالْأَصَحُّ."

"شاید فریقین کے دلائل کا احاطہ کرنے والا انصاف پسند شخص جانتا ہے، کہ عصر اور صبح کے بعد (سورج کے) طلوع اور غروب سے پہلے طواف کی دو رکعتوں (کے ادا کرنے) کے جواز کی رائے ہی سب سے زیادہ راجح اور صحیح ہے۔"

مولانا لکھنوی مزید لکھتے ہیں:

"مکہ کے قیام کے دوران میرا اس پر عمل تھا۔"

---

❶ سنن ابن ماجه ٢/ ٤١٣.

❷ ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٣/ ٥١٥-٥١٦.

❸ ملاحظہ ہو: شرح معاني الآثار ٢/ ١٨٦. منقول از إنجاز الحاجة ٤/ ٦٥٢.

انہوں نے مزید تحریر کیا ہے:

''جب میں طوافِ وداع کرنے کے بعد طواف کی دو رکعتوں کی ادائیگی کے لیے مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا، تو حنفی مطوفین نے مجھے (نماز سے) روکا، تو میں نے ان سے کہا:

''اس وقت طواف کا کرنا سب سے راجح ہے اور ہمارے اصحاب میں طحاوی نے اسی بات کو پسند کیا ہے۔''

انہوں نے (جواب میں) کہا: ''ہمیں تو اس بات کا علم نہ تھا، ہم نے یہ بات آپ ہی سے سیکھی ہے۔''[1]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ محرم کے لیے یہ آسانی ہے، کہ وہ بیت اللہ میں ہر وقت طواف اور نماز ادا کرسکتا ہے۔ اس کی کسی بھی وقت ممانعت نہیں۔

۲: بوجہ عذر سواری پر طواف وسعی کی اجازت:

حج وعمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ عذر کی بنا پر بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کے درمیان سعی سوار ہوکر کرنے کی اجازت ہے۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ، وَهُوَ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهِ، وَكَبَّرَ."[2]

---

[1] التعليق الممجد ص ۲۰۹ منقول از إنجاز الحاجة ٦٥٢/٤.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث: ١٦٣٢، ٤٩٠/٣؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۲۵۳۔ (١٢٧٢)، ٩٢٦/٢. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا، جب بھی آپ ﷺ رکن (حجر اسود) کے نزدیک آتے، تو اپنے ہاتھ میں موجود چیز (چھڑی) سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور (اللہ اکبر) کہتے۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: "طُوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ."

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو اپنی بیماری کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''[سواری پر] سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو۔''

"فَطُفْتُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ." [1]

''پس میں نے (سوار ہو کر) طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور (نماز میں) (بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ) کی قراءت کر رہے تھے۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا۔ سوار ہونے کے اسباب کا ذکر درج ذیل میں دو روایتوں میں بیان کیا گیا ہے:

ا: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۶۳۳، ۳/۴۹۰؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۲۵۸۔(۱۲۷۶)، ۲/۹۲۷۔ الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

کرتے ہیں:

"طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ، وَلِيُشْرِفَ، وَلِيَسْأَلُوْهُ، فَإِنَّ النَّاسَ غَشَوْهُ." ❶

''نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و مروہ (کی سعی) سواری پر کی، تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ ان (کی دسترس) سے بلند ہو جائیں اور تاکہ وہ آپ ﷺ سے (مسائل) دریافت کر سکیں، کیونکہ لوگوں نے آپ کے گرد بھیڑ کر رکھی تھی۔''

۲: امام ابوداود نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ، وَهُوَ يَشْتَكِي، فَطَافَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ." ❷

''بے شک رسول اللہ ﷺ مکہ (مکرمہ) تشریف آوری کے وقت بیمار تھے، اس لیے آپ نے سواری پر طواف کیا۔''

امام نووی سب سے پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یہ آنحضرت ﷺ کے سوار ہونے کی علت کا بیان ہے۔ یہ بھی بیان کیا

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث: ٢٥٥ ـ(١٢٧٣)، ٢/ ٩٢٧.

❷ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الطواف الواجب، جزء من رقم الحديث ١٨٧٨، ٥/ ٢٣٤ ـ ٢٣٥. حافظ منذری اس کے متعلق لکھتے ہیں، کہ اس کی سند میں [یزید بن ابی زیاد] ہے، جس کی بیان کردہ روایت حجت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ٥/ ٢٣٥). شیخ البانی نے بھی اسے [ضعیف] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ضعيف سنن أبي داود ص ١٨٦)؛ البتہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو بلاتنقید نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے، کہ امام بخاری نے اسی حدیث میں بیان کردہ بیماری کو آنحضرت ﷺ کے سوار ہو کر طواف کرنے کا سبب ٹھہرایا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣/ ٤٩٠).

گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سواری پر طواف کے جواز کو بیان کرنے کی خاطر ایسے کیا، سنن ابی داؤد میں ہے، کہ اس طواف کے دوران آنحضرت ﷺ بیمار تھے۔ امام بخاری نے اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے اس پر ❶ (یہ) عنوان تحریر کیا ہے: [بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا] [مریض کے سوار ہو کر طواف کرنے کے متعلق باب]۔ اس بات کا (بھی) احتمال ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ان سب (اسباب) کی بنا پر سوار ہو کر طواف کیا ہو۔'' ❷

ب: عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنے میں کوئی اختلاف نہیں، ❸ البتہ بلا عذر سواری پر طواف میں اختلاف ہے۔ کچھ علمائے امت اس کو جائز کہتے ہیں ❹، لیکن جمہور اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔ وہ ارشادِ ربانی:

﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ ❺

[اور بیت عتیق کا خوب طواف کرو]

سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اس حکمِ ربانی کا تقاضا یہ ہے، کہ طواف کرنے والا خود طواف کرے اور سوار حقیقت میں خود طواف نہیں کرتا، بلکہ اسے طواف کروایا جاتا ہے۔ ❻

---

❶ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث پر۔

❷ شرح النووي ۱۹/۳.

❸ ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۳۷۹.

❹ ان علماء میں سے ابن حبان، ابن منذر، ابن حزم اور نووی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: الإحسان في صحيح ابن حبان ۱۳۸/۹؛ والمفہم ۳۷۹/۳؛ والمحلّی، ۸۴۲۔ مسألة۔ ۲۵۸/۷؛ وشرح النووي ۱۸/۹).

❺ سورة الحج/ جزء من الآية ۲۹.

❻ ملاحظہ ہو: المفہم ۳۷۹/۳.

ج: آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں صفا ومروہ کے درمیان سعی بھی سوار ہو کر فرمائی، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں گزر چکا ہے۔

د: آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو سوار ہو کر طواف کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

"طُوفِي مِنْ وَرَاءَ النَّاسِ." ❶

"لوگوں کے پیچھے ہو کر طواف کرو۔"

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ سوار ہو کر طواف وسعی کرنے والوں کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا، کہ ان کی وجہ سے پیدل طواف وسعی کرنے والوں کو اذیت نہ ہو۔ امام ابن حبان نے اپنی کتاب میں درجِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمَرْءِ أَنْ يَطُوْفَ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ إِذَا أَمِنَ تَأَذِّي النَّاسِ بِهِ.] ❷

[آدمی کے لیے بیت عتیق کے گرد سواری پر طواف کا جواز لوگوں کے اس سے اذیت نہ پہنچنے کے خدشہ کے وقت ہونے کا ذکر]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنے کے جواز پر امت کا اجماع ہے، البتہ بلا عذر سوار ہو کر طواف وسعی کو جمہور علماء ناپسند کرتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں اور شاید یہی رائے درست ہو۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

علاوہ ازیں سوار ہو کر طواف وسعی کرنے والے اس بات کا خصوصی دھیان

---

❶ یہ حدیث ص ۱۶۶ میں گزر چکی ہے۔

❷ الإحسان في صحيح ابن حبان ۹/۱۳۸.

رکھیں، کہ ان کی وجہ سے پیدل طواف وسعی کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

۳: حجرِ اسود کے بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ کرنے میں اختیار:

حج وعمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ طواف کرنے والے کو حجرِ اسود کو بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ کرنے میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ صورتیں اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ کسی ایک کیفیت پر عمل کرنے کی پابندی نہیں۔ ذیل میں اس بارے میں سات روایات ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابوداود طیالسی نے جعفر بن عثمان قرشی سے، جو کہ اہل مکہ میں سے تھے، روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو دیکھا، کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس پر سجدہ کیا۔"

پھر انہوں نے کہا: "میں نے تمہارے ماموں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسے بوسے دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔"

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اسے بوسہ دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔"

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"لَوْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَهُ مَا قَبَّلْتُهُ." [1]

---

[1] مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث ابن عباس عن عمر رضي الله عنهم، رقم الحديث ۲۸، ۱/۳۲. ڈاکٹر محمد الترکي نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش مسند أبي داود الطيالسي ۱/۳۲). امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: ⇦⇦

''اگر میں رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں بھی اسے نہ چومتا۔''

شیخ البانی لکھتے ہیں:

"ثُمَّ يَسْتَلِمُهُ بِيَدِهِ، وَيُقَبِّلُهُ بِفَمِهِ، وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ أَيْضًا، فَقَدْ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَعُمَرُ وَابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهم." ❶

''پھر وہ اسے (حجر اسود) اپنے ہاتھ سے چھوئے، منہ سے بوسہ دے اور اس پر سجدہ بھی کرے، بے شک رسول اللہ ﷺ، عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے ایسے (ہی) کیا۔''

شیخ البانی اپنی کتاب [إرواء الغليل] میں متعدد روایات نقل کرنے اور ان کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فَيَبْدُوْ مِنْ مَجْمُوْعِ مَا سَبَقَ أَنَّ السُّجُوْدَ عَلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ثَابِتٌ مَرْفُوْعًا وَمَوْقُوْفًا." ❷

⇐ "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه أَكَبَّ عَلَى الرُّكْنِ، فَقَالَ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْ لَمْ أَرَ حِبِّي قَبَّلَكَ أَوِ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُ وَلَا قَبَّلْتُ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ."

''بے شک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود پر سجدہ ریز ہوئے، پھر کہا: ''بے شک میں جانتا ہوں، کہ یقیناً تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے اپنے محبوب کو تجھے بوسہ دیتے یا چھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے نہ چھوتا اور نہ ہی بوسا دیتا۔ یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔''

(المسند، رقم الحديث ١٣١، ١/٢٨-٢٨٢)۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ١/٢٨٢)۔

❶ مناسك الحج والعمرة ص ٢٠. شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، کہ اسے شافعی، احمد اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قوی ہے۔ (هامش المرجع السابق ص ٢٠)۔

❷ إرواء الغليل ٤/٣١٢.

''پس سابقہ ساری (بات) سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ بے شک حجرِ اسود پر سجدہ کرنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے۔''

ب: امام بخاری نے زبیر بن عربی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجرِ (اسود) کو چھونے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.''❶

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چھوتے اور چومتے ہوئے دیکھا۔''

ج: امام بخاری نے اسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ: ''میں نے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حجر (اسود) کو چومتے ہوئے دیکھا۔''

اور (پھر) انہوں نے فرمایا:

''لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.''❷

''اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

امام بخاری نے اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث پر درجِ ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ]❸

''حجر (اسود) کو بوسہ دینے کے متعلق باب''

د: امام ابن حبان نے نافع سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٦١١، ٣/٤٧٥.

❷ المرجع السابق رقم الحديث: ١٦١٠، ٣/٤٧٥.

❸ المرجع السابق ٣/٤٧٥.

روایت نقل کی ہے،

"أَنَّهُ إِسْتَلَمَ الْحَجَرَ، ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهُ."

"بے شک انہوں نے حجر (اسود) کو (اپنے ہاتھ سے) چھوا، پھر اپنے ہاتھ کو چوما۔"

اور فرمایا:

"مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُهُ." ❶

"جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے (حجر اسود کو چھونے والے ہاتھ کو) چومتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے (حجر اسود کو چھونے والے اپنے ہاتھ کا بوسہ) نہیں چھوڑا۔"

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِمُسْتَلِمِ الْحَجَرِ فِي الطَّوَافِ أَنْ يُقَبِّلَ يَدَهُ بَعْدَ اسْتِلَامِهِ إِيَّاهُ.] ❷

[طواف میں حجر (اسود) کو چھونے والے کے لیے اسے چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز کا ذکر]

ہ: امام مسلم نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ، وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ." ❸

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث: ٣٨٢٤، ١٣٢/٩ـ١٣٣.

❷ المرجع السابق ١٣٢/٩.

❸ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ٢٥٧ـ (١٢٧٥)، ٩٢٧/٢.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود کو اپنی چھڑی سے چھوتے اور چھڑی کو چومتے ہوئے دیکھا۔''

امام نووی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلٰی بَعِيْرٍ وَغَيْرِهٖ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَغَيْرِهٖ لِلرَّاكِبِ][1]

[اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے اور سوار کے لیے حجرِ (اسود) کو چھڑی وغیرہ سے چھونے کے جواز کے متعلق باب]

و: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلٰی بَعِيْرٍ، كُلَّمَا أَتَی عَلَی الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ."[2]

''نبی کریم ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اونٹ پر کیا، جب بھی آنحضرت ﷺ حجرِ اسود کے پاس آتے، تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔''

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَی الرُّكْنِ إِذَا أَتَی عَلَيْهِ.][3]

[حجرِ اسود کے پاس آ کر اشارہ کرنے والے شخص کے متعلق باب]

ز: امام ابن حبان نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

---

1. صحيح البخاري ٢/٩٢٦.
2. صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ١٦١٧، ٣/٤٧٦.
3. المرجع السابق ٣/٤٧٦.

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

"كَيْفَ صَنَعْتَ فِي اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ؟"

"تم نے حجر (اسود) کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟"

میں نے عرض کیا:

"اِسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ."

"میں نے (کبھی) چھولیا اور (کبھی چھونا) ترک کیا۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"أَصَبْتَ." ❶

"تم نے ٹھیک کیا۔"

امام ابن حبان اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اسْتِلَامَ الْحَجَرِ وَتَرْكَهُ مَعًا] ❷

[بیت عتیق کے گرد طواف کرنے والے کے لیے ایک ہی وقت میں حجر (اسود) کو چھونے اور نہ چھونے کے جواز کا ذکر]

مذکورہ بالا روایات سے حجرِ اسود کے متعلق درج ذیل سات باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ا: اس پر سجدہ کرنا اور اسے بوسہ دینا۔

ب: اسے ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا۔

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث ۳۸۲۳، ۹/۱۳۱۔۱۳۲۔ شیخ ارناؤط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۹/۱۳۲)۔

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۹/۱۳۱۔

ج: اسے بوسہ دینا۔

د: اسے ہاتھ سے چھوکر چھونے والے ہاتھ کو چومنا۔

ہ: اسے چھڑی سے چھوکر چھڑی کو چومنا۔

و: اس کی طرف دور سے اشارہ کرنا۔

ز: ایک ہی طواف کے بعض چکروں میں ہاتھ سے چھونا اور بعض میں نہ چھونا۔

اللہ کریم کی جانب سے طواف کرنے والوں کے لیے آسانی اور عنایت ہے، کہ ان سب صورتوں میں سے ہر ایک جائز اور درست ہے۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَلٰی تَيْسِيْرِهِ.

۴: رکنِ یمانی چھونے کے متعلق آسانی:

حج کی آسانیوں میں سے رکن یمانی کے متعلق یہ آسانی ہے، کہ طواف کرنے والے کے لیے ممکن ہو، تو اسے چھولے۔ اگر چھونا دشوار ہو، تو اسے چھوئے اور اشارہ کیے بغیر گزر جائے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں چار روایتیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ." [1]

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دو یمانی رکنوں کے سوا بیت (اللہ) کے کسی اور حصے کو چھوتے نہیں دیکھا۔''

[1] متفق علیه: ، صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من لم يستلم إلا الركنين اليمانيين، رقم الحديث ١٦٠٩، ٣/٤٧٣؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين في الطواف دون الركنين الآخرين، رقم الحديث ٢٤٢ ـ (١٢٦٧)، ٢/٩٢٤.
الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

دو یمانی رکنوں سے مراد حجرِ اسود اور رکنِ یمانی ہیں۔ ❶

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"مَا تَرَكْتُ اِسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَ لَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا." ❷

''جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کو ان دونوں رکنوں ❸ کو چھوتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے سختی اور نرمی میں ان کا چھونا نہیں چھوڑا۔''

ج: امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ." ❹

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو یمانی رکنوں کے سوا کسی اور حصے کو چھوتے نہیں دیکھا۔''

د: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٩/ ١٤.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب استلام الحجر الأسود......، جزء من رقم الحديث ١٦٠٦، ٣/ ٤٧١؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين في الطواف دون الركنين الآخرين، رقم الحديث ٢٤٥ـ (١٢٦٨)، ٢/ ٩٢٤. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

❸ یعنی حجر اسود اور رکن یمانی۔

❹ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين......، رقم الحديث ٢٤٧ـ (١٢٦٩)، ٢/ ٩٢٥.

"طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ . كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ . "❶

''نبی کریم ﷺ نے اونٹنی پر بیت (اللہ) کا طواف کیا۔ جب بھی آپ ﷺ حجرِ اسود کے پاس پہنچتے، تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ . "❷

[اس (حجر اسود) کی طرف کسی چیز سے اشارہ کرتے اور [اللہ اکبر] کہتے۔]

مذکورہ بالا حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ طواف کے دوران حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے۔ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق رکن یمانی کو چھونا مستحب ہے، لیکن سنت نہیں۔ امام محمد ❸ اور جمہور علماء کے نزدیک اسے چھونا سنت ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ اسے چھوتے تھے۔ ❹ اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔

علامہ ابوبکر کاسانی نے قلم بند کیا ہے:

"وَلَا خِلَافَ أَنَّ تَقْبِيلَهُ لَيْسَ بِسُنَّةٍ . "❺

''اسے چومنے کے سنت نہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

ب: رکنِ یمانی کو بوسہ دینا ثابت نہیں۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"قَالَ الْخِرَقِيُّ ، يُقَبِّلُهُ ، وَالصَّحِيحُ عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ لَا يُقَبِّلُهُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ . "❻

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من أشار إلى الركن إذا أتى عليه، رقم الحديث: ١٦١٢، ٣/٤٧٦. ❷ المرجع السابق، جزء من رقم الحديث ١٦١٣، ٣/٤٧٦.

❸ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ٢/١٤٧.

❹ جیسا کہ مذکورہ بالا پہلی تین احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

❺ بدائع الصنائع ٢/١٤٧.

❻ المغنی ٥/٢٢٦. حافظ ابن حجر بھی لکھتے ہیں، کہ یہ جمہور کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣/٤٧٥).

''خرقی نے کہا: وہ اسے (رکنِ یمانی کو) بوسہ دے۔ احمد سے صحیح روایت یہ ہے، کہ وہ اسے بوسہ نہ دے اور یہی اکثر اہل علم کی رائے ہے۔''

علامہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا تَقْبِيْلُهُ فَلَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَا يُسَنُّ." ❶

''نبی کریم ﷺ سے اسے چومنا ثابت نہیں، اس لیے ایسا کرنا مسنون نہیں۔''

امام نووی لکھتے ہیں:

"وَيَسْتَحِبُّ أَيْضًا أَنْ يَسْتَلِمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، وَلَا يُقَبِّلُهُ." ❷

''رکن یمانی کو چھونا بھی مستحب ہے (لیکن) اسے بوسہ نہ دے۔''

ج: بعض علماء نے بیان کیا ہے، کہ رکن یمانی کے چھونے کو چھوڑنے پر اس کی طرف اشارہ کرکے گزرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

''اگر رکن یمانی کو چھونا مشکل ہو، تو اس کو چھوڑ دے اور طواف کرتا رہے۔ اس کی طرف نہ اشارہ کرے اور نہ ہی اس کے سامنے آکر (اللہ اکبر) کہے، کیونکہ ہمارے علم کی حد تک یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت

❶ المرجع السابق ٥/٢٢٧.

❷ مناسك الحج والعمرة ص٢٣٦. شیخ ابن باز اور شیخ البانی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت ص ۷۱، ومناسك الحج والعمرة ص ٢٠). بعض علماء نے اسے بوسہ دینے کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن اس بارے میں ان کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٢٧٨- (٢٦٠٥)، ٤/٤٧٢- ٤٧٣. حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس میں عبداللہ بن مسلم بن ہرمز (راوی) ہے اور وہ ضعیف ہے۔'' (مجمع الزوائد ٣/٢٤١)؛ نیز ملاحظہ ہو: هامش مسند أبي يعلى ٤/٤٧٣.

نہیں۔“ ❶

شیخ البانی تحریر کرتے ہیں:

”فَإِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ اسْتِلَامِهِ لَمْ تُشْرَعِ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ.“ ❷

”پس اگر وہ اسے چھو نہ سکے، تو اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا ثابت نہیں۔“

مذکورہ بالا حدیث [د] میں بھی حجر اسود اور رکن یمانی کو نہ چھونے کی صورت میں آنحضرت ﷺ کے صرف حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرنے کا ذکر ہے، رکنِ یمانی کی طرف اشارے کا کوئی ذکر نہیں۔ ❸

د: رکن یمانی کو چھونے والے ہاتھ کو چومنے کے متعلق دو آراء ہیں۔ امام نووی لکھتے ہیں:

”وَيُقَبِّلُ يَدَهُ الَّتِي اسْتَلَمَهُ بِهَا، وَيَكُوْنُ تَقْبِيْلُهَا بَعْدَ الْاِسْتِلَامِ بِهَا. هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ وَالَّذِيْ قَالَهُ جَمْهُوْرُ أَصْحَابِنَا.“ ❹

”جس ہاتھ سے اسے چھوئے اس کو چوم لے۔ اسے چومنا اس کے ساتھ چھونے کے بعد ہو۔ یہی صحیح بات ہے، جو کہ ہمارے جمہور اصحاب نے کہی ہے۔“

---

❶ ملاحظہ ہو: حج وعمرہ اور زیارت ص ۷۱۔۷۲۔

❷ مناسك الحج والعمرة ص ۲۰.

❸ احناف کی بھی یہی رائے ہے، البتہ شوافع کے نزدیک نہ چھونے کی صورت میں اشارہ کرے۔ (ملاحظہ ہو: الحج والعمرة في الفقه الإسلامي للدكتور نور الدين عتر ص ۸۸).

❹ مناسك الحج والعمرة ص ۲۳۶۔۲۳۷.

حضراتِ احناف کے نزدیک چھونے والے ہاتھ کو چومنا نہیں۔ ❶

۵: کعبہ شریف سے دور رہ کر طواف کی اجازت:

کعبہ شریف سے قریب رہتے ہوئے طواف کرنا مستحب ہے، ❷ لیکن ایسے طواف کرنا لازم نہیں۔ حسبِ حالات اس سے دور رہتے ہوئے بھی طواف کی اجازت ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے:

دو روایتیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک انہوں نے بیان کیا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی بیماری کی شکایت کی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ.''

''سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو۔''

انہوں نے بیان کیا:

''پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت (اللہ) کے پہلو میں نماز میں (الطُّور وکِتَاب مَّسْطُور) کی قرأت کر رہے تھے۔'' ❸

ب: امام بخاری نے عطاء سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

---

❶ ملاحظہ ہو: الحج والعمرة في الفقه الإسلامي ص ۸۸.

❷ ملاحظہ ہو: مناسك الحج و العمرة للإمام النووي ص ۲۳٤.

❸ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب طواف النسآء مع الرّجال، رقم الحديث ۱٦۱۹، ۳/ ٤۸۰؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره،......، رقم الحديث ۲۸٥ ـ(۱۲۷٦)، ۲/ ۹۲۷. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

"كَانَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ، لَا تُخَالِطُهُمْ.

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: "اِنْطَلِقِيْ، نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ!"

قَالَتْ: "اِنْطَلِقِيْ عَنْكِ."

وَأَبَتْ."❶

"عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے ہٹ کر الگ تھلگ طواف کیا کرتی تھیں۔

ایک عورت نے کہا: "اے اُمّ المومنین! چلیے ہم (بھی حجر اسود کو) چھوئیں۔"

انہوں نے فرمایا: "تو ہی چلی جا۔"

اور (خود جانے سے) انکار کیا۔"

پانچ علماء کے اقوال:

ا: امام ابن منذر لکھتے ہیں:

"وَأَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّ الطَّوَافَ يُجْزِیءُ مِنْ وَرَاءِ السَّقَايَةِ."❷

[ان (یعنی علمائے امت) کا اس بات پر اجماع ہے، کہ زمزم پلانے کی جگہ کے پیچھے سے کیا ہوا طواف کفایت کرتا ہے۔]

ب: امام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

"وَيَجُوْزُ أَنْ يَطُوْفَ مِنْ وَرَاءِ قُبَّةِ زَمْزَمَ وَمَا وَرَاءَهَا مِنَ السَّقَائِفِ الْمُتَّصِلَةِ بِحِيْطَانِ الْمَسْجِدِ. وَأَمَّا إِذَا أَمْكَنَ

---

❶ صحیح البخاري، كتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، جزء من رقم الرواية ۱۶۱۸، ۳/۴۷۹-۴۸۰.

❷ "الإجماع" ص ۲۰، منقول از هامش أحكام مناسك الحج والعمرة للشيخ علي آل سنان، ص ۱۲۵.

الْقُرْبُ مِنَ الْبَيْتِ مَعَ إِكْمَالِ السُّنَّةِ فَهُوَ أَوْلَى." ❶

''زمزم کے قبہ اور مسجد کی دیواروں کے متصل چھتوں کے نیچے سے طواف کرنا جائز ہے، البتہ سنت کو مکمل کرتے ہوئے بیت (اللہ) کے قریب سے طواف کرنا ممکن ہو، تو وہ اعلیٰ ہے۔''

ج: شیخ ابن باز نے قلم بند کیا ہے:

''زمزم اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے سے اور خصوصاً بھیڑ کے وقت، طواف کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ پوری مسجد الحرام طواف کی جگہ ہے۔ اگر مسجد کے برآمدوں میں طواف کیا جائے، تو وہ بھی جائز ہے، البتہ میسر ہو، تو کعبہ کے قریب طواف افضل ہے۔'' ❷

د: شیخ محمد العثیمین لکھتے ہیں:

"وَإِذَا طَافَ فِيْ سَطْحِ الْمَسْجِدِ وَامْتَلَأَ الْمَضِيْقُ الَّذِيْ بِجَانِبِ الْمَسْعَى، وَلَمْ يَجِدْ بُدًّا مِنَ النُّزُوْلِ إِلَى الْمَسْعَى أَوِ الطَّوَافِ فَوْقَ الْجِدَارِ، نَرَى إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ، لٰكِنْ يَنْتَهِزُ الْفُرْصَةَ مِنْ حِيْنَ مَا يَجِدُ فُرْجَةً وَيَدْخُلُ فِي الْمَسْجِدِ." ❸

[مسجد کی چھت پر طواف کے دوران اگر مسعی ❹ کے پہلو والی تنگ جگہ بھر جائے اور مسعی میں اترنے یا دیوار کے اوپر طواف کرنے کے سوا چارہ نہ ہو، تو ہم سمجھتے ہیں، کہ ان شاء اللہ ایسے کرنے میں کچھ حرج نہیں، لیکن

❶ مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ١٢٤۔١٢٥.

❷ ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت ص ۷۲۔۷۳۔

❸ فتاویٰ ابن عثیمین ۲۲/ ۲۹۰، منقول از جامع المناسك، ص ۱۵۰.

❹ یعنی صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی جگہ۔

جب بھی گنجائش پائے، تو مسجد میں داخل ہونے کے موقع سے فائدہ اٹھائے۔"

شیخ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"أَنَّهُ صَحَّحَ ذٰلِكَ لِلضَّرُوْرَةِ وَإِلَّا فَالْمَسْعٰى لَيْسَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ."❶

"بے شک (مسعیٰ میں اتر کر یا دیوار پر طواف کرنا) ضرورت کی بنا پر درست ہے، وگرنہ مسعیٰ تو مسجدِ حرام کا حصہ نہیں ہے۔"

ہ: شیخ عبداللہ الجبرین تحریر کرتے ہیں، کہ ضرورت کے وقت چھت پر اور دوسری منزل میں طواف کرنا جائز ہے، البتہ میسر ہونے پر کعبہ کے قرب سے طواف افضل ہے۔❷

مذکورہ بالا گفتگو کے حوالے سے تین باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر طواف کرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے، کعبۃ اللہ سے دور، نماز ادا کرنے والے حضرات کے پیچھے سے، طواف کا حکم دیا۔

ب: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طواف کرنے والے مردوں کے ساتھ اختلاط سے گریز کرتے ہوئے، کعبہ شریف سے فاصلے پر رہ کر، طواف کرتیں۔

ج: علمائے امت نے حسبِ حالات بیت اللہ سے دور رہتے ہوئے طواف کو درست قرار دیا، البتہ انہوں نے یہ واضح کیا، کہ امکانی حد تک کعبہ شریف کے قریب سے طواف کیا جائے، کیونکہ یہ افضل واعلیٰ ہے۔

٦: طواف وسعی کے ہر چکر میں مخصوص ذکر و دعا کا نہ ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ طواف وسعی کے چکروں کے لیے کسی مخصوص ذکر یا دعا کی پابندی نہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں بعض علمائے امت

❶ فتاوی ابن عثیمین ۲۹۱/۲۲، منقول از جامع المناسك ص ۱۵۰.

❷ ملاحظہ ہو: الإفصاح شرح التحقیق والإیضاح، ص ۱۶۹.

کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

"وَلَيْسَ فِيهِ ذِكْرٌ مَحْدُودٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لا بِأَمْرِهِ، وَلَا بِقَوْلِهِ، وَلَا بِتَعْلِيمِهِ، بَلْ يَدْعُوْ فِيهِ بِسَائِرِ الْأَدْعِيَةِ الشَّرْعِيَّةِ. وَمَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ دُعَاءٍ مُعَيَّنٍ تَحْتَ الْمِيزَابِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَلَا أَصْلَ لَهُ. وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْتِمُ طَوَافَهُ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ بِقَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾. وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ ذِكْرٌ وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ." [1]

''نبی کریم ﷺ سے اس (یعنی طواف) میں کوئی معین ذکر منقول نہیں، نہ آپ ﷺ کے حکم سے، نہ ارشاد سے اور نہ ہی تعلیم سے، بلکہ وہ (یعنی طواف کرنے والا) سب شرعی دعاؤں کے ساتھ اپنی فریاد پیش کرے۔ بہت سے لوگ میزاب وغیرہ کے نیچے جن مخصوص دعاؤں کا تذکرہ کرتے ہیں، وہ بے اصل ہیں، البتہ نبی کریم ﷺ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان اپنے طواف کا اختتام کرتے وقت ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [2] پڑھتے۔ [3]

---

[1] أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۱۲۷۔۱۲۸.

[2] [ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرمائیے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے۔]

[3] ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الدعاء في الطواف، رقم الحديث ۱۸۸۹، عن عبد الله بن السائب ﷺ، ۲٤۱/۵. شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۳۵٤.)

ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اس (یعنی طواف) میں کوئی (مخصوص) ذکر واجب نہیں۔''

ب: شیخ البانی قلم بند کرتے ہیں:

"وَلَيْسَ لِلطَّوَافِ ذِكْرٌ خَاصٌّ، فَلَهُ أَنْ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ أَوِ الذِّكْرِ مَا شَاءَ."❶

''طواف کے لیے مخصوص ذکر نہیں۔ قرآن میں سے، جو چاہے پڑھے اور ذکر میں سے، جو چاہے کرے۔''

سعی میں دعا کے متعلق شیخ البانی تحریر کرتے ہیں:

"وَإِنْ دَعَا فِي السَّعْيِ بِقَوْلِهِ: [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ.] فَلَا بَأْسَ لِثُبُوْتِهِ عَنْ جَمْعٍ مِنَ السَّلَفِ."❷

''اگر سعی میں ان الفاظ [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ] ❸ کے ساتھ دعا کرے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ سلف میں سے ایک جماعت سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔''❹

ج: شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

''اور نہ اس طواف (یعنی طواف قدوم) اور اس سعی میں، نہ اس کے علاوہ

---

❶ مناسك الحج والعمرة ص ٢٣.

❷ مناسك الحج والعمرة ص ٢٧.

❸ [ترجمہ: میرے رب معاف فرما دیجیے اور رحم فرمائیے۔ بے شک آپ ہی سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے زیادہ بزرگی والے ہیں۔]

❹ ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الحج، باب ما يقول الرجل في المسعى، ٤/٦٨۔٧٠. شیخ البانی لکھتے ہیں، کہ یہ ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے [صحیح سند] کے ساتھ منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ٢٧، حاشيه ٢).

کسی بھی طواف وسعی میں کسی بھی مخصوص ذکر و دعا کا پڑھنا ضروری نہیں۔

جن لوگوں نے طواف وسعی کے ہر چکر کے لیے ایک ایک مخصوص دعا ایجاد کی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، جو بھی ذکر و دعا میسر ہو، اس کا پڑھنا کافی ہے۔'' ❶

د: شیخ سلطان العید لکھتے ہیں:

''وَلَا يَجِبُ فِي الطَّوَافِ وَالسَّعْيِ ذِكْرٌ مَخْصُوصٌ وَلَا دُعَاءٌ مَخْصُوصٌ، بَلْ تَخْصِيصُ كُلِّ شَوْطٍ مِنَ الطَّوَافِ أَوِ السَّعْيِ بِأَذْكَارٍ أَوْ أَدْعِيَةٍ مَخْصُوصَةٍ لَا أَصْلَ لَهُ.'' ❷

''طواف اور سعی میں نہ مخصوص ذکر واجب ہے اور نہ ہی معین دعا، بلکہ طواف یا سعی کے ہر چکر کے لیے متعین اذکار یا دعاؤں کا مخصوص کرنا بے اصل ہے۔''

مذکورہ بالا اقوال کے حوالے سے تین باتیں:

ا: طواف اور سعی کے کسی چکر کے لیے کوئی متعین ذکر یا مخصوص دعا ثابت نہیں۔

ب: رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

ج: دورانِ سعی سلف صالحین کی ایک جماعت سے [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ

---

❶ حج عمرہ اور زیارت ص ۷۱.

❷ جامع المناسك ص ۱٤۸. شیخ العید نے یہ بات حضرات علماء محب الدین طبری کی کتاب ''القری لقاصد أم القری'' ص ۳۰۸؛ ابن تیمیہ کی کتاب ''منسك'' ص ۱۷ اور ابن عثیمین کے ''فتاویٰ'' ۲۲/ ۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳٦ سے نقل کی ہے۔

أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ] پڑھنا ثابت ہے۔ ❶

۷: دورانِ طواف گفتگو کی اجازت:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ دورانِ طواف خیر کی کچھ بات کہنے سننے کی اجازت ہے۔ اس بارے میں توفیق الٰہی۔ سے ذیل میں تین حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: حضرات ائمہ ترمذی، دارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ابن الجارود نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ النُّطْقَ. فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ إِلَّا بِخَيْرٍ." ❷

"بیت (اللہ) کا طواف نماز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں

---

❶ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، کہ وہ اس دعا کو وادی کے درمیان سعی کرتے ہوئے پڑھتے۔ (ملاحظہ ہو: المصنف، کتاب الحج، باب ما یقول الرجل في المسعی، ٤/٦٨)۔ وادی کے درمیان والی جگہ کی نشاندہی آج کل ہرے رنگ کی ٹیوب لائٹس سے کی گئی ہے، جو کہ اس کے آغاز اور انتہا میں روشن کی گئی ہیں۔

❷ جامع الترمذي، أبواب الحج، باب، رقم الحديث: ٩٦٧، ٤/٢٩؛ وسنن الدارمي، كتاب المناسك، باب الكلام في الطواف، ٢/٤٤؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث: ٢٧٣٩، ٤/٢٢٢؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث: ٣٨٣٦، ٩/١٤٣-١٤٤؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب التسير، ٢/٢٦٧؛ والمنتقى لابن الجارود، كتاب المناسك، باب المناسك، رقم الحديث ٤٦١، ٢/٨٧-٨٨. الفاظِ حدیث المنتقی لابن الجارود کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے ابن حبان کی روایت کردہ حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك ٢/٢٦٧؛ والتلخيص ٢//٢٦٧؛ وهامش الإحسان ٩/١٤٤).

بولنا جائز کیا ہے۔ بس جو شخص بولے، تو صرف خیر کی بات کرے۔''

ب: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ — أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ — فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: "قُدْهُ بِيَدِهِ." ❶

''بے شک نبی کریم ﷺ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک (ایسے) شخص کے پاس سے گزرے، جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا دھاگے یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور پھر فرمایا: ''اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی قیادت کرو۔''

ج: امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"أَقِلُّوا الْكَلَامَ فِي الطَّوَافِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ فِي الصَّلَاةِ." ❷

''طواف میں گفتگو قلیل کرو، کیونکہ بے شک تم نماز میں ہو۔''

تینوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

ا: تینوں حدیثوں سے طواف کے دوران گفتگو کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ امام ابن حبان نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ إِبَاحَةِ الْكَلَامِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ١٦٢٠، ٤٨٢/٣.

❷ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ٢٢٢/٥. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ٦١٤/٢).

الْعَتِيْقِ وَإِنْ كَانَ الطَّوَافُ صَلَاةً.]❶

[بیت عتیق کے گرد طواف کے نماز ہونے کے باوجود طواف کرنے والے کے لیے گفتگو کے جواز کے متعلق حدیث کا ذکر]

امام دارمی نے پہلی اور امام بخاری نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ]❷

[طواف میں گفتگو کے متعلق باب]

امام نسائی نے تیسری حدیث درج ذیل عنوان کے تحت نقل کی ہے:

[إِبَاحَةِ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ]❸

[طواف میں گفتگو کا جواز]

ب: طواف میں بے مہار گفتگو کی اجازت نہیں۔ اس موقع پر گفتگو کے دوران کچھ آداب کی پاسداری ضروری ہے۔ مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہونے والے آداب میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: گفتگو خیر کی ہو۔ بیہودہ اور لغو گفتگو سے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے۔ امام ابن خزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ التَّكَلُّمِ بِالْخَيْرِ فِيْ الطَّوَافِ وَالزَّجْرِ عَنِ الْكَلَامِ السَّيِّءِ فِيْهِ]❹

[طواف میں خیر کی بات چیت کی اجازت اور بُری بول چال کی ممانعت کے متعلق باب]

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، ۱۴۳/۹.

❷ سنن الدارمي، كتاب المناسك، ۴۴/۲؛ وصحيح البخاري، كتاب الحج، ۴۸۲/۳.

❸ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۲۲۲/۵.

❹ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۲۲۲/۴.

دوسری حدیث میں دورانِ طواف آنحضرت ﷺ کی گفتگو غلط کام سے روکنے اور اس کا ٹھیک متبادل کام بیان کرنے پر مشتمل تھی۔

۲: تیسری روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دورانِ طواف زیادہ بات چیت کرنے سے منع کرتے ہوئے قلیل بول چال پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ سندھی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یعنی اگرچہ اس میں گفتگو کرنا جائز ہے، لیکن تم زیادہ گفتگو نہ کرو، کیونکہ اس کے نماز کی مانند ہونے کا تقاضا تو یہ ہے، کہ اس میں سرے سے بات چیت ہی نہ کی جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس میں بول چال کی اجازت دی ہے، تو کم از کم اس بات کا تو اہتمام ہو، کہ اس میں زیادہ گفتگو نہ کی جائے۔"[1]

علاوہ ازیں طواف کرنے والے کو اپنے مالک رب العالمین کے گھر کے گرد چکر لگاتے ہوئے، ان سے گفتگو کرنے، ان کے روبرو اپنی حاجات پیش کرنے، انہیں اپنا دکھڑا سنانے کا انتہائی بیش قیمت موقع میسر آتا ہے۔ کس قدر حماقت ہے، کہ ان سے سلسلہ کلام توڑ کر وہ کسی بے کار بات چیت میں مشغول ہو جائے! أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ؟[2]

تنبیہ:

دورانِ طواف بعض لوگوں کا موبائل فون کے ذریعہ گفتگو میں مشغول ہونا باعثِ تعجب اور قابلِ افسوس ہے!

---

[1] حاشية السندي على سنن النسائي ٥/٢٢٢.

[2] [کیا تم بہتر چیز کے بدلے کمتر چیز مانگ رہے ہو؟]

۸: دورانِ طواف پانی پینے کی اجازت:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ طواف کے درمیان پانی پینے کی اجازت ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ مَاءً فِي الطَّوَافِ." ❶

"بے شک نبی کریم ﷺ نے طواف کرتے ہوئے پانی پیا۔"

اس حدیث سے دورانِ طواف پانی کا پینا ثابت ہوتا ہے۔ امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ إِذَا عَطِشَ أَنْ يَشْرَبَ فِيْ طَوَافِهِ.] ❷

[بیت عتیق کے گرد طواف کرنے والے کے لیے پیاس کی صورت میں پانی پینے کے جواز کا ذکر]

امام عبدالرزاق نے اپنی کتاب [المصنّف] کے ایک باب کا یہ عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الشَّرَابِ فِيْ الطَّوَافِ] ❸

[طواف میں پینے کے متعلق باب]

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث ٣٨٣٧، ٩/١٤٤-١٤٥؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ١/٤٦٠. امام حاکم نے اسے [غریب صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/٤٦٠؛ والتلخيص ١/٤٦٠). شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ٩/١٤٥).

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ٩/١٤٤.

❸ المصنّف، كتاب المناسك، ٥/٤٩٧.

امام عطاء فرماتے ہیں:

"لَا بَأْسَ أَنْ يَشْرَبَ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ." ❶

''بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے (پانی) پینے میں کچھ مضایقہ نہیں۔''

طواف کرنے والا اسی طرح حسبِ حاجت کوئی اور ہلکی پھلکی چیز بھی لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

۹: طواف میں تسلسل کا شرط نہ ہونا:

۱۰: دوبارہ طواف کرنے پر سابقہ چکروں کا شمار کرنا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ضرورت کی بنا پر طواف میں توقف کی اجازت ہے۔ علاوہ ازیں اس ٹھہرنے پر سابقہ لگائے ہوئے چکر ضائع نہیں ہوتے، بلکہ دوبارہ طواف شروع کرنے پر انہیں شمار کیا جائے گا۔ ذیل میں اس بارے میں پانچ روایات ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بے شک نبی کریم ﷺ نے طواف کرتے ہوئے پانی پیا۔'' ❷

ب: امام سعید بن منصور نے جمیل بن زید سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما طَافَ بِالْبَيْتِ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى مَعَ الْقَوْمِ، ثُمَّ قَامَ، فَبَنَى عَلَى مَا مَضَى مِنْ

❶ المصنّف، كتاب المناسك، رقم الرواية ۹۷۹۵، ۵/۴۹۷.

❷ اس حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص۱۹۲ میں ملاحظہ فرمایئے۔

طَوَافِهِ . "❶

''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، نماز کی اقامت ہوئی، تو انہوں نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے اپنے طواف کو وہیں سے شروع کیا، جہاں انہوں نے چھوڑا تھا۔''

ج: امام عبدالرزاق نے جمیل بن زید سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما طَافَ فِي يَوْمٍ حَارٍ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ قَعَدَ فِي الْحِجْرِ فَاسْتَرَاحَ، ثُمَّ قَامَ فَأَتَمَّ عَلَى مَا مَضَى . "❷

''بے شک انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو گرمی کے دن میں دیکھا، کہ انہوں نے طواف کے تین چکر لگائے، پھر انہوں نے حجر میں بیٹھ کر آرام کیا۔ پھر وہ اٹھے اور باقی ماندہ چکر پورے کیے۔''❸

د: امام بخاری نے تحریر کیا ہے، کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح ذکر کیا گیا❹ ہے۔❺

ہ: امام بخاری نے امام عطاء کے متعلق نقل کیا ہے، کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا، جو کہ طواف کر رہا ہو اور نماز کھڑی ہو جائے یا اسے اپنی جگہ سے ہٹایا

---

❶ منقول از: فتح الباري ۳/ ٤٨٤؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۹/ ۲٦٦. امام بخاری نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ۳/ ٤٨٤).

❷ المصنف، كتاب المناسك، باب الجلوس في الطواف والقيام فيه، رقم الرواية ۸۹۸۰، ٥/ ٥٦.

❸ یعنی سابقہ لگائے ہوئے چکروں کو شمار کر کے صرف باقی ماندہ چار چکر لگائے۔

❹ مراد یہ ہے، کہ طواف کے دوران توقف کی صورت میں، طواف دوبارہ شروع کرنے پر سابقہ لگائے ہوئے چکروں کو شمار کرنا۔

❺ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ۳/ ٤٨٤.

جائے، کہ وہ:

"إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلٰى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ." ❶

''جب سلام پھیرے، تو طواف وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اسے منقطع کیا گیا تھا۔''

مذکورہ بالا روایات کے حوالے سے چار باتیں:

ا: علامہ ابوبکر کاسانی لکھتے ہیں:

"اَلْمُوَالَاةُ فِي الطَّوَافِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ، حَتّٰى لَوْ خَرَجَ الطَّائِفُ مِنْ طَوَافِهِ لِصَلَاةِ جَنَازَةٍ أَوْ مَكْتُوْبَةٍ أَوْ لِتَجْدِيْدِ وَضُوْءٍ، ثُمَّ عَادَ بَنٰى عَلٰى طَوَافِهِ، وَلَا يَلْزَمُهُ الْاِسْتِئْنَافُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ ❷ مُطْلَقًا عَنْ شَرْطِ الْمُوَالَاةِ؛ وَرُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الطَّوَافِ، وَدَخَلَ السِّقَايَةَ، فَاسْتَسْقٰى، فَسُقِيَ، فَشَرِبَ، ثُمَّ عَادَ، وَبَنٰى عَلٰى طَوَافِهِ. وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ." ❸

''طواف میں تسلسل کا برقرار رکھنا شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر طواف کرنے والا نمازِ جنازہ یا فرض نماز یا وضو کی تجدید کے لیے طواف سے نکل جائے اور پھر واپس آئے، تو (طواف کی) بنیاد سابقہ طواف پر رکھے گا اور اس پر ازسرِ نو طواف کا آغاز کرنا لازم نہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے، کہ ارشاد باری تعالیٰ: [اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں] میں

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ٣/٤٨٤.

❷ سورة الحج / جزء من الآية ٢٩.

❸ بدائع الصنائع ٢/١٣٠.

تسلسل کے برقرار رکھنے کی شرط کے بغیر طواف کا حکم دیا گیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے منقول روایت کی بنا پر ہے، کہ بے شک آنحضرت ﷺ طواف سے نکل کر (حجاج کے) پانی پینے کی جگہ تشریف لے گئے۔ آپ نے پانی طلب کیا۔ پانی پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے پیا، پھر واپس طواف کے لیے آئے اور اپنے سابقہ طواف پر (نئے چکروں) کی بنیاد رکھی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔"

ب: مذکورہ بالا چار روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ طواف کے دوران فرض نماز، آرام یا کسی اور ضرورت کی بنا پر ٹھہرنے میں کچھ مضایقہ نہیں۔ دوبارہ طواف شروع کرنے پر سابقہ چکروں کو شمار کیا جائے گا۔ جمہور علمائے امت کی یہی رائے ہے، [1] البتہ تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ، اسحاق اور ابوثور کے نزدیک فرض نماز کھڑی ہونے پر طواف روک کر جماعت میں شامل ہو جائے اور جماعت سے فراغت کے بعد سابقہ لگائے ہوئے چکر شمار کر کے بقیہ چکر پورے کرے۔

ج: نمازِ جنازہ کی صورت میں امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک طواف جاری رکھنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ کی رائے میں اس صورت میں طواف چھوڑ کر نمازِ جنازہ میں شریک ہو جائے اور اس سے فارغ ہو کر طواف کے بقیہ چکر پورے کرے۔ [2]

افضلیت میں اختلاف کے باوجود سابقہ چکروں کو شمار کرنے میں طواف کرنے والوں کے لیے آسانی ہے اور اب حج اور رمضان کے دنوں میں تو اس آسانی کی اہمیت اور فائدہ مزید بڑھ جاتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی تَيْسِيْرِهٖ.

---

[1] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاریء ۹/۲۶٦؛ وفتح الباري ۳/٤٨٤.

[2] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاريء ۹/۲٦٦؛ وفتح الباري ۳/٤٨٤.

د: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء سے استفسار کیا گیا، کہ فرض نماز کی جماعت شروع ہونے پر پانچویں چکر کے درمیان سے طواف چھوڑ کر نماز میں شریک ہونے والا، بعد میں اپنے طواف کی ابتدا کہاں سے کرے؟

دائمی مجلس نے اپنے جواب میں تحریر کیا:

"اَلصَّحِيْحُ أَنَّهُ لَا يُلْغِي الشَّوْطَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، بَلْ يَبْدَأُ إِتْمَامَ هٰذَا الشَّوْطِ مِنْ حَيْثُ قَطَعَهُ مِنْ أَجْلِ صَلَاتِهِ مَعَ الْإِمَامِ." ❶

"صحیح (بات) یہ ہے، کہ وہ ایسی حالت میں (شروع کیے ہوئے) چکر کو لغو نہ کرے، بلکہ امام کے ساتھ نماز کی خاطر جس جگہ سے چکر چھوڑا تھا، وہیں سے اسے مکمل کرلے۔"

۱۱: طواف کی دو رکعتوں کے لیے جگہ کی پابندی نہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں طواف کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں۔ ❷ لیکن ان رکعتوں کو اس مقام پر ادا کرنے کی پابندی نہیں، بلکہ طواف کرنے والا جہاں چاہے، مسجد حرام کے اندر یا باہر، انہیں ادا کرے۔ ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں ملاحظہ فرمایئے:

۱: امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے،

---

❶ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم ٧٣٠٦، ١١/ ٢٣٠.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من صلّى ركعتي الطواف خلف المقام، رقم الحديث ١٦٢٧، عن ابن عمر رضي الله عنهما، ٣/ ٤٨٧؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، رقم الحديث ١٤٧ ـ (١٢١٨)، عن جابر رضي الله عنه، ٢/ ٨٨٧.

کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

''جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں، تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔''

''فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ .''❶

''پس انہوں نے ایسے ہی کیا اور باہر نکلنے تک (طواف کی) نماز نہ پڑھی۔''

ب: امام مالک نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے خبر دی:

''بے شک انہوں نے نمازِ صبح کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ طواف کر چکے، تو انہوں نے دیکھا، کہ سورج طلوع نہیں ہوا تھا، پس وہ سوار (ہو کر روانہ) ہو گئے، یہاں تک کہ انہوں نے ذی طوی میں اپنی سواری کو بٹھایا اور دو رکعتیں ادا کیں۔''❷

اور [ذی طوی] مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔❸

ایک دوسری روایت میں ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ نے (نمازِ) صبح کے بعد طواف کیا، پھر مدینہ (طیبہ) کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ذی طویٰ پہنچے، تو سورج طلوع ہو چکا تھا، تو انہوں نے (طواف کی) دو رکعتیں ادا کیں۔''❹

دونوں روایتوں کے حوالے سے تین باتیں:

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ١٦٢٦ باختصار، ٤٨٦/٣.

❷ الموطأ، كتاب الحج، باب الصلاة بعد الصبح والعصر في الطواف، رقم الرواية ١١٧، ٣٦٨/١.

❸ كشف المغطّا عن وجه الموطأ، ص ٣٨٧، هامش ٢.

❹ منقول از: فتح الباري ٤٨٩/٣.

ا: حافظ ابن حجر پہلی روایت کے الفاظ [حَتّٰی خَرَجَتْ] [یہاں تک کہ وہ نکل گئیں] کی شرح میں لکھتے ہیں:

"أَيْ مِنَ الْمَسْجِدِ أَوْ مِنْ مَكَّةَ ."❶

''یعنی مسجد (حرام) سے یا مکہ سے۔''

حافظ رحمہ اللہ مزید تحریر کرتے ہیں:

"فَدَلَّ عَلٰى جَوَازِ صَلَاةِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ، إِذْ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ شَرْطًا لَازِمًا، لَمَا أَقَرَّهَا النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى ذٰلِكَ ."❷

''یہ (بات) مسجد (حرام) کے باہر نمازِ طواف ادا کرنے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ اگر وہ (یعنی مسجد حرام ہی میں نمازِ طواف ادا کرنا) لازمی شرط ہوتی، تو نبی کریم ﷺ خاموش رہ کر اسے درست قرار نہ دیتے۔''

ب: امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ]❸

[طواف کی دو رکعتیں مسجد سے باہر پڑھنے والے شخص کے متعلق باب]

اس عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں:

"هٰذِهِ التَّرْجَمَةُ مَعْقُوْدَةٌ لِبَيَانِ إِجْزَاءِ صَلَاةِ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ أَرَادَ الطَّائِفُ، وَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ خَلْفَ الْمُقَامِ أَفْضَلُ ."❹

''اس عنوان کے تحریر کرنے کا مقصود یہ ہے، کہ جہاں بھی طواف کرنے

---

❶ فتح الباري ٣/٤٨٧.
❷ المرجع السابق ٣/٤٨٧.
❸ صحيح البخاري ٣/٤٨٦.
❹ فتح الباري ٣/٤٨٦.

والا دو رکعتیں پڑھنا چاہے، وہ ادا ہو جائیں گی، اگرچہ انہیں مقام [ابراہیم علیہ السلام] کے پیچھے پڑھنا افضل ہے۔''

ج: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَرْكَعَهُمَا خَلْفَ الْمَقَامِ، وَحَيْثُ رَكَعَهُمَا جَازَ.''❶

''انہیں (یعنی طواف کی دو رکعتوں کو) مقام (ابراہیم علیہ السلام) کے پیچھے پڑھنا مستحب اور کسی بھی دوسری جگہ پڑھنا جائز ہے۔''

۱۲: دخولِ کعبہ کا واجب نہ ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے، لیکن امت پر اسے واجب نہیں کیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے باہر تشریف لاکر وہ بات فرمائی، جس سے اس کے واجب ہونے کی نفی ہوئی۔

حضرات ائمہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں سے شاداں و فرحاں نکلے، پھر واپس تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین تھے۔ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے ہاں سے ایسے ایسے (خوش وخرم) گئے تھے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ ملاحظہ ہو: المغني ٥/٢٣١-٢٣٢؛ نیز ملاحظہ ہو: كتاب المجموع شرح المهذب ٨/٥٣-٥٨؛ ومناسك الحج والعمرة للإمام النووي ص ٢٤٥؛ وأحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ١٤٢؛ والتحقيق والإيضاح للشيخ ابن باز ص ١٥٧، (المطبوع مع شرحه الإفصاح).

"إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ، وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ. إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُوْنَ أَتْعَبْتُ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي." ❶

"بے شک میں کعبہ میں داخل ہوا، میں نے چاہا، کہ میں ایسے نہ کرتا۔ مجھے خدشہ ہے، کہ (اس طرح) میں نے بعد میں آنے والی اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔"

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسبِ ذیل عنوان اور عبارت تحریر کی ہے:

[بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيْلِ أَنَّ دُخُوْلَ الْكَعْبَةِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، إِذِ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْلَمَ بَعْدَ دُخُوْلِهِ إِيَّاهَا أَنَّهُ وَدَّ إِنْ لَّمْ يَكُنْ دَخَلَهَا مَخَافَةَ إِتْعَابِ أُمَّتِهِ بَعْدَهُ. وَهٰذَا كَتَرْكِهِ ﷺ بَعْضَ التَّطَوُّعِ، وَالَّذِيْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَفْعَلَهُ لِإِرَادَةِ التَّخْفِيْفِ عَلٰى أُمَّتِهِ ﷺ.] ❷

[دخولِ کعبہ کے واجب نہ ہونے کی دلیل کے ذکر کے متعلق باب، کیونکہ اس میں داخل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے بتلایا، کہ ان کے بعد

---

❶ المسند، رقم الحديث ۲۵۰۵۶، ۵۰۴/۴۱ـ۵۰۵؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في دخول الكعبة، رقم الحديث ۲۰۲۷، ۷/۶؛ وجامع الترمذي، باب ما جاء في دخول الكعبة، رقم الحديث ۸۷۴، ۵۱۹/۳ـ۵۲۰؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب دخول الكعبة، رقم الحديث ۳۰۶۴، ۱۲۲/۹ـ۱۲۴، وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۳۰۱۴، ۳۳۳/۴؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ۴۷۹/۱. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [صحیح]؛ امام حاکم نے [صحیح الاسناد]، حافظ ذہبی نے [صحیح] ڈاکٹر اعظمی اور شیخ جانباز نے [صحیح الاسناد] اور شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۵۲۰/۳؛ والمستدرك ۴۷۹/۱؛ والتلخيص ۴۷۹/۱؛ وهامش صحيح ابن خزيمة ۳۳۳/۴؛ وإنجاز الحاجة ۱۲۴/۹؛ وهامش المسند ۵۰۵/۴۱).

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۳۳۳/۴.

امت کے مشقت میں پڑنے کے اندیشے کی بنا پر ان کی خواہش تھی، کہ وہ اس میں داخل نہ ہوتے۔ یہ اسی طرح ہے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ بعض نفلی کام خواہش کے باوجود امت پر تخفیف کی خاطر چھوڑ دیتے۔]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"دَخُوْلُ الْكَعْبَةِ لَيْسَ بِفَرْضٍ وَلَا سُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ، بَلْ دُخُوْلُهَا حَسَنٌ، وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْهَا فِي الْحَجِّ وَلَا فِي الْعُمْرَةِ، لَا عُمْرَةِ الْجِعْرَانَةِ، وَلَا عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ، وَإِنَّمَا دَخَلَهَا عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ." ❶

''کعبہ میں داخل ہونا ہے نہ فرض ہے اور نہ ہی سنت مؤکدہ، البتہ اس میں داخل ہونا مستحب ہے۔ نبی کریم ﷺ حج اور کسی بھی عمرے کے دوران اس میں داخل نہ ہوئے، نہ عمرہ جعرانہ ❷ میں اور نہ ہی صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال والے عمرے میں۔ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ہی اس میں داخل ہوئے۔'' ❸

۱۳: حطیم میں نماز کا کعبۃ اللہ کے اندر کی نماز ہونا:

حج وعمرہ کرنے والوں کی ایک شدید خواہش کعبۃ اللہ میں داخل ہوکر نماز ادا کرنا ہوتی ہے۔ رب ذوالجلال کی قدرت وحکمت، کہ قریش نے حلال مال کی کمی کی وجہ سے کعبۃ اللہ کا کچھ حصہ تعمیر کیے بغیر چھوڑ دیا، جوکہ حطیم یا حِجرْ کے نام سے مشہور ہے اور

---

❶ أحكام مناسك الحج والعمرة ص ۲۰۱.

❷ ۸ ہجری میں غزوہ حنین کے بعد آنحضرت ﷺ نے جعرانہ کے مقام سے احرام باندھ کر کیا۔ (ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/ ۹۱).

❸ صلح حدیبیہ ٦ ہجری کے اگلے سال ذوالقعدہ ۷ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے کیا۔ (ملاحظہ ہو: اٹلس سیرت نبوی ﷺ ص ۳۶۷).

اس میں نماز کعبۃ اللہ ہی میں نماز ہے۔

حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ وَأُصَلِّيْ فِيْهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ، فَأَدْخَلَنِي الْحِجْرَ، وَقَالَ:

"يَا عَائِشَةُ! إِنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اسْتَقْصَرُوْا، فَأَخْرَجُوْا الْحِجْرَ مِنَ الْبَيْتِ، فَإِذَا أَرَدْتِّ أَنْ تُصَلِّيْنَ فِي الْبَيْتِ فَصَلِّيْ فِي الْحِجْرِ، فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ". [1]

"میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حطیم میں داخل کر دیا اور فرمایا:

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! درحقیقت جب تمہاری قوم نے کعبہ کو تعمیر کیا، تو ان کے پاس رقم کم ہو گئی، تو انہوں نے حطیم (والا حصہ) بیت (اللہ) سے باہر رہنے دیا۔ سو جب تم بیت (اللہ) کے اندر نماز پڑھنا چاہو، تو حطیم میں نماز پڑھ لو، کیونکہ وہ بیت (اللہ) کا ہی حصہ ہے۔"

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الصَّلَاةِ فِي الْحِجْرِ إِذَا لَمْ يُمَكَّنْ دُخُوْلُ

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة في الحجر، رقم الحديث ۲۰۲٦، ٦/٦؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، كتاب الصلاة في الحجر، ٢١٩/٥؛ وجامع الترمذي، باب ما جاء في الصلاة في الحجر، رقم الحديث ۸۷۷، ۳/٥٢٤؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۳۰۱۸، ٤/٣٢٥. الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ (شیخ البانی نے سنن کی روایت کو [حسن صحیح] اور ڈاکٹر اعظمی نے ابن خزیمہ کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/٣٨١؛ وهامش صحيح ابن خزيمة، ٣٣٥/٤).

الْكَعْبَةِ إِذْ بَعْضُ الْحِجْرِ مِنَ الْبَيْتِ][1]

[جب کعبہ میں داخلہ ممکن نہ ہو، تو حطیم میں نماز (ادا کرنے) کا مستحب ہونا، کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ[2] بیت (اللہ) میں سے ہے]

۱۴: طواف اور سعی کے درمیان وقفہ کرنا:

طواف کے متصل بعد سعی کرنا مستحب اور افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی کیا،[3] لیکن اگر کوئی شخص ان دونوں کے درمیان وقفہ کرلے، تو اس پر نہ گناہ ہے اور نہ فدیہ۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں بعض علمائے امت کے اقوال وافعال درج کیے جارہے ہیں:

ا: امام احمد نے فرمایا:

"لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَخِّرَ السَّعْيَ حَتَّى يَسْتَرِيْحَ أَوْ إِلَى الْعَشِيِّ."[4]

[سعی کو آرام کرنے یا پچھلے پہر تک مؤخر کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں۔]

ب: علامہ ابن قدامہ نے تحریر کیا ہے:

"وَكَانَ عَطَاءٌ وَالْحَسَنُ لَا يَرَيَانِ بَأْسًا لِمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ أَوَّلَ النَّهَارِ، أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ إِلَى الْعَشِيِّ. وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ."[5]

---

[1] صحيح ابن خزيمة ٤/٣٣٥.

[2] ایک روایت میں ہے، کہ وہ حصہ چھ بالشت کے برابر ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول / جزء من رقم الحديث: ٤٣).

[3] ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ١٤٧ـ(١٢١٨)، ٢/٨٨٨.

[4] المغني ٥/٢٤٠.

[5] المرجع السابق ٥/٢٤٠.

''عطاء اور حسن دن کے اوّلین حصے میں طواف کرنے والے کے لیے پچھلے پہر تک صفا ومروہ کی سعی کو مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قاسم ❶ اور سعید بن جبیر نے ایسے ہی کیا۔''

ج: علامہ رحمہ اللہ ہی نے مزید قلم بند کیا ہے:

جب سعی کے اپنے چکروں کے درمیان تسلسل کا برقرار رکھنا واجب نہیں، تو طواف اور سعی کے درمیان تو یہ بطریق اولیٰ ضروری نہیں ہوگا۔ ❷

د: سعودی دائمی مجلس برائے علمی بحوث وافتاء نے سعی کو طواف کے بعد تاخیر سے کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں اپنے فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

"سَعْيُكَ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَوْ بَعْدَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ صَحِيْحٌ، وَلَا حَرَجَ عَلَيْكَ فِي تَأْخِيرِهِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شُرُوْطِ صِحَّتِهِ أَنْ يَكُوْنَ مُتَّصِلًا بِالطَّوَافِ، لٰكِنْ مِنَ الْكَمَالِ أَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ الطَّوَافِ مُتَّصِلًا بِهِ، تَأَسِّيًا بِالنَّبِيِّ ﷺ." ❸

''تمہاری ایام تشریق کے آخر میں یا ان کے بعد سعی درست ہے اور اس کے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ اس کے درست ہونے کے لیے طواف سے متصل ہونا ضروری نہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے خوبی والی بات یہ ہے، کہ وہ طواف کے متصل بعد ہو۔''

اسی سلسلے میں ایک اور سوال کے جواب میں دائمی مجلس نے حسبِ ذیل فتویٰ دیا ہے:

---

❶ قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابوالزناد فرماتے ہیں: ''میں نے ان سے زیادہ سنت کو جاننے والا نہیں دیکھا۔'' اور امام مالک نے فرمایا: ''قاسم اس امت کے فقہاء میں سے تھے۔'' (ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب ٣٣٤/٨).

❷ ملاحظہ ہو: المغني ٥/ ٢٤٠.

❸ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (٢٤٤٥)، ٢٦٢/١١-٢٦٣.

"اَلسُّنَّةُ أَنْ يَكُوْنَ السَّعْيُ مُتَّصِلًا بِالطَّوَافِ بِقَدرِ الْإِسْتِطَاعَةِ، فَإِنْ أَخَّرَ السَّعْيَ كَثِيْرًا، ثُمَّ سَعَى أَجزَأَهُ." ❶

"سنت یہ ہے، کہ سعی کو طواف کے متصل (بعد) کیا جائے، لیکن اگر زیادہ تاخیر کرنے کے بعد سعی کی، تو تب بھی وہ کفایت کر جائے گی۔"

۱۵: سعی کے لیے طہارت کا شرط نہ ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لیے طہارت شرط نہیں۔ ذیل میں اس کے متعلق تین دلائل ملاحظہ فرمایئے:

۱: امام مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ جب حجۃ الوداع میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حیض کے شروع ہونے کی خبر دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِفْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ." ❷

"جو حج کرنے والا کرتا ہے، تم (بھی) کرو، سوائے اس (بات) کے، کہ پاک ہونے تک بیت (اللہ) کا طواف نہیں کرنا۔"

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی عورت کو بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر تمام مناسک حج ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور انہی میں سے صفا و مروہ کے درمیان سعی ہے۔ اگر سعی کے لیے طہارت شرط ہوتی، تو

---

❶ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوی رقم ٦٠٤٤، ١١/٢٦٣-٢٦٤.

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوه الإحرام......، جزء من رقم الحديث ١٢٠ (١٢١١)، ٢/٨٧٤.

حائضہ کو اس کی اجازت کیسے دی جاتی؟

علامہ قرطبی نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابٌ تَفْعَلُ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ جَمِيعَ الْمَنَاسِكِ إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ] ❶

[بیت (اللہ) کے طواف کے سوا حیض اور نفاس والی عورت کے تمام اعمال حج کرنے کے متعلق باب]

حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

''اس میں حیض اور زچگی والی عورت، بے وضو اور جنابت والے شخص کے طواف اور اس کی دو رکعتوں کے علاوہ، حج میں کیے ہوئے دیگر تمام افعال، اقوال اور باتوں کے درست ہونے کی دلیل ہے۔'' ❷

ب: حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"إِذَا طَافَتِ الْمَرْأَةُ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّتْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ حَاضَتْ، فَلْتَطُفْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ." ❸

''جب عورت کو بیت (اللہ) کے طواف اور دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد حیض آئے، تو وہ صفا و مروہ کی سعی کرے۔''

ج: سعی کا عمل بیت اللہ سے متعلق نہیں، لہٰذا اس کے لیے طہارت شرط نہیں، جس طرح کہ وقوف عرفات کے لیے شرط نہیں۔ ❹

---

❶ المفهم ۳/۳۰۵.

❷ شرح النووي ۸/۱٤٦.

❸ منقول از: المغني ٥/٢٤٦؛ نیز ملاحظہ ہو: موسوعة فقه عائشة أم المومنين رضي الله عنها ص ٢٨٣.

❹ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ٢/١٣٥؛ والمغني ٥/٢٤٦.

اس آسانی کے حوالے سے تین باتیں:

سعی کے دوران حالتِ طہارت میں رہنا مستحب ہے۔ ❶

ب: آج کل حائضہ اور زچہ سعی نہیں کرسکتی، کیونکہ سعی کی جگہ مسجد کے اندر شامل ہوچکی ہے اور ایسی خواتین کا مسجد میں داخلہ درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

ج: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے اپنے ایک فتوی میں تحریر کیا ہے:

"سَعْيُكِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ صَحِيْحٌ، وَلَوْ كَانَ بِدُوْنِ طَهَارَةٍ، لِأَنَّهَا لَا تُشْتَرَطُ فِي السَّعْيِ." ❷

''صفا مروہ کے درمیان تمہاری سعی، اگرچہ وہ طہارت کے بغیر تھی، درست ہے، کیونکہ وہ (طہارت) سعی کے لیے شرط نہیں''

۱۶: حج میں طواف سے پہلے سعی:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں پہلے طواف، پھر سعی کی، لیکن آپ ﷺ نے [طواف سے پہلے سعی] کے متعلق [کوئی حرج نہیں] فرما کر امت کے لیے آسانی فرمادی۔

امام ابوداود نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلا۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس

---

❶ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۱۳۵/۳؛ والمغني ۲۴۶/۵؛ وكتاب الإيضاح في مناسك الحج والعمرة ص ۲۶۰.

❷ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى رقم (۱۱۹۷۲)، ۲۶۴/۱۱.

[مسائل دریافت کرنے کی خاطر] آتے تھے۔

پس جس شخص نے عرض کیا:

"یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! سَعَیْتُ قَبْلَ أَنْ أَطُوْفَ أَوْ قَدَّمْتُ شَیْئًا أَوْ أَخَّرْتُ شَیْئًا."

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے طواف سے پہلے سعی کی یا کسی اور چیز کو [اس کی متعین ترتیب سے] پہلے کیا یا بعد میں کیا۔''

تو آنحضرت ﷺ فرماتے:

"لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ إِلَّا عَلٰی رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ، فَذٰلِكَ الَّذِي حَرِجَ وَهَلَكَ."❶

''کوئی مضایقہ نہیں، کوئی مضایقہ نہیں، ہاں البتہ اس شخص نے برا کام کیا اور وہ برباد ہوا، جس نے کسی مسلمان کی عزت ناحق پامال کی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سعی سے پہلے طواف کرنے کے متعلق [کوئی مضایقہ نہیں] فرما کر امت کے لیے سہولت اور آسانی فرمادی۔ فَصَلَوَاتُ رَبِّيْ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

تنبیہ:

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ تفصیل کی روشنی میں طواف سے پہلے کی ہوئی سعی قصداً ہو یا سہواً، لاعلمی کی وجہ سے، یا اصل ترتیب کو جانتے ہوئے، بہرصورت یہ

---

❶ سنن أبي داود، کتاب الحج، باب فیمن قدّم شیئا قبل شيء في حجه، رقم الحدیث: ۲۰۱۳، ۵/۳۴۴. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۱/۳۷۹).

سعی شرعاً درست ہوگی اور اس طرح کرنے سے نہ گناہ ہوگا اور نہ ہی دم واجب ہوگا۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى تَيْسِيْرِهٖ.

۱۷: قارن ❶ پر ایک سعی کا ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج قِران کرنے والوں پر صرف ایک سعی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر طوافِ قدوم کے ساتھ سعی کرنے کی صورت میں طواف افاضہ کے بعد سعی نہیں ہوتی۔ ذیل میں اس بارے میں تین احادیث ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا." ❷

''نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے صفا و مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سعی کی۔''

صحیح مسلم ہی میں ایک دوسری روایت میں ہے:

"إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا، طَوَافَهُ الْأَوَّلَ." ❸

''صرف ایک سعی کی (اور وہ) آپ ﷺ کی پہلی سعی (تھی)''

ب: حضرات ائمہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ یعنی وہ حج کرنے والا، جو ایک ہی سفر میں، ایک ہی دفعہ احرام باندھ کر حج اور عمرہ کرے۔
❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ٢٦٥ـ(١٢٧٩)، ٢/ ٩٣٠.
❸ المرجع السابق ٢/ ٩٣١.

"مَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَجْزَأَهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ، وَسَعْيٌ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا." ❶

''جس شخص نے حج اور عمرے کا احرام باندھا، اسے دونوں کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کفایت کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ دونوں سے حلال ہو جائے۔''

ج: امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، پس ہم نے عمرے کے لیے تلبیہ پکارا، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا."

''جس کے ہمراہ قربانی (کا جانور) ہے، وہ حج اور عمرے (دونوں کے لیے ایک ساتھ) تلبیہ پکارے، پھر ان دونوں سے ایک ساتھ حلال ہو۔''

"فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى. وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ

---

❶ المسند، رقم الحديث ٥٣٥٠، ٧/١٨٨ـ١٨٩؛ وجامع الترمذي، كتاب الحج، رقم الحديث ٩٥٥، ٤/١٨؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب طواف القارن، رقم الحديث ٢٩٧٥، ٨/٦١٧؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب القران، ذكر الخبر المدحض قول من زعم أن القارن يطوف طوافين ويسعى سعيين، رقم الحديث ٣٩١٦، ٩/٢٢٤ـ٢٢٥. الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ شیخ احمد شاکر نے المسند کی [سند کو صحیح] اور شیخ البانی نے سنن الترمذی کی [حدیث کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٧/١٨٨؛ وصحيح سنن الترمذي ١/٢٨٠). حافظ ابن حجر نے سنن سعید بن منصور کے حوالے سے اسے نقل کرکے اس پر کی گئی تنقید کا رد کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ٤/٤٩٤).

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا. "❶

''عمرے کا تلبیہ پکارنے والوں نے سعی کی، پھر حلال ہوگئے، پھر انہوں نے منٰی سے واپسی کے بعد دوبارہ ایک سعی کی، لیکن حج اور عمرے کو جمع کرنے والوں نے ایک ہی (دفعہ) سعی کی۔''

ان احادیث کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ بَيَانِ أَنَّ السَّعْيَ لَا يُكَرَّرُ]❷

[سعی کے دوبارہ نہ کرنے کے متعلق باب]

حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

''یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ کے حج قران کرنے والے صحابہ نے صفا و مروہ کے درمیان صرف ایک بار سعی کی۔ حج تمتع کرنے والے صحابہ نے دو دفعہ سعی کی۔ ایک مرتبہ عمرے کی اور دوسری بار قربانی کے دن حج کی۔''❸

امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب [الصحیح] میں درجِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَـابُ تَـرْكِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَعَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ لِلْمُفْرِدِ وَالْقَارِنِ]❹

[مفرد اور قارن کے لیے طواف زیارت کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان سعی چھوڑنے کے متعلق باب]

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب طواف القارن، رقم الحديث ١٦٣٨، ٣/٤٩٣ـ٤٩٤.

❷ صحيح مسلم ٢/٩٣٠.

❸ شرح النووي ٨/١٦٢ـ١٦٣.

❹ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/٣٠٨.

ب: تیسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: ''ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى'' سے مراد یہ ہے، کہ عمرہ کے بعد حلال ہونے والوں نے منیٰ سے واپسی پر دوسری مرتبہ سعی کی۔ ان کی پہلی سعی عمرے کے دوران تھی۔ اس سے یہ مراد نہیں، کہ انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، کیونکہ یہ طواف تو حج کا رکن ہے اور حج تمتع اور حج قران والے سب ہی اسے کرتے ہیں۔ اس مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ کام بتلا رہی ہیں، جو حج تمتع کرنے والوں نے کیا اور حج قران والوں نے نہ کیا۔ ❶

ج: حضراتِ صحابہ عائشہ، ابن عمر، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور حضرات ائمہ طاوس، عطاء، حسن بصری، مجاہد، مالک، شافعی، ابن ماجشون، احمد، اسحٰق، داؤد اور ابن منذر کے نزدیک حج قران والوں پر ایک سعی ہے۔ البتہ حضرات ائمہ شعبی، نخعی، جابر بن زید، عبدالرحمٰن بن اسود، ثوری، حسن بن صالح اور ابوحنیفہ کی رائے میں حج قران والے پر دو مرتبہ سعی کرنا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ ❷

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں حج قران والوں پر ایک سعی ہونے کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی.

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم لکھتے ہیں:

''وَالْقَارِنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا سَعْيٌ وَاحِدٌ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ حَدِيْثُ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ الْمَذْكُوْرُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ.'' ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: مجموع فتاوی سماحة الشيخ عبد العزيز بن باز ۱/ ۲۷۵۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي: ۸/ ۱۶۳۔

❸ التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة (المطبوع مع شرحه الإفصاح) ص ۲۱۳۔۲۱۴؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص۳۷؛ وهامش ⇦⇦

''حج قران والے پر ایک ہی سعی ہوتی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔''

۱۸: عمرہ کرنے کے بعد وقوفِ عرفات تک طواف کا ضروری نہ ہونا:

حج وعمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ عمرے سے فراغت اور وقوفِ عرفات کے درمیانی وقت میں طواف کرنا ضروری نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ تشریف لا کر طواف وسعی کی، پھر وقوف عرفات تک کوئی نفلی طواف نہ کیا۔

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا، حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ." ❶

''نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے۔ طواف اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کی۔ طواف کرنے کے بعد عرفات سے واپس آنے تک (خانہ) کعبہ کے قریب نہ گئے۔''

مقصود یہ ہے، کہ مکہ مکرمہ آمد کے موقع پر طواف اور سعی کے بعد آنحضرت ﷺ نے عرفات سے واپس آنے تک کے درمیانی وقت میں کوئی نفلی طواف نہ کیا۔ ❷

⇐⇐زاد المعاد للشيخين شعيب ارناؤط وعبد القادر ارناؤوط ۲/ ۱۵۰. تنبیہ: امام ابن قیم نے اس بارے میں تفصیلی اور نہایت عمدہ گفتگو کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/ ۱۴۴۔ ۱۵۰).

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من لم يقرب الكعبة ولم يطف حتى يخرج إلى عرفة ويرجع بعد الطواف الأول، رقم الحديث ۱۶۲۵، ۳/ ۴۸۵.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/ ۴۸۶.

حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں:

اس کا مقصود یہ نہیں، کہ حج کرنے والے کو وقوفِ عرفات سے پہلے نفلی طواف سے روکا جائے گا۔ شاید نبی کریم ﷺ نے طواف اس وجہ سے چھوڑا ہو، کہ کوئی اسے واجب نہ سمجھ لے اور آنحضرت ﷺ اپنی امت کے لیے آسانی پسند فرماتے تھے۔ [1]

تنبیہ:

حج کے لیے گھر بار چھوڑ کر آنے والے لوگ نفلی طواف کے لیے نہ آنے کی صورت میں بے کار باتیں دیکھنے، سننے اور کرنے میں اپنے اوقات برباد نہ کریں، بلکہ وہ جہاں بھی قیام کر رہے ہوں، رب تعالیٰ کے مہمان بننے کے اس موقع سے عبادت، دعائیں اور ذکر کر کے خوب خوب فائدہ اٹھائیں۔ معلوم نہیں، کہ پھر یہ موقع میسر آئے یا نہ آئے۔

❀❀❀❀

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۴۸۶؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۹/۲۶۸.

- ح -

عرفات سے متعلقہ آسانیاں

۱: یوم عرفہ کے تعین میں غلطی کا حج پر اثر انداز نہ ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک عظیم آسانی یہ ہے، کہ اگر ذوالحجہ کے چاند کی پہلی تاریخ کے حوالے سے غلطی کی بنا پر یوم عرفہ کے تعین میں چوک ہو جائے اور لوگ حقیقی دن کی بجائے پہلے یا بعد میں وقوفِ عرفات کریں، تو اس سے ان کا حج متاثر نہیں ہوتا۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ، وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ، وَالْأَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ.''[1]

''روزہ تمہارے روزہ رکھنے کے دن ہے، روزہ چھوڑنے (یعنی عید

---

[1] سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب إذا أخطأ الهلال، جزء من رقم الحدیث ۲۳۲۱، ۶/۳۱۶-۳۱۷؛ وجامع الترمذي، أبواب الصوم، رقم الحدیث ۶۹۳، ۳/۳۱۲؛ وسنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب شَهْرَيْ عید، رقم الحدیث ۱۶۶۰، ۵/۵۵۲-۵۵۳؛ وسنن الدارقطني، کتاب الصیام، جزء من رقم الحدیث ۳۱، ۲/۱۶۳، والسنن الکبری للبیهقي، کتاب الحج، رقم الحدیث ۹۸۲۶، ۵/۲۸۶. الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن غریب) اور شیخ البانی نے (صحیح) قرار دیا ہے۔ علامہ شوکانی اس کی سند کے راویان کو (ثقہ) قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۳۱۲؛ وصحیح سنن الترمذي ۱/۲۱۳؛ ونیل الأوطار ۳/۳۸۳).

الفطر) کا دن تمہارے روزہ چھوڑنے کے دن ہے اور قربانی (یعنی عید الاضحیٰ) کا دن تمہارے قربانی کرنے کے دن ہے۔''

ب: امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ يُضَحِّيُ النَّاسُ." ❶

''روزہ چھوڑنے (یعنی عید الفطر) کا دن لوگوں کے روزہ چھوڑنے کے دن ہے اور قربانی (یعنی عید الاضحیٰ) کا دن جس دن لوگ قربانی کریں۔''

دونوں روایتوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: امام ترمذی نے پہلی حدیث کے متعلق بعض اہل علم کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"إِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا: اَلصَّوْمُ وَالْفِطْرُ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَعِظَمِ النَّاسِ." ❷

''بے شک اس کا معنی یہ ہے: روزے کا رکھنا اور چھوڑنا جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہے۔''

علامہ عظیم آبادی اہلِ علم کے اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يَعْنِيْ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ مَقْبُوْلٌ." ❸

''یعنی وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔'' ❹

---

❶ جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ما جاء في الفطر والأضحى متى يكون؟، رقم الحديث ۷۹۹، ۳/۴۳۲. شیخ البانی نے اسے (صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۱/۲۴۱).

❷ جامع الترمذي ۳/۳۱۲.

❸ عون المعبود ۶/۳۱۶.

❹ یعنی مسلمانوں کی جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ شروع کیے ہوئے روزے اور ان کے ساتھ ہی روزے ختم کرکے، کی ہوئی عید اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہے۔

علامہ خطابی حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

"مَعْنَى الْحَدِيْثِ أَنَّ الْخَطَأَ مَوْضُوعٌ عَنِ النَّاسِ فِيْمَا كَانَ سَبِيْلُهُ الْاِجْتِهَادَ. فَلَوْ أَنَّ قَوْمًا اجْتَهَدُوْا، فَلَمْ يَرَوُا الْهِلَالَ إِلَّا بَعْدَ الثَّلَاثِيْنَ، فَلَمْ يُفْطِرُوْا حَتّٰى اسْتَوْفَوُا الْعَدَدَ، ثُمَّ ثَبَتَ عِنْدَهُمْ أَنَّ الشَّهْرَ كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ، فَأَنَّ صَوْمَهُمْ وَفِطْرَهُمْ مَاضٍ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِمْ مِنْ وِزْرٍ أَوْ عَتَبٍ.

وَكَذٰلِكَ هٰذَا فِي الْحَجِّ إِذَا أَخْطَأُوْا يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِمْ إِعَادَتُهُ، وَيُجْزِيْهِمْ أَضْحَاهُمْ كَذٰلِكَ.

وَإِنَّمَا هٰذَا تَخْفِيْفٌ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَرِفْقٌ بِعِبَادِهِ. وَلَوْ كُلِّفُوْا إِذَا أَخْطَأُوا الْعَدَدَ أَنْ يُعِيْدُوْا لَنْ يَأْمَنُوْا أَنْ يَخْطَأُوْا ثَانِيًا، وَأَنْ لَا يَسْلَمُوْا مِنَ الْخَطَأِ ثَالِثًا وَرَابِعًا. فَأَمَّا مَا كَانَ سَبِيْلُهُ الْاِجْتِهَادُ كَانَ الْخَطَأُ غَيْرَ مَأْمُوْنٍ فِيْهِ." [1]

"حدیث کا معنی یہ ہے کہ بے شک جن باتوں کا مدار کوشش پر ہے، ان میں خطا کی بنا پر لوگوں کا مؤاخذہ نہیں۔ اگر کوشش کے باوجود لوگ تیس سے پہلے چاند نہ دیکھ پائے اور انہوں نے (تیس) روزے پورے کر لیے، پھر ان کے نزدیک ثابت ہوگیا، کہ مہینہ تو انتیس کا تھا، تو ان کے روزے رکھنے اور چھوڑنے کا (حساب) معتبر ہوگا۔ ان پر کوئی گناہ یا باز پرس نہیں۔

اسی طرح حج میں اگر یوم عرفہ کے متعلق انہیں غلطی ہوئی، تو ان پر (حج کا) اعادہ نہیں ہوگا، اسی طرح ان کی قربانیاں انہیں کفایت کریں گی۔

بلا شک وشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے آسانی اور

[1] معالم السنن ۲/ ۹۵-۹۶.

شفقت ہے۔ اگر خطا کی صورت میں انہیں دوبارہ (حج) کرنے کا حکم دیا جاتا، تو دوبارہ (بھی) غلطی کا امکان ہوتا اور اسی طرح تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی، کیونکہ جس (فیصلے) کا انحصار (انسانی) کوشش پر ہو، اس میں غلطی سے بچنے کی ضمانت نہیں۔''

ب: امام ترمذی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْفِطْرَ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْأَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّوْنَ] ❶

''روزہ چھوڑنے (کا دن) تمہارے روزہ چھوڑنے کے دن اور قربانی (کا دن) تمہارے قربانی کرنے کے دن، کے بارے میں جو کچھ آیا ہے، اس کے متعلق باب''

ج: علامہ قرطبی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ❷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما وَالْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ أَنَّ هٰذِهِ فِي تَقْدِيْمِ الْأَهِلَّةِ وَتَأْخِيْرِهَا فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى وَالصَّوْمِ. فَإِذَا أَخْطَأَتِ الْجَمَاعَةُ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ، فَوَقَفُوْا قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ بِيَوْمٍ أَوْ وَقَفُوْا يَوْمَ النَّحْرِ أَجْزَأَهُمْ.'' ❸

''ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ یہ روزہ چھوڑنے قربانی اور روزہ رکھنے میں چاند (دیکھنے) میں تقدیم وتاخیر (کی

---

❶ جامع الترمذي ٣/٣١٢.

❷ سورة الحج/ جزء من الآية ٧٨. [ترجمہ: اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی]۔

❸ تفسير القرطبي ١٢/١٠٠.

غلطی) کے متعلق ہے۔ اگر لوگوں نے ذوالحجہ کے چاند کے بارے میں خطا کی اور عرفات میں ایک دن پہلے یا (ایک دن بعد) قربانی کے دن وقوف کیا، تو (ان کا وقوف) انہیں کفایت کر جائے گا۔''

د: امام بیہقی نے ابن جریج سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عطاء سے پوچھا:

''رَجُلٌ حَجَّ أَوَّلَ مَا حَجَّ، فَأَخْطَأَ النَّاسُ بِيَوْمِ النَّحْرِ أَيُجْزِيءُ عَنْهُ؟''

''ایک شخص نے پہلا حج کیا اور لوگوں نے قربانی کے دن میں غلطی کی، تو کیا اس کا حج اسے کفایت کرے گا؟''

انہوں نے فرمایا: ''ہاں، یقیناً اس کا حج اسے کفایت کرے گا۔''[1]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج کی ایک عظیم آسانی یہ ہے، کہ یوم عرفہ کے تعین میں تقدیم و تاخیر کی بنا پر اجتماعی خطا کے سبب اس سال حج کرنے والوں کا حج متاثر نہیں ہوگا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى لُطْفِهِ وَرَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

۲: وقوفِ عرفات کے وقت میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نو ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کر کے میدانِ عرفات میں داخل ہوئے اور غروب آفتاب کے بعد وہاں سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن امت کے لیے یہ آسانی فرمائی، کہ زوال آفتاب سے لے کر طلوع فجر سے پہلے کسی بھی وقت یہاں آنے والے شخص کے وقوفِ عرفات کو معتبر قرار دیا۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی

[1] ملاحظہ ہو: السنن الکبری، کتاب الحج، باب خطأ الناس یوم عرفة، جزء من رقم الروایة ۹۸۲۹، ۲۸۶/۵.

جا رہی ہیں:

ا: حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نجد کے کچھ لوگ عرفات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا، تو اس نے اعلان کیا:

"اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ." [1]

"حج عرفہ (میں ٹھہرنے کا نام) ہے، جو مزدلفہ (میں قیام) والی شب طلوع فجر سے پہلے (عرفات میں) آیا، تو بے شک اس نے حج کو پالیا۔"

سنن ابی داود میں ہے:

"فَتَمَّ حَجُّهُ." [2] "پس اس کا حج پورا ہوگیا۔"

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

"فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ." [3] "پس یقیناً اس کا حج پورا ہوگیا۔"

---

[1] سنن أبي داود، کتاب المناسك، باب من لم يدرك عرفة، رقم الحديث ۱۹٤۷، ۲۹٦/۵۔ ۲۹۷؛ وجامع الترمذي، کتاب الحج، باب ما جاء من أدرك الامام بجمع فقد أدرك الحج، رقم الحديث ۸۹۰، ۵٤۰/۳؛ وسنن النسائي، کتاب مناسك الحج، فرض الوقوف بعرفة، ۲۵٦/۵؛ وسنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، رقم الحديث ۳۰۱۵، ۲۸/۹۔۲۹، والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، کتاب الحج، باب رمي الحج أيام التشريق، رقم الحديث ۳۸۹۲، ۲۰۳/۹. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ اسے امام نووی اور شیخ البانی نے (صحیح) کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۹۸/۸، صحیح سنن الترمذي ۲٦۵/۱)۔

[2] سنن أبي داود ۲۹۷/۵.

[3] سنن ابن ماجه ۲۹/۹.

ب: حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مُضَرِّس بن اوس بن حارثہ بن لام طائی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپ کے نمازِ (فجر) کی غرض سے نکلنے کے وقت حاضر ہوا اور عرض کیا:

''بے شک میں طی کے دو پہاڑوں ❶ سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری اور خود اپنے آپ کو تھکا دیا ہے۔ واللہ! میں نے کسی پہاڑ کو (اس پر) وقوف کیے بغیر نہیں چھوڑا، تو کیا میرا حج ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهِ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى نَدْفَعَ، وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضٰى تَفَثَهُ۔'' ❷

''جس شخص نے ہماری اس نماز کو پالیا اور (پھر) ہماری روانگی تک ہمارے ساتھ (مزدلفہ) رہا اور وہ اس سے پیشتر رات یا دن کو عرفات میں وقوف

---

❶ یعنی سلمی اور اجا نامی دو پہاڑوں سے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۳/۷۵۱).

❷ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب من لم يدرك عرفة، رقم الحديث ۱۹٤۸، ٥/۲۹۸؛ وجامع الترمذي، كتاب الحج، رقم الحديث ۸۹۱، ۸۹۲، ۳/٥٤۱-٥٤۲؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، فرض الوقوف بعرفة، ٥/۲٦٤؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، رقم الحديث ۳۰۱٦، ۹/۳۸-۳۹. الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن صحیح) اور امام نووی اور شیخ البانی نے (صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۷٥۲؛ وكتاب المجموع ۸/۱۰۰؛ وصحيح سنن الترمذي ۱/۲٦٥). حضرات ائمہ الطیالسی، الحمیدی، احمد، ابویعلی، ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان، الطبرانی، الدارقطنی، الحاکم، البیہقی اور الطحاوی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۹/۲۹).

کر چکا ہو، تو یقیناً اس کا حج پورا ہوگیا اور اس نے اپنے احرام کے تقاضوں کو پورا کرلیا۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے سات باتیں:

ا: پہلی حدیث کے متعلق امام سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: ''یہ سفیان ثوری کی روایت کردہ (احادیث میں سے) بہترین حدیث ہے۔''

امام وکیع کہتے ہیں: ''یہ حدیث ''ام المناسک'' ہے۔ [1] یعنی اعمال حج کے بیان کرنے میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔

ب: دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جس شخص نے فجر سے پہلے صرف رات کے کسی بھی حصے میں عرفات میں وقوف کرلیا، تو اس کا [وقوفِ عرفات] کا رکنِ حج مکمل طور پر ادا ہوگیا۔ جمہور اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔ [2]

امام ترمذی لکھتے ہیں، کہ عبد الرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دیگر اہلِ علم کا عمل ہے۔ [3]

ج: امام خطابی رقم طراز ہیں: ''اس حدیث [4] سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ جو شخص عرفہ کے دن زوال سے لے کر یوم النحر کے طلوعِ فجر تک عرفات میں [بالکل قلیل وقت بھی] ٹھہر گیا، تو یقیناً اس نے حج کو پالیا۔'' [5]

بعض خراسانیوں کے نزدیک عرفات میں صرف رات کے ٹھہرنے کی کوئی حیثیت

---

[1] ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۷۵۰.

[2] ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۵۴.

[3] ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۷۵۰.

[4] ان کا اشارہ دوسری حدیث (حضرت مضرّس رضی اللہ عنہ والی) کی طرف ہے۔

[5] ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۴۰۸؛ نیز ملاحظہ ہو: المجموع ۸/۱۰۱؛ وتحفة الأحوذي ۳/۷۴۹.

نہیں، لیکن مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ان کی رائے کی تردید کرتی ہیں۔ ❶

د: مالکیوں کے نزدیک عرفات میں صرف رات کو ٹھہرنے والے کا حج تو ہو جائے گا، لیکن اس کے ذمے دم ہوگا، کیونکہ آنحضرت ﷺ رات کے ساتھ دن کے ایک حصے میں بھی وہاں ٹھہرے۔ صرف رات کو ٹھہرنے والا حج کا ایک عمل چھوڑ رہا ہے اور اس کے چھوڑنے پر دم لازم آتا ہے۔

شیخ شنقیطی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دیلی رضی اللہ عنہ ❷ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد: [فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ] [پس یقیناً اس کا حج مکمل ہوگیا] دم کے لازم کرنے میں ان کی مدد نہیں کرتا، کیونکہ [تَمَّ] [پورا ہونے کا] کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ (وقوفِ عرفات میں) کوئی کمی باقی نہیں رہی، کہ دم سے اس کی تلافی کی جائے۔ یہ لفظ جمہور کے مذہب کی تائید کرتا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی. ❸

ہ: حضرت مضرس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عرفات میں نو ذوالحجہ کو دن کے کسی بھی وقت ٹھہرنے سے [وقوفِ عرفات] کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ امام احمد کی یہی رائے ہے۔ جمہور علماء اس ٹھہرنے کو زوال کے بعد ہونا ضروری قرار دیتے ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے زوال کے بعد ہی وقوف کیا۔ ❹

امام مالک کے نزدیک عرفات میں صرف دن کو ٹھہرنے والے کا حج صحیح نہیں، ❺ لیکن حضرت مضرس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ: [کہ وہ اس سے پیشتر رات یا دن میں عرفات میں وقوف کر چکا ہو] ان کی رائے کی تائید نہیں کرتے۔

---

❶ ملاحظہ ہو: المجموع ۸/۱۰۱؛ وتحفة الأحوذي ۳/۷۴۹؛ وأضواء البيان ۵/۲۵٤.

❷ یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

❸ ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۵۷ و ۲۵۹.

❹ ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/۱۹۸.

❺ ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۵٤.

ز: عرفات میں صرف دن میں ٹھہرنے سے حج کو صحیح قرار دینے والے جمہور علماء کے درمیان دم کے لازم آنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک صرف دن میں ٹھہرنے کی صورت میں دم دینا ہوگا۔ شوافع کے دو قول ہیں: ایک کے مطابق دم لازم نہیں آئے گا اور دوسرے قول کے مطابق دم بطور واجب یا بطور سنت یا بطور استحباب دینا ہوگا۔

حدیث کے الفاظ [پس یقیناً رات یا دن میں ٹھہرنے والے کا حج پورا ہوگیا] دم کے لازم آنے کے ان کے قول کی تائید نہیں کرتے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی . [1]

۳: سارے عرفات کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نو ذوالحجہ کو وادی عُرنہ میں ظہر وعصر کی نمازیں قصر اور جمع کرکے میدانِ عرفات میں جبلِ رحمت کے نیچے تشریف لائے اور غروبِ آفتاب تک یہیں قبلہ رو کھڑے ہوکر دعا کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے حج کے لیے آنے والوں کو اسی مخصوص جگہ آکر ٹھہرنے کا پابند نہ کیا، بلکہ ان پر شفقت فرماتے ہوئے سارے عرفات میں سے کسی بھی مقام پر وقوف کی اجازت دی۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کے حج کے بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ یقیناً رسول اللہ نے فرمایا:

"وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ." [2]

"اور میں نے (عرفات میں سے) اس مقام پر وقوف کیا ہے اور عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔"

---

[1] ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۵/۲۵۹۔۲۶۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۴۹۔ (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۳.

ب: حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت یزید ابن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا وُقُوفًا بِعَرَفَةَ مَكَانًا بَعِيدًا مِنَ الْمَوْقِفِ، فَأَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ رضي الله عنه، فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْكُمْ يَقُولُ:

"كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عليه السلام." [1]

"ہم عرفات میں (آنحضرت ﷺ کے) ٹھہرنے کے مقام سے دور ایک جگہ میں تھے، تو ہمارے پاس ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: "میں رسول اللہ ﷺ کا تمہاری طرف بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں:

"تم اپنی حج کی جگہ پر جمے رہو، کیونکہ تم یقیناً اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ترکہ میں سے ایک ترکہ پر ہو۔"

ان حدیثوں کے متعلق تین باتیں:

ا: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسب ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ عَرَفَةَ كُلَّهَا مَوْقِفٌ] [2]

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب موضوع الوقوف بعرفة، رقم الحديث ۱۹۱٦، ۲۷٦/٥؛ وجامع الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء في الوقوف بعرفات والدعاء فيها، رقم الحديث ۸۸٤، ۵۳۱/۱؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، باب رفع اليدين بالدعاء بعرفة، ٢٥٥/٥؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الموقف بعرفة، رقم الحديث ۳۰۱۱، ٤٧٤/٤، (ط: دار الجيل بيروت). الفاظِ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن صحیح)؛ شیخ البانی نے (صحیح) اور ڈاکٹر بشار عواد نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۵۳۲/۳؛ وصحيح سنن النسائي ٦٣٢/٢؛ وهامش سنن ابن ماجه ٤٧٤/٤).

[2] صحيح مسلم ۸۹۳/۲.

[سارے عرفات کے ٹھہرنے کی جگہ ہونے کے متعلق جو کچھ آیا ہے، اس کے متعلق باب]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: ان الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی امت کے ساتھ عنایت وشفقت کا بیان ہے، کہ آنحضرت ﷺ ان کے دینی اور دنیاوی مصالح سے انہیں آگاہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے انہیں کامل ترین اور جائز دونوں مقامات کی خبر دے دی۔ کامل ترین مقام آپ ﷺ کا مقامِ وقوف اور جائز عرفات کا ہر حصہ۔ ❶

ب: دوسری حدیث میں بیان کردہ آنحضرت ﷺ کے اعلان کا مقصود اس خیال کی نفی فرمانا تھا، کہ عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ صرف وہی ہے، جہاں آپ ﷺ ٹھہرے تھے، نیز حضرات صحابہ کو اطمینان دلانا تھا، کہ وہ میدانِ عرفات میں کسی بھی مقام پر ٹھہر کر سنتِ ابراہیمی سے ہٹے نہیں، بلکہ وہ تو اسی جگہ پر ہیں، جو انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ورثہ میں ملی ہیں۔ ❷

ج: امام بیہقی نے دیگر احادیث کے ساتھ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں پر حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَيْثُ مَا وَقَفَ مِنْ عَرَفَةَ أَجْزَأَهُ] ❸

[عرفات میں کسی بھی جگہ ٹھہرنے کے کفایت کرنے کے متعلق باب]

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۹۵.

❷ ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۶/۱۹۸۸؛ وعون المعبود ۵/۲۷۷.

❸ السنن الکبری، کتاب الحج، ۵/۱۸۶.

۴: عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ ❶ نہ رکھنا:

یومِ عرفہ کا روزہ بہت بڑی شان وعظمت والا ہے۔ ❷ اللہ والے لوگ اس کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں میدانِ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھ کر حج کرنے والوں کے لیے آسانی مہیا فرمائی۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں دو حدیثیں نقل کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے اُمِ فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

''عرفہ کے دن کچھ لوگوں نے ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا: ''آنحضرت ﷺ روزے سے ہیں۔''

اور ان میں سے کچھ نے کہا: ''آپ ﷺ کا روزہ نہیں۔''

تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اور تب آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، تو آنحضرت ﷺ نے اسے پی لیا۔ ❸

ب: حضراتِ ائمہ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے ابن نجیح سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا: ''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا:

---

❶ یعنی ۹ ذوالحجہ کا روزہ۔

❷ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ'' (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة......، جزء من رقم الحديث ١٩٧۔ (١١٦٢)، ٢/٨١٩). [وہ (یعنی یوم عرفہ کا روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو دور کردیتا ہے۔]

❸ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عرفة، ٤/٢٣٦۔٢٣٧؛ وصحيح مسلم، كتاب الصيام، رقم الحديث ١١٠۔ (١١٢٣)، ٢/٧٩١.

"حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَأَنَا لَا أَصُومُهُ وَلَا آمُرُ بِهِ، وَلَا أَنْهَى عَنْهُ." ❶

"میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا، تو آپ ﷺ نے اس دن روزہ نہ رکھا، میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے یہ روزہ نہ رکھا، میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے یہ روزہ نہ رکھا، میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے اسے نہ رکھا۔ میں بھی اسے نہیں رکھتا۔ میں اسے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔"

ان حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ اور خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ کا روزہ نہ رکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی میدانِ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھتے تھے۔

ب: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسبِ ذیل عنوان لکھا ہے:

---

❶ المسند، رقم الحديث ٥٠٨٠، ١٠٠/٩؛ وجامع الترمذي، أبواب الصوم، رقم الحديث ٧٤٨؛ ٣٧٩/٣؛ والسنن الكبرى للنسائي، كتاب الصيام، رقم الحديث ٢٨٤٠، ٢٢٨/٣؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصوم، فصل في صوم يوم عرفة، رقم الحديث ٣٦٠٤، ٣٦٩/٨. الفاظ حدیث المسند اور صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن)، شیخ البانی نے (صحیح الاسناد)، شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے المسند کی حدیث کو (طرق اور شواہد کی بنا پر صحیح) اور شیخ ارناؤط نے ابن حبان کی (سند کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٣٧٩/٣؛ وصحيح سنن الترمذي ٢٢٨/١؛ وهامش المسند ١٠٠/٩؛ وهامش صحيح ابن حبان ٣٦٩/٨).

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْفِطْرِ لِلْحَاجِّ يَوْمَ عَرَفَةَ]❶

[حج کرنے والے کے لیے یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْإِفْطَارِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ ﷺ وَتَقَوِّيًا بِالْفِطْرِ عَلَى الدُّعَاءِ، إِذِ الدُّعَاءُ يَوْمَ عَرَفَةَ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ أَوْ مِنْ أَفْضَلِهِ]❷

[نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرنے اور روزہ چھوڑ کر دعا کے لیے قوت حاصل کرنے کی خاطر (کیونکہ یومِ عرفہ کی دعا بہترین دعا یا بہترین دعاؤں سے ہے) یوم عرفہ کو عرفات میں روزہ چھوڑنے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْوَاقِفِ بِعَرَفَةَ الْإِفْطَارُ لِيَتَقَوَّى بِهِ عَلَى دُعَائِهِ وَابْتِهَالِهِ]❸

[دعا اور گریہ زاری میں قوت حاصل کرنے کی خاطر وقوف عرفات کرنے والے کے لیے روزہ چھوڑنے کے استحباب کا ذکر]

ج: امام ترمذی نے دونوں حدیثوں پر حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ]❹

---

❶ صحيح مسلم ۲/۷۹۱.

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب الصيام، جماع أبواب صوم التطوع، ۳/۲۹۲.

❸ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصوم، فصل في يوم عرفة، ۸/۳۷۱.

❹ جامع الترمذي، أبواب الصوم، ۳/۳۷۷.

[عرفات میں یوم عرفہ کے روزے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ آیا ہے، اس کے متعلق باب]

امام نسائی نے بھی دونوں حدیثیں درج ذیل عنوان والے باب میں ذکر کی ہیں:

[إِفْطَارُ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ] ❶

[عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنا]

امام حبان نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْءِ مُجَانَبَةُ الصَّوْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِذَا كَانَ بِعَرَفَاتٍ لِيَكُوْنَ أَقْوَى عَلَى الدُّعَاءِ.] ❷

[دعا میں قوت حاصل کرنے کی غرض سے آدمی کے لیے عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھنے کے استحباب کا ذکر]

د: امام نووی نے پہلی حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے، کہ اس سے وقوفِ عرفات کرنے والے کے لیے روزہ چھوڑنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ جمہور کے نزدیک (اس مقام پر) روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔ عطاء کہتے ہیں: ذکر کے لیے قوت حاصل کرنے کی غرض سے روزہ چھوڑنے والے کے لیے روزہ دار کی مانند ثواب ہے۔ طبری فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کرنے والے کو یہ بتلانے کی غرض سے روزہ چھوڑا، کہ ایسا کرنا بہتر ہے، تاکہ وہ مطلوبہ دعا اور ذکر کرنے کے متعلق کمزوری کا شکار نہ ہو جائے۔ ❹

---

❶ السنن الكبرى، كتاب الصيام، ٢٢٤/٥.

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصوم، فصل في صوم يوم عرفه، ٣٦٩/٨.

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٢٠/٨.

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٢٣٨/٤.

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ یومِ عرفہ کے روزے کی شان و عظمت کے باوجود آنحضرت ﷺ نے میدانِ عرفات میں روزہ چھوڑ کر امت کو آگاہ فرمایا، کہ اس آسانی سے فیض یاب ہونا ہی ان کے لیے بہتر ہے، کیونکہ وہ اس طرح زیادہ قوت وطاقت سے دعائیں اور ذکر کر سکتے ہیں۔

۵: عرفات میں خطبہ مختصر دینا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ میدانِ عرفات میں خطبہ مختصر پڑھا جائے۔

امام بخاری نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بے شک عبدالملک بن مروان (خلیفہ) نے حجاج کو لکھا، کہ وہ حج (کے کاموں) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔

عرفات کے دن سورج ڈھلنے پر ابن عمر رضی اللہ عنہما اس (یعنی حجاج) کے خیمے کے پاس تشریف لائے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا: ''یہ کہاں ہے؟''

اس نے کہا: ''ابھی۔''

انہوں نے فرمایا: ''ہاں''

اس نے کہا: ''مجھے مہلت دیجیے، کہ میں غسل کرلوں۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اتر گئے۔

وہ نکلا اور میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا۔

میں نے اسے کہا:

''إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ، وَعَجِّلَ

الْوُقُوْفَ ."

"اگر آج سنت کو پانا چاہتے ہو، تو خطبہ مختصر پڑھو اور وقوف میں جلدی کرو۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "صَدَقَ ." ❶

"اس نے درست بیان کیا ہے۔"

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ قِصَرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ] ❷

[عرفات میں خطبہ مختصر دینے کے متعلق باب]

۶: عرفات میں ظہر وعصر کو جمع وقصر کرنا:

حج کی سہولتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ عرفات میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت میں قصر ❸ کرکے پڑھی جاتی ہیں۔ اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت کردہ حدیث میں ہے:

"فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ......ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۶۶۳، ۳/ ۵۱٤.

❷ المرجع السابق ۳/ ۵۱٤. امام نسائی نے بھی اس حدیث پر یہی عنوان قلم بند کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۵/ ۲۵٤).

❸ ظہر اور عصر دونوں کی صرف دو دو رکعتیں۔

شَيْئًا . "❶

''پھر آنحضرت ﷺ وادی کے درمیان ❷ تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا...... پھر اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، تو آنحضرت ﷺ نے ظہر ادا کی، پھر اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے عصر ادا کی اور ان دونوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا۔'' ❸

۲: امام بخاری نے سالم ❹ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''بے شک جس سال ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے حجاج بن یوسف مکہ آیا، اس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفْ يَوْمَ عَرَفَةَ؟"

''آپ عرفہ کے دن موقف میں کیا کرتے ہیں؟''

سالم نے کہا:

"إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ . "

''اگر سنت (پر عمل کرنا) چاہتے ہو، تو عرفہ کے دن نماز اوّل وقت میں ادا کرنے میں جلدی کرو۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِيْ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱٤۷ـ (۱۲۱۸)، ۸۸۹ـ۸۹۰.

❷ اس سے مراد (وادی عرنہ) ہے، جہاں مسجد نمرہ ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۸۱ـ۱۸۲).

❸ یعنی ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے والی سنتیں ادا نہ کیں۔

❹ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے۔

السُّنَّةِ ."

''اس نے سچ کہا ہے، بے شک وہ (یعنی حضرات صحابہ) سنت پر (عمل کرتے ہوئے) ظہر اور عصر جمع کرتے تھے۔''

میں ❶ نے سالم سے دریافت کیا:

"أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟"

''کیا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا؟''

سالم نے جواب دیا:

"وَهَلْ يَتَّبِعُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ؟"❷

''اس بارے میں وہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے علاوہ اور کس کے طریقے پر چلتے ہیں؟''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: عرفات میں مسنون طریقہ یہ ہے، کہ ظہر وعصر کی نمازیں ظہر کے اوّل وقت میں ادا کی جائیں۔

ب: آنحضرت ﷺ نے ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے والی سنتیں ادا نہ کیں۔

ج: حضراتِ صحابہ سنت پر عمل کرتے ہوئے اس دن ظہر اور عصر کو جمع کرتے۔

امام بخاری نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ]❸

---

❶ مراد سالم کے شاگرد ابن شہاب زہری ہیں۔

❷ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث: ١٦٦٢، ٥١٣/٣.

❸ المرجع السابق، ٥١٣/٣.

[عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق باب]

د: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان دی گئی اور دو دفعہ اقامت کہی گئی۔ بعض علماء کے نزدیک دو دفعہ اذان اور دو بار اقامت کہی جائے گی، بعض کے نزدیک ایک اذان اور ایک اقامت اور بعض کی رائے میں صرف دو مرتبہ اقامت ہی کہی جائے گی۔ علامہ قرطبی یہ سب اقوال ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"وَالصَّحِيْحُ الْأَوَّلُ حَسْبَ مَادَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيْثُ." ❶

''حدیث کے مطابق پہلی رائے ہی درست ہے۔''

اس بارے میں امام نووی رقم طراز ہیں:

"وَيَكُوْنُ جَمْعُهُ بِأَذَانٍ وَ إِقَامَتَيْنِ." ❷

''ان (ظہر وعصر) کا جمع کرنا ایک اذان اور دو مرتبہ اقامت کے ساتھ ہوگا۔''

ہ: میدانِ عرفات میں حج کے لیے آنے والے تمام لوگ ظہر وعصر جمع اور قصر کریں گے، خواہ وہ مسجد نمرہ میں امام کے ساتھ باجماعت نمازیں ادا کریں یا اپنے خیموں میں۔ امام بخاری نے تحریر کیا ہے:

"وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا." ❸

''جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی امام کے ساتھ نماز چھوٹ جاتی، تو (بھی) وہ ان

❶ ملاحظہ ہو: المفهم ۳/ ۳۳۵۔۳۳۶.

❷ مناسك الحج والعمرة ص ۲۷۳، نیز ملاحظہ ہو: أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۱۵٦.

❸ صحيح البخاري، كتاب الحج، ۳/ ۵۱۳.

دونوں کو جمع کر کے ادا کرتے۔''

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر وعصر کو صرف امام کے ساتھ باجماعت پڑھنے والے جمع کریں۔ قاضی ابویوسف، امام محمد اور علامہ طحاوی کی رائے میں میدانِ عرفات میں حج کے لیے آنے والے سب لوگ دونوں نمازیں جمع کریں۔ یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تمام لوگوں کو آپ ﷺ کا طریقہ حج لینے کا حکم دیا۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا عمل سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

و: میدانِ عرفات میں حج کے لیے آنے والوں کے لیے ظہر وعصر قصر اور جمع کرنے میں مکی اور غیر مکی لوگوں میں فرق نہیں۔ حج کے لیے آنے والے تمام لوگ یہاں قصر اور جمع کریں۔ امام ابن القیم اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"کَانَ أَصَحُّ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ: أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقْصُرُوْنَ وَيَجْمَعُوْنَ بِعَرَفَةَ كَمَا فَعَلُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ." [1]

''علماء کے اقوال میں سب سے صحیح بات یہ ہے، کہ اہل مکہ بھی عرفات میں (نمازوں کو) قصر اور جمع کریں، جیسے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (نمازیں قصر اور جمع) کیں۔''

۷: عرفات میں بوقتِ ضرورت ایک ہاتھ کے ساتھ دعا کرنا:

وقوف عرفات کے موقع پر مسنون طریقہ یہ ہے، کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، لیکن بوقتِ ضرورت ایک ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔

[1] زاد المعاد ۲/ ۲۳۵. نیز ملاحظہ ہو: القواعد النورانية الفقهية لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۱۲۱۔ ۱۲۲. اس بارے میں شیخ ابن باز کا فتویٰ اسی کتاب میں صفحہ ۲۵۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

امام نسائی اور امام ابن خزیمہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ، فَمَالَتْ بِهِ نَاقَتُهُ، فَسقط خِطَامُهَا، فَتَنَاوَلَ الْخِطَامَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ، وَهُوَ رَافِعٌ يَدَهُ الْأُخْرَى." ❶

"میں عرفات میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، تو آپ ﷺ کی اونٹنی نے آپ کو ایک جانب مائل کر دیا، تو اس کی لگام چھوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک ہاتھ سے لگام تھامی اور دوسرے ہاتھ کو (دعا کے لیے) اٹھائے رکھا۔"

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةِ، وَإِبَاحَةِ رَفْعِ إِحْدَى الْيَدَيْنِ إِذَا احْتَاجَ الرَّاكِبُ إِلَى حِفْظِ الْعِنَانِ أَوِ الْخِطَامِ بِإِحْدَى الْيَدَيْنِ] ❷

[وقوف عرفہ کے دوران دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے اور لگام سنبھالنے کی مجبوری کے وقت (صرف) ایک ہاتھ اٹھانے کے جواز کے متعلق باب]

❀❀❀❀

---

❶ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة، ٥/ ٢٥٤؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٢٨٢٤، ٤/ ٢٥٨. شیخ البانی نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ٢/ ٦٣٢؛ وهامش صحيح ابن خزيمة ٤/ ٢٥٨).

❷ صحيح ابن خزيمة ٤/ ٢٥٨.

- ط -

مزدلفہ سے متعلّقہ آسانیاں

۱: قیامِ مزدلفہ کے وقت میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نے عرفات سے واپس آنے پر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء پڑھی، یہیں رات بسر کی اور نمازِ فجر کے بعد دن روشن ہونے پر منیٰ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن امت پر شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمادیا، کہ یہاں صرف نمازِ فجر پاکر دن روشن ہونے تک ٹھہرنے والے نے مزدلفہ میں قیام کی اپنی ذمہ داری کو پورا کرلیا۔

حضراتِ ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مضرس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے ہماری اس نمازِ (فجر) کو (مزدلفہ میں) پالیا اور پھر ہماری روانگی تک ہمارے ساتھ (یہیں) رہا اور اس نے اس سے پیشتر عرفات میں رات یا دن کو وقوف کیا ہو، تو بے شک اس کا حج پورا ہوگیا اور اس نے اپنے حج کے اعمال ادا کردیے۔''[1]

اس کے حوالے سے دو باتیں:

۱: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے دو کاموں کا ذکر فرمایا:

۱: مزدلفہ میں نمازِ فجر پاکر روانگی کے وقت (دن کے روشن ہونے)

---

[1] حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۲۲ میں دیکھیے۔

تک یہاں رکنا۔

۲: اس سے پہلے رات یا دن کے کسی حصے میں وقوفِ عرفات کرنا۔

ان دو کاموں کے کرنے والے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس کا حج پورا ہوگیا اور اس نے اپنے اعمال حج ادا کر لیے۔''

اللہ اکبر! امت کے لیے کس قدر عظیم آسانی اور سہولت ہے، کہ مزدلفہ کے قیام کے آخری وقت میں پہنچنے والے کی آمد کو بھی آنحضرت ﷺ نے معتبر قرار دیا! فَصَلَوَاتُ رَبِّي وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

ب: امام ترمذی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ بِجَمْعٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ] [1]

[امام کو مزدلفہ میں پانے والے شخص کے حج کو پانے کے متعلق وارد شدہ (احادیث) کے متعلق باب]

۴: سارے مزدلفہ کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے بعد نمازِ فجر ادا کر کے مشعر الحرام پر چڑھے اور دن روشن ہونے تک وہاں دعا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر آنے کا امت کو پابند نہیں کیا، بلکہ عرفات کی طرح سارے مزدلفہ کو ٹھہرنے کی جگہ قرار دے کر امت کے لیے آسانی فرمائی۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابن خزیمہ نے جعفر کے والد سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے حج

[1] جامع الترمذي، أبواب الحج، ۳/ ۵٤۰.

متعلق پوچھا، تو انہوں نے بیان کیا:

''آنحضرت ﷺ مزدلفہ میں ٹھہرے اور فرمایا:

"وَقَفْتُ هَاهُنَا، وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ." ❶

''میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اور سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

ب: امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

''آنحضرت ﷺ مزدلفہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے دونوں نمازیں مغرب اور عشاء جمع کرکے ادا کیں۔ پس جب صبح ہوئی، تو قزح ❷ پر تشریف لائے اور اس پر وقوف کیا اور فرمایا:

"هٰذَا قُزَحُ، وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ." ❸

''یہ قزح ہے اور وہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مزدلفہ سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

ان دونوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

ا: امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ الْوُقُوْفِ حَيْثُ شَاءَ الْحَاجُّ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِذْ

---

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث: ۲۸۵۸، ۴/۲۷۱. اس کی (سند صحیح) ہے۔(ملاحظہ ہو: هامش صحيح ابن خزيمة ۴/۲۷۱). یہ روایت امام مسلم کی روایت کردہ حدیث کا ایک جزء ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما جاء أنّ عرفة كلها موقف، رقم الحديث ۱۴۹۔ (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۳).

❷ قزح مزدلفہ میں مشہور پہاڑ ہے۔ فقہاء کی رائے میں یہی مشعر الحرام ہے۔(ملاحظہ ہو: هامش حجة النبي ﷺ ص ۷۶).

❸ السنن الكبرى، كتاب الحج، جزء من الرواية ۹۵۰۴، ۵/۱۹۹. اسے امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے (حسن صحیح) قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة بجمع، رقم الحديث ۱۷۰۵۔۱۹۳۵، ۱/۳۶۵). نیز ملاحظہ ہو: حجة النبي ﷺ للشيخ الألباني ص ۷۶).

جَمِيْعُ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ]❶

[مزدلفہ میں حاجی کی حسبِ پسند جگہ ٹھہرنے کے جواز کے متعلق باب، کیونکہ تمام مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے]

ب: امام بیہقی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَيْثُ مَا وَقَفَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَجْزَاهُ]❷

[مزدلفہ میں کسی بھی جگہ ٹھہرنے کے اسے کفایت کرنے کے متعلق باب]

۳: مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع وقصر کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والے عرفات سے مزدلفہ پہنچنے پر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں قصر اور جمع کریں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حجۃ الوداع کے بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے:

وَدَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا. ❸

''رسول اللہ ﷺ (غروب آفتاب کے بعد عرفات سے) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے اور آپ نے وہاں ایک اذان اور دو بار اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی چیز (نفلی نماز) نہیں پڑھی۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

---

❶ صحیح ابن خزیمة ٤/٢٧١. ❷ السنن الکبری ٥/١٩٩.

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحدیث ١٤٧ـ (١٢١٨) باختصار، ٢/٨٩٠ـ٨٩١.

"جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ . كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى أَثَرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا ." ❶

"نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں۔ دونوں میں سے ہر نماز الگ الگ اقامت کے ساتھ۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کوئی نفلی نماز نہ پڑھی اور نہ ان کے بعد۔"

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: عرفات سے مزدلفہ آنے پر نبی کریم ﷺ نے نماز مغرب کو نماز عشاء کے ساتھ جمع کیا۔

ب: دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور دو دفعہ اقامت کہی گئی۔ اس بارے میں دیگر مختلف اقوال بھی ہیں۔ ❷ لیکن قابلِ عمل طریقہ رسول اللہ ﷺ کا ثابت شدہ طریقہ ہی ہے۔

ج: دونوں نمازوں کے درمیان اور بعد میں کوئی سنت یا نفل نماز نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کے درمیان اور بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔

د: مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا قصر اور جمع کرنا سب حجاج کے لیے ہے، مکی اور غیر مکی کے درمیان اس بارے میں کوئی فرق نہیں۔ ❸

امام ابن قیم تحریر کرتے ہیں:

"یہ روایت کیا گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں (مغرب اور

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من جمع بينهما ولم يتطوع، رقم الحديث ١٦٧٣، ٥٢٣/٣.

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٨٧/٨-١٨٨.

❸ ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۲۳۷. نیز ملاحظہ ہو: القواعد النورانية الفقهية ص ١٢١-١٢٢.

عشاء کی نمازوں) کو دو اذانوں اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھا، اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اذان کے بغیر، دو دفعہ اقامت کے ساتھ انہیں پڑھا اور صحیح یہ ہے، کہ بے شک آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو ایک اذان اور دو بارا اقامت کے ساتھ ادا کیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے عرفات میں کیا۔'' [1]

۴: شبِ مزدلفہ میں تہجد کا نہ ہونا:

حج کی ایک آسانی یہ ہے، کہ مزدلفہ کی رات میں تہجد کی نماز نہیں ہے۔ امت پر اگرچہ تہجد فرض نہیں، لیکن اللہ والے سفر و حضر اور صحت و مرض میں اس کا شدید اہتمام کرتے ہیں اور اس کے نہ ادا کر پانے پر ان کے رنج و غم اور حسرت وافسوس کو ان کے رب رحیم ہی بہتر جانتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے شبِ مزدلفہ میں پوری رات آرام فرما کر ایسے پاک بازوں کے لیے ایک رخصت مہیا کر دی۔

امام مسلم کی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت کردہ حدیث میں ہے:

''ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّی الْفَجْرَ، حِیْنَ تَبَیَّنَ لَہُ الصُّبْحُ۔'' [2]

''پھر رسول اللہ ﷺ طلوعِ فجر تک آرام فرما رہے۔ آپ ﷺ نے

---

[1] زاد المعاد ۲/۲۴۷۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۷۔ (۱۲۱۸)، ۲/۸۸۹۔

صبح واضح ہونے پر (نماز) فجر ادا کی۔]

امام ابن قیم اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"ثُمَّ قَامَ حَتَّى أَصْبَحَ، وَلَمْ يُحْيِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ." ❶

''پھر آنحضرت ﷺ صبح (صادق) ہونے تک سوئے اور آپ ﷺ نے اس رات کو زندہ نہ کیا'' ❷

شیخ البانی لکھتے ہیں:

"ثُمَّ يَنَامُ حَتَّى الْفَجْرِ." ❸

''پھر فجر تک سوئے۔''

۵: خواتین اور کمزور لوگوں کا مزدلفہ سے رات ہی کو آنا:

نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں نمازِ فجر ادا کی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے دن روشن ہونے پر منیٰ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن آپ ﷺ نے خواتین اور کمزور لوگوں پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں طلوعِ فجر سے پہلے رات ہی میں منیٰ کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دی۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں چار احادیث پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سالم سے روایت نقل کی ہے، کہ

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور لوگوں کو پہلے ہی بھیج دیتے تھے۔ وہ رات کو مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے اور اپنی رغبت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ پھر امام (حج) کے آکر ٹھہرنے اور

---

❶ زاد المعاد ۲/۲۴۷.

❷ یعنی رات کو بیدار رہ کر عبادت نہ کی۔

❸ مناسك الحج والعمرة ص ۳۰، نیز ملاحظہ ہو: جامع المناسك ص ۲۰۵.

لوٹنے سے پہلے (منیٰ) پلٹ جاتے۔

ان میں سے بعض نمازِ فجر کے وقت اور بعض اس کے بعد منیٰ پہنچتے۔ جب وہ لوگ (منیٰ) پہنچتے، تو رمی جمرہ کرتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

"أَرْخَصَ فِيْ أُوْلٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ."

''ان (ایسے) لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے رعایت [1] دی ہے۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعْفَةِ أَهْلِهِ ." [2]

''میں ان لوگوں میں سے تھا، جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ہمراہ شبِ مزدلفہ (ہی) میں منیٰ بھیج دیا تھا۔''

ج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''وہ (یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) رات ہی میں مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ کچھ دیر نماز پڑھنے کے بعد دریافت کیا: ''اے میرے چھوٹے سے بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''نہیں۔''

---

[1] یعنی رات ہی میں مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دی ہے۔

[2] متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۷۸، ۳/۵۲۶؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۰۱۔(۱۲۹۳)، ۲/۹۴۱. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

تو انہوں نے کچھ دیر کے لیے نماز پڑھی، پھر پوچھا: ''کیا چاند ڈوب گیا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔''

انہوں نے فرمایا: ''منیٰ کے لیے رختِ سفر باندھو۔''

ہم نے رختِ سفر باندھا اور چلتے رہے، یہاں تک کہ (منیٰ پہنچ کر) انہوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں، پھر انہوں نے اپنی جائے قیام میں واپس آ کر نمازِ صبح ادا کی۔

میں نے ان سے عرض کیا:

"يَا هَنْتَاهُ! مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا."

''محترمہ! میرا خیال ہے، کہ ہم نے (قبل از وقت) تاریکی ہی میں کام سرانجام دے لیے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا:

"يَا بُنَيَّ! إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَذِنَ لِلظُّعْنِ." [1]

''اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک نبی کریم ﷺ نے خواتین کے لیے اجازت دی ہے۔''

امام مالک کی روایت میں ہے:

"لَقَدْ جِئْنَا مِنًى بِغَلَسٍ." [2]

---

[1] متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۶۷۹، ۳/۵۲۶؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۲۹۷ ـ (۱۲۹۱)، ۲/۹۴۰. الفاظِ حدیث صحيح البخاري کے ہیں۔

[2] الموطا، كتاب الحج، باب تقديم النساء والصبيان، جزء من رقم الرواية ۱۷۲، ۱/۳۹۱. مراد یہ ہے، کہ ہم منیٰ میں شروع وقت سے پہلے داخل ہو گئے ہیں۔

''بے شک ہم تو منیٰ اندھیرے ہی میں آ گئے ہیں۔''

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

''فَقُلْتُ: إِنَّا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ بِغَلَسٍ.''[1]

''میں نے عرض کیا: [بے شک ہم نے تاریکی (ہی) میں رمی جمرہ کی ہے۔''

د: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةُ رضي الله عنها أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتْ امْرَأَةً بَطِيئَةً فَأَذِنَ لَهَا. فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ.''[2]

''ہم نے مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا، تو سودہ رضی اللہ عنہا نے، جو کہ بھاری بھرکم بدن کی خاتون تھیں، نبی کریم ﷺ سے لوگوں کی بھیڑ سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے نکل گئیں۔''

ان احادیث کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے خواتین اور کمزور لوگوں کو یہ سہولت دی، کہ وہ مزدلفہ سے رات ہی کو منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں۔

ب: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان لوگوں کی مزدلفہ سے روانگی چاند ڈوبنے کے ساتھ ہوگی۔ امام بخاری اور امام نووی کے مذکورہ بالا

---

[1] منقول از: عمدة القاري ۱۸/۱۰. مقصود یہ ہے، کہ ہم نے رمی جمرہ قبل از وقت کی ہے۔

[2] متفق علیه: صحیح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۱۶۸۱، ۳/۵۲۷؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۲۹۲، (۱۲۹۰)، ۲/۹۳۹. الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

احادیث پر تحریر کردہ عنوانوں سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ ، فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ ، وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ .] ❶

[اس شخص کے متعلق باب جو اپنے ناتواں گھر والوں کو رات (ہی) میں (مزدلفہ سے منیٰ) پہلے روانہ کردے۔ وہ مزدلفہ میں ٹھہرنے کے دوران دعا کرتے رہیں اور وہ انہیں چاند ڈوبنے پر روانہ کرے۔]

امام نووی کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ دَفْعِ الضَّعَفَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَغَيْرِهِنَّ مِنْ مُزْدَلِفَةَ إِلَى مِنًى فِي أَوَاخِرِ اللَّيَالِيْ قَبْلَ زَحْمَةِ النَّاسِ ، وَاسْتِحْبَابِ الْمُكْثِ لِغَيْرِهِمْ حَتَّى يُصَلُّوا الصُّبْحَ بِمُزْدَلِفَةَ] ❷

[خواتین وغیرہ ناتواں لوگوں کو راتوں کے آخری حصوں میں لوگوں کے ہجوم ہونے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ روانہ کرنے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے نمازِ صبح پڑھنے تک مزدلفہ میں ٹھہرنے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

ج: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے نمازِ فجر سے پہلے رمی کی۔ امام شافعی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے خواتین اور دیگر ضعیف

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، ۵۲٦/۳.

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، ۹۳۹/۲.

لوگوں کے نمازِ فجر سے پہلے رمی کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ ❶

د: حضراتِ احناف، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک رمی جمرہ کے وقت کی ابتدا طلوع فجر سے ہوتی ہے۔ ❷ اس سے پہلے رمی کرنا درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے بھیجے ہوئے کمزور لوگ نمازِ فجر کے وقت منیٰ پہنچنے کے بعد رمی کرتے تھے۔ اس رائے کی تائید امام بیہقی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواتین اور گھر کے ناتواں لوگوں کو مزدلفہ سے منیٰ روانہ کرتے وقت فرمایا:

''وَأَنْ لَّا يَرْمُوْا الْجَمْرَةَ إِلَّا مُصْبِحِيْنَ.'' ❸

''وہ رمی جمرہ صبح کے وقت ہی کریں۔''

ہ: حضراتِ ائمہ نخعی، مجاہد، ثوری اور ابوثور کے نزدیک رمی کے وقت کا آغاز طلوعِ آفتاب سے ہوتا ہے۔ اس سے پیشتر کسی کے لیے بھی رمی کرنا درست نہیں۔ ان کی دلیل امام ابوداؤد کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث ہے،

---

❶ ملاحظہ ہو: المفهم ۳/۳۹۶؛ وشرح الطيبي ۶/۱۹۹۶. اس رائے کی تائید میں امام ابوداؤد کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا اور انہوں نے فجر سے پہلے رمی کی۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب التعجيل من جمع، رقم الحديث ۱۹۴۰، ۵/۲۹۰)؛ لیکن امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ شیخ البانی کی بھی یہی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: تهذيب السنن ۵/۲۹۱؛ وإرواء الغليل، رقم الحديث ۱۰۷۷، ۴/۲۷۷۔۲۷۹)؛ البتہ امام نووی نے اسے (صحیح) کہا ہے اور شیخ شنقیطی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۷۶۔۲۷۷).

❷ ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۶/۱۶۹۶؛ والمغني ۵/۲۹۵.

❸ ملاحظہ ہو: السنن الكبرى، كتاب الحج، باب الوقت المختار لرمي جمرة العقبة، جزء رقم الحديث ۹۵۶۷، ۵/۲۱۶. شیخ البانی نے اس کی [سند کو جید] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إرواء الغليل ۴/۲۷۵؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۲/۱۳۷).

کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات ہمیں (یعنی) بنو عبد المطلب کے بچوں کو گدھوں پر سوار کر کے (دیگر لوگوں سے) پہلے (منیٰ کی طرف) روانہ کیا۔ آپ ﷺ ہمارے رانوں پر (پیار سے) تھپکیاں دیتے ہوئے فرما رہے تھے:

"أُبَيْنِيَّ! لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ." [1]

"میرے چھوٹے بیٹو! سورج طلوع ہونے تک جمرہ کو کنکریاں نہ مارنا۔"

و: مذکورہ بالا حدیث میں ترجیح اور جمع کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ شاید ان کے درمیان جمع کی ایک صورت یہ ہو، کہ حضرت اسماء اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما والی حدیثوں کی بنا پر رات کو مزدلفہ سے منیٰ آنے والی خواتین اور ناتواں لوگوں کے لیے فجر سے پہلے رمی کرنا جائز ہو اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم والی حدیثوں کی بنا پر ان کے لیے افضل یہ ہو، کہ وہ فجر کے بعد رمی کریں۔

خواتین کے ساتھ آنے والے طاقت ور لڑکوں اور مردوں کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کی بنا پر رمی کا وقت طلوع آفتاب کے بعد ہو۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى.

❁❁❁❁

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب التعجيل من جمع، رقم الحديث ١٩٣٨، ٥/٣٨٩. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/٣٦٦).

- ی -

منیٰ سے متعلقہ آسانیاں

۱: منیٰ میں نماز قصر کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ دورانِ حج منیٰ میں قیام کے دنوں میں ظہر، عصر اور عشاء تینوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں قصر پڑھی جائیں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

ا: امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِنَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رضی اللہ عنہم صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ." [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی دور میں منیٰ میں دو رکعتیں [2] پڑھیں۔"

ب: امام بخاری نے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنُهُ بِمِنَى رَكْعَتَيْنِ." [3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الصلاة بمنى، رقم الحديث: ١٦٥٥، ٣/٥٠٩.

[2] یعنی چار رکعتوں والی تینوں نمازیں ظہر، عصر اور عشاء قصر پڑھیں۔

[3] المرجع السابق، رقم الحديث ١٦٥٦، ٣/٥٠٩.

''نبی کریم ﷺ نے ہمیں منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں اور ہم اس وقت سے زیادہ تعداد اور امن میں کبھی نہ ہوئے تھے۔''

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں منیٰ میں دورانِ حج نمازوں کو قصر کیا۔

ب: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے بعد والے دور میں منیٰ میں پوری نماز پڑھاتے تھے۔ اس کے سبب کے متعلق امام بیہقی نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا اور (اس میں) فرمایا:

"إِنَّ الْقَصْرَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ، وَلٰكِنَّهُ حَدَثَ طَغَامٌ، فَخِفْتُ أَنْ يَسْتَنُّوْا." ❶

''بے شک (نمازوں کو) قصر (پڑھنا) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی سنت ہے، لیکن ناسمجھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، تو مجھے خدشہ ہوا، کہ وہ اسے (یعنی قصر کو ہی مستقل) طریقہ بنالیں گے۔'' (اس لیے میں پوری نماز پڑھا رہا ہوں)۔''

اس بات کی تائید امام ابن جریج کی بیان کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے، کہ منیٰ میں ایک بدو نے بآواز بلند کہا:

"يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَازِلْتُ أُصَلِّيْهِمَا مُنْذُ رَأَيْتُكَ عَامَ أَوَّلِ رَكْعَتَيْنِ." ❷

---

❶ منقول از: فتح الباري ۲/۵۷۱.

❷ منقول از: المرجع السابق ۲/۵۷۱.

''اے امیر المومنین! جب سے میں نے آپ کو گزشتہ سال دو رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے، میں بھی دو رکعتیں (ہی) پڑھتا ہوں۔''

اس بارے میں امام ابوداؤد نے حضرت زہری سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بدوں کی وجہ سے پوری نماز پڑھی، ❶ کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ انہوں نے لوگوں کو چار رکعتیں پڑھائیں، تاکہ انہیں معلوم ہوجائے، کہ اصل نماز چار (رکعتیں) ہیں۔ ❷

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''یہ طرق ❸ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں، کہ ان کے نماز پوری پڑھنے کا یہی بنیادی سبب ہو۔'' ❹

ج: منیٰ میں قیام کے دوران سب حج کرنے والوں کے لیے نماز قصر پڑھنے کی آسانی اور سہولت ہے۔ سعودی عرب کے سابق مفتیٔ اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

''(قصر کرنے میں) اہل مکہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور دوسروں کو منیٰ، عرفہ اور مزدلفہ میں قصر نماز ہی پڑھائی تھی اور مکہ والوں کو نماز پوری کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر ان پر نماز کا پورا کرنا واجب ہوتا، تو ضرور ان سے یہ بات فرما دیتے۔'' ❺

---

❶ یعنی قصر نہ کی۔

❷ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة بمنى، رقم الرواية ١٩٦٢، ٥/٣٠٨. شیخ البانی نے اسے (حسن) قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابي داود ١/٣٦٩).

❸ متعدد روایات۔ ❹ فتح الباري ٢/٥٧١.

❺ التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة (المطبوع مع شرحه الإفصاح) ص ١٨٢.

۲: منیٰ وعرفات کے درمیان آتے جاتے تلبیہ، تکبیر اور تہلیل ❶ کہنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ منیٰ سے عرفات جاتے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے تلبیہ، تکبیر اور تہلیل تینوں کہہ سکتے ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں دو روایتیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے پوچھا:

"كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟"

''تم اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرتے تھے؟''

تو انہوں نے جواب دیا:

"كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ." ❷

''ہم میں سے لبیک پکارنے والا لبیک پکارتا، تو اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا، تو اس پر کوئی حرف گیری نہ کرتا۔''

ب: امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ! لَقَدْ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَمَا تَرَكَ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، إِلَّا أَنْ

❶ (تلبیہ): لبیک کہنا، (تکبیر): تکبیرات پکارنا، (تہلیل): لا إله إلا الله کہنا۔

❷ متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۵۹، ۳/۵۱۰؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۷۴۔ (۱۲۸۵)، ۲/۹۳۳. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

يَخْلِطُهَا بِتَكْبِيْرٍ أَوْ تَهْلِيْلٍ.‘‘ [1]

’’اس ذات کی قسم جنہوں نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! بے شک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلا، تو آنحضرت ﷺ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ نہ چھوڑا، البتہ آپ ﷺ اس کے ساتھ (بسا اوقات) تکبیر یا تہلیل ملا لیتے۔‘‘

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر دونوں میں سے جو چاہے، اس کا پکارنا درست ہے۔

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارنا، یا اس کے ساتھ تکبیر یا تہلیل ملانا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

ج: پہلی حدیث پر امام بخاری نے حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلٰى عَرَفَةَ] [2]

[منیٰ سے عرفات جاتے وقت تلبیہ اور تکبیر کہنے کے متعلق باب]

امام نووی نے اس پر درجِ ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ فِي الذَّهَابِ مِنْ مِنًى إِلٰى عَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ] [3]

[عرفہ کے دن منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر پکارنے کے

---

[1] المسند، جزء من رقم الحديث ۳۹۶۱، ۲۸/۶. شیخ احمد شاکر نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۸/۶). حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ اسے ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۵۳۳/۳).

[2] صحيح البخاري ۵۱۰/۳.

[3] صحيح مسلم ۹۳۳/۲.

متعلق باب]

علاوہ ازیں امام بخاری نے اپنی [الصحیح] میں ایک اور باب کا حسبِ ذیل عنوان درج کیا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِيْنَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ] [1]

[قربانی کے دن رمی جمرہ تک تلبیہ وتکبیر پکارنے کے متعلق باب]

۳: دس ذوالحجہ کے چار اعمال میں ترتیب کا لازم نہ ہونا:

رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ [یوم النحر] کو چار کام درجِ ذیل ترتیب سے کیے:

ا: جمرۃ عقبہ کو کنکریاں ماریں

ب: قربانی کی

ج: سر مبارک منڈوایا

د: طواف افاضہ (زیارت) کیا

بلاشک وشبہ اب بھی اسی ترتیب سے ان اعمال کا کرنا اعلیٰ وافضل ہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے یہ آسانی فرمائی، کہ انہیں اس ترتیب کو برقرار رکھنے کا پابند نہ کیا۔ اس بارے میں ذیل میں پانچ روایات ملاحظہ فرمایئے۔

ا: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے روبرو عرض کیا:

"زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ."

"میں نے رمی سے پہلے (طواف) زیارت کیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري ۵۳۲/۳.

"لَا حَرَجَ."

"کوئی مضایقہ نہیں۔"

(پھر) اس نے عرض کیا:

"حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ ."

"میں نے قربانی سے پہلے سر مونڈا۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَا حَرَجَ."

"کوئی مضایقہ نہیں۔"

(پھر) اس نے عرض کیا:

"ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ ."

"میں نے رمی سے پہلے قربانی کی۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَا حَرَجَ."[1]

"کوئی مضایقہ نہیں۔"

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الذبح قبل الحلق، رقم الحديث ۱۷۲۲، ۳/۵۵۹. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے رُوبرو ایک شخص نے عرض کیا، کہ اس نے رمی سے پہلے قربانی کی ہے۔ ایک دوسرے شخص نے عرض کیا، کہ اس نے قربانی سے پہلے سر مونڈا ہے، تو آنحضرت ﷺ نے پہلے شخص سے فرمایا: "رمی کرو اور کوئی حرج نہیں" اور دوسرے شخص کو فرمایا: "قربانی کرو اور کوئی حرج نہیں۔" (ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ۱۷۳۷، ۳/۵٦۹؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحديث ۳۲۷۔ (۱۳۰٦)، ۲/۹٤۸). یہی صورت حال امام ابن ماجہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه، باب من قدّم نسكا على نسك، رقم الحديث، ۳۰۵۲، ٤/٤۹۹).

ب: امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ قربانی کے دن جمرۃ (العقبہ) کے پاس کھڑے تھے، کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ."

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے رمی سے پہلے سر مونڈا۔''

تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"اِرْمِ وَلَا حَرَجَ."❶

''رمی کرو اور کچھ مضائقہ نہیں۔''

ج: امام احمد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے حج کے بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے:

''پھر ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَفَضْتُ قَبْلَ أَنْ أَحْلِقَ."

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے سر مونڈنے سے پیشتر [طواف] افاضہ کیا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اِحْلِقْ أَوْ قَصِّرْ، وَلَا حَرَجَ."❷

''(سر) مونڈ دو یا (بال) کاٹو، (جو کر چکے ہو، اس میں) کوئی حرج نہیں۔''

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، جزء من رقم الحديث ۳۳۳۔ (۱۳۰۶)، ۲/۹۴۹۔۹۵۰.

❷ المسند، جزء من رقم الحديث ۵۶۲، ۲/۱۷۔۱۸. شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲/۱۷).

د: ایک دوسری روایت میں ہے:

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا:

"طُفْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ."

''میں نے قربانی سے پہلے طواف (افاضہ) کیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ." ❶

''قربانی کرو اور کوئی حرج نہیں۔''

ہ: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

''بے شک نبی کریم ﷺ سے قربانی، سر مونڈنے اور رمی (کی ترتیب) میں تقدیم و تاخیر کے متعلق سوال کیا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''کوئی حرج نہیں۔'' ❷

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

"فَمَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ:

"افْعَلْ، وَلَا حَرَجَ." ❸

''رسول اللہ ﷺ سے (ترتیب میں) جس چیز کو بھی آگے پیچھے کرنے

---

❶ منقول از: حجّة النبي ﷺ كما رواها عنه جابر رضي الله عنه للشيخ الألباني ص ٨٦ اور انہوں نے طحاوی سے نقل کیا ہے۔

❷ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا رمى بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسيًا أو جاهلا، رقم الحديث ١٧٣٤، ٣/٥٦٨؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحديث ٣٣٤ ـ (١٣٠٧)، ٢/٩٥٠.

❸ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الفتيا على الدابة عند الجمرة، جزء من رقم الحديث ١٧٣٦، ٣/٥٦٩؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب من حلق قبل النحر......، جزء من رقم الحديث ٣٢٧ ـ (١٣٠٦)، ٢/٩٤٨. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(جو چیز نہیں کی، اب) کرلو اور (ترتیب میں جو خلل آ گیا ہے، اس میں) کوئی مضایقہ نہیں۔''

مذکورہ بالا احادیث کے حوالے سے آٹھ باتیں:

ا: پہلی چار روایات میں دس ذوالحجہ کے کاموں میں تقدیم و تاخیر کی درجِ ذیل صورتوں کے متعلق سوال کیا گیا:

۱: رمی سے پہلے طواف افاضہ

۲: قربانی سے پہلے سر مونڈنا

۳: رمی سے پہلے قربانی

۴: رمی سے پہلے سر مونڈنا

۵: سر مونڈنے سے پہلے طواف افاضہ

۶: قربانی سے پہلے طواف افاضہ

اور پانچویں روایت میں دس ذوالحجہ کے اعمال میں تقدیم و تاخیر کے متعلق اجمالی طور پر سوال کیا گیا۔

ب: (لَا حَرَجَ) سے مراد:

امام نووی رقم طراز ہیں:

"ظَاهِرُ قَوْلِهِ ﷺ: "لَا حَرَجَ" أَنَّهُ لَا شَيْءَ عَلَيْكَ مُطْلَقًا."

''آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی ''لَا حَرَجَ'' کا واضح طور پر معنی یہ ہے: تیرے ذمے بالکل کچھ نہیں۔''

علامہ قرطبی نے ابن عمرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کی شرح میں لکھا ہے:

"أَحَادِيثُ هٰذَا الْبَابِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا أَوْ أَخَّرَهُ مِنَ الْحَلَاقِ، وَالرَّمْيِ، وَالنَّحْرِ، وَالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، فَلَا

شَيْءَ عَلَيْهِ. وَبِهٰذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَفُقَهَاءُ الْحَدِيْثِ فِيْ جُمْلَةٍ مِنَ السَّلَفِ."❶

''اس باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ جس نے سر منڈانے، رمی، قربانی اور بیت اللہ کے طواف (کی ترتیب میں) تقدیم و تاخیر کی، اس پر کچھ بھی نہیں۔ عام سلف کے ساتھ شافعی اور فقہاء اصحاب الحدیث کا یہی قول ہے۔''

ج: ترتیب میں خلل پر وجوبِ دم کے لیے استدلال اور اس کا جواب:

بعض علماء نے ان چار کاموں میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں دم لازم آنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا:

''جس نے مناسکِ حج میں سے کسی کو آگے پیچھے کیا، تو اسے اس بنا پر دم دینا چاہیے۔''❷

لیکن اس استدلال پر دو اعتراضات ہیں:

١: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"وَلَيْسَ بِثَابِتٍ عَنْهُ."❸

''ان (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے یہ (قول) ثابت نہیں۔''

٢: اگر یہ تسلیم کیا جائے، کہ یہ قول ثابت ہے، تو پھر اس سے استدلال کرنے والوں کو چاہیے، کہ وہ ان چاروں اعمال میں سے ہر ایک عمل کی تقدیم و تاخیر پر دم

---

❶ المفهم ٣/٤٠٨.

❷ منقول از: فتح الباري ٣/٥٧٢.

❸ المفهم ٢/٤٠٨، ٤٠٩؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ٣/٥٧٢.

واجب کریں، لیکن وہ ایسے نہیں کرتے۔ وہ صرف قربانی یا رمی سے پہلے سر منڈانے پر دم لازم کرتے ہیں۔ ❶

د: (لَا حَرَجَ) سے (گناہ کی نفی) مقصود ہونے کا احتمال:

علامہ طحاوی لکھتے ہیں: حدیث سے ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اعمال کے آگے پیچھے کرنے کی اجازت ہے، البتہ اس بات کا احتمال ہے، کہ (لَا حَرَجَ) سے مقصود تقدیم وتاخیر میں گناہ کی نفی ہو۔ اس طرح یہ حکم بھول یا جہالت کی بنا پر کرنے والے کے لیے ہوگا، لیکن عمداً ایسا کرنے والے پر فدیہ ہوگا۔

اس احتمال پر کیے گئے اعتراضات میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: فدیہ کے واجب کرنے کے لیے دلیل درکار ہے۔ اگر وہ واجب ہوتا، تو آنحضرت ﷺ اسی وقت فرما دیتے، کیونکہ تب اس کے بیان کی ضرورت تھی اور بوقتِ ضرورت بیان میں تاخیر درست نہیں۔ ❷

۲: آنحضرت ﷺ نے (لَا حَرَجَ) سے صرف گناہ کی نفی نہیں فرمائی، بلکہ ان اعمال کے عام ترتیب کے مطابق نہ ہونے کے باوجود ان کے شرعی طور پر معتبر ہونے کی خبر بھی دی ہے۔ اگر ایسے نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ ان کے دوبارہ کرنے کا حکم دیتے، کیونکہ لاعلمی یا سہو سے حج کے احکام ختم نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر رمی اور قربانی لاعلمی یا سہواً چھوڑنے والا گناہ گار نہیں ہوتا، لیکن اس کا علم ہونے اور یاد آنے پر ان کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ ❸

۳: امام طبری (لَا حَرَجَ) سے صرف گناہ کی نفی مراد لینے والوں پر اعتراض

---

❶ منقول از: فتح الباري ۳/۵۷۱.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۵۷۱.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۵۷۱.

کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان لوگوں پر تعجب ہے، کہ وہ بعض کاموں میں ترتیب ختم ہونے پر گناہ اور فدیہ دونوں کی نفی مراد لیتے ہیں۔ اگر ترتیب واجب ہوتی اور اس کے ختم ہونے سے دم لازم ہوتا، تو اس کے ختم ہونے کی ہر صورت میں حکم یکساں ہونا چاہیے تھا۔ آنحضرت ﷺ کے عام فرمان (لَا حَرَجَ) سے بعض صورتوں میں صرف گناہ کی نفی اور بعض میں گناہ اور فدیہ دونوں کی نفی کیونکر درست ہوسکتی ہے؟ ❶

ہ: صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت میں ہے، کہ ایک سائل نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر نہ تھی، کہ رمی قربانی سے پہلے ہے......

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا: مجھے شعور نہ تھا، کہ قربانی سر منڈانے سے پہلے ہے......الحدیث ❷

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علمائے امت نے تقدیم و تاخیر کی بنا پر دم لازم نہ آنے کو بھول اور لاعلمی کی بنا پر ایسے کرنے والے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ❸

علامہ ابن بطال اس بارے میں لکھتے ہیں:

اگر کسی گمان کرنے والے نے یہ گمان کیا، کہ سائل کا نبی کریم ﷺ سے یہ کہنا [میں نے لاعلمی میں رمی سے پہلے قربانی کی ہے] اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ عمداً ایسے کرنا جائز نہیں اور ایسی صورت میں ممکن ہو، تو (ٹھیک ترتیب سے دوبارہ) عمل کرے، وگرنہ فدیہ ادا کرے۔

یہ گمان درست نہیں، کیونکہ مناسکِ حج میں سے عمداً کرنے والے پر لازم ہونے

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/ ۵۷۱.

❷ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحدیث: ۳۲۸۔ (۱۳۰۶)، ۲/ ۸۴۹.

❸ ملاحظہ ہو: المغني ۵/ ۳۲۲؛ وفتح الباري ۳/ ۵۷۲.

والا عمل جاہل اور بھولنے والے کی لاعلمی اور نسیان سے ساقط نہیں ہوتا۔ جہل اور نسیان سے تو صرف گناہ ختم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے لاعلمی یا نسیان کی بنا پر رمی جمرات نہ کی، یہاں تک کہ رمی کے دن ختم ہوگئے، تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کہ فدیہ کے واجب ہونے میں اس کا حکم جان بوجھ کر رمی چھوڑنے والے کی طرح ہوگا۔

یہی بات لاعلمی یا نسیان کی وجہ سے وقوف عرفات چھوڑنے کے متعلق ہے۔

اسی طرح حج کے دیگر اعمال میں فدیہ کے لازم ہونے میں جاہل، قصداً کرنے یا چھوڑنے والا اور بھولنے والا تینوں برابر ہیں۔ ان چاروں اعمال کی ترتیب میں بھی لاعلمی اور قصداً تقدیم وتاخیر کرنے والے ایک جیسے ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''لَا حَـرَجَ'' [کوئی مضایقہ نہیں] اور اپنے جواب میں عالم، جاہل اور بھولنے والے میں فرق نہیں کیا۔ ❶

و: قربانی سے پہلے سر منڈانے کے بارے میں علماء کی آراء:

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: قربانی سے پہلے سر منڈانے میں اختلاف ہے۔ مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور ابوثور کی رائے میں ایسا کرنے والے کے ذمہ کچھ نہیں، (نہ گناہ اور نہ ہی فدیہ) اور یہی بات حدیث میں ہے۔

نخعی کے نزدیک اس پر دم ہے اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔

زفر کے نزدیک حج قِران کرنے والے پر دو دم ہیں اور ابویوسف اور محمد کی رائے میں اس پر کچھ بھی نہیں۔ ابوحنیفہ اور زفر کی رائے حدیث کے خلاف ہے، اس لیے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ❷

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح ابن بطال ٤/٣٩٩-٤٠٠.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/٣٩٧-٣٩٨.

ز: رمی سے پہلے طوافِ زیارت کے متعلق علماء کی آراء:

علامہ ابن بطال ہی نے تحریر کیا ہے: رمی سے پہلے طوافِ زیارت کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ شافعی نے کہا: حدیث کی نص کے مطابق اس کا طواف ہوگیا، (اب) وہ رمی کرلے۔ مالک سے روایت ہے، کہ وہ رمی کرے، پھر (سر) منڈائے، پھر دوبارہ طواف کرے اور اگر وہ اپنے وطن لوٹ چکا ہے، تو اس پر دم ہے اور (رمی سے پہلے کیا ہوا) طواف اسے کفایت کر جائے گا۔

یہ (مالک کی رائے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے۔ میرا خیال ہے، کہ مالک کو یہ حدیث پہنچی نہ ہوگی۔ [1]

ح: علامہ قرطبی کی رائے:

علامہ قرطبی دس ذوالحجہ کے چاروں اعمال میں تقدیم و تاخیر کے متعلق مختلف اقوال اور ان کے دلائل تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وَالظَّاهِرُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ." [2]

"احادیث سے شافعی اور اصحاب حدیث کا مذہب (ہی) ظاہر ہوتا ہے۔"

اور ان کا مذہب یہ ہے، کہ چاروں اعمال میں قصداً، سہواً، لاعلمی اور جانتے ہوئے تقدیم و تاخیر کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ ہی فدیہ اور بلاشک وشبہ اس میں حج

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح ابن بطال ۴/۳۹۸؛ نیز ملاحظہ ہو: المحلّی، ۸۴۵۔ مسألة، ۷/۲۶۰۔۲۶۵۔ امام نخعی اور ان کے پیروکار ارشاد ربانی: ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ (البقرة/جزء من الآية ۱۹۶) [تم قربانی کے اپنی جگہ پہنچ جانے تک اپنے سروں کو نہ منڈاؤ] سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس آیت سے استدلال تب مکمل ہوتا، جب کہ الفاظ یوں ہوتے: ﴿ولا تحلقوا رؤوسكم حتي تنحروا﴾ [تم ذبح کرنے تک اپنے سر نہ منڈاؤ]۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵۷۱۔۵۷۲).

[2] المفهم ۳/۴۰۹.

کرنے والے حضرات وخواتین کے لیے عظیم آسانی ہے۔

۴: غروبِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک غروبِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کا جواز ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس سلسلے میں تین روایات پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”قربانی کے دن منیٰ میں نبی کریم ﷺ سے سوال کیا جاتا، تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ”کچھ مضایقہ نہیں۔“

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا:

”حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ .“

”میں نے ذبح کرنے سے پیشتر سر مونڈ لیا ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ.“

”ذبح کرو اور (جو کچھ کر چکے ہو، اس میں) کچھ مضائقہ نہیں۔“

اور اس نے عرض کیا:

”رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ .“

”میں نے شام کے بعد کنکریاں ماریں۔“

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا حَرَجَ.“ [1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا رمى بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسيًا أو جاهلًا، رقم الحديث ١٧٣٥، ٣/٥٦٨.

''کوئی مضایقہ نہیں۔''

ب: امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: وہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلرَّاعِي يَرْمِي بِاللَّيْلِ وَيَرْعَى بِالنَّهَارِ.''❶

''چرواہا رات کو رمی کرے اور دن میں (جانوروں کو) چرائے۔''

ج: امام مالک نے حضرت نافع سے روایت نقل کی ہے، کہ صفیہ بنت عبید❷ کی بھتیجی کے ہاں مزدلفہ میں بچہ پیدا ہوا، تو وہ اور صفیہ، دونوں وہیں رک گئیں اور قربانی کے دن (ہی) غروبِ آفتاب کے بعد منیٰ آئیں۔

ان دونوں کے آنے پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں رمی جمرہ کا حکم دیا اور ان کی رائے میں ان کے ذمے کوئی چیز (یعنی فدیہ وغیرہ) نہ تھی۔❸

ان روایات کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: (لَا حَرَجَ) سے مراد یہ ہے، کہ ایسا کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ فدیہ۔❹

ب: بعض علماء نے اس حدیث سے رات کو رمی کے جواز کے استدلال پر درجِ ذیل دو اعتراضات کیے ہیں:

ا: (بَعْدَمَا أَمْسَيْتُ) سے سائل کا مقصود زوال کے بعد رمی کے متعلق پوچھنا تھا، رات کو رمی کے بارے میں اس کا سوال نہ تھا۔

---

❶ السنن الكبرى، كتاب الحج، باب الرخصة في أن يرعوا نهارًا ويرموا ليلًا إن شاءوا، رقم الرواية ۹۲۷۷، ۲٦٤/٥۔ حافظ ابن حجر نے اس کی [سند کو حسن] اور شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة للشيخ الألباني ص۳۹؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة ٦٢٢/٥۔٦٢٤).

❷ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ محترمہ تھیں۔ (ملاحظہ ہو: أضواء البيان ٢٨٥/٥).

❸ الموطأ، كتاب الحج، رقم الرواية ٢٢٠، ٤٠٩/١.

❹ ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٥٤١/٥.

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ [بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ] میں زوال کے بعد کا وقت اور رات کا وقت دونوں شامل ہیں اور آنحضرت ﷺ کا مقصود ان دونوں اوقات میں کی گئی رمی سے گناہ اور فدیہ کی نفی تھی۔ ❶

۲: حدیث میں گناہ اور فدیہ کی نفی بھول کر یا لاعلمی میں رات کو رمی کرنے والے کے لیے ہے، ہر ایک کے لیے نہیں۔ ❷

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ اگرچہ منیٰ میں بعض سوال کرنے والوں نے لاعلمی کی وجہ سے، رمی میں تاخیر کرنے کا ذکر کیا ہے، لیکن بعض کے یہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ ہر سائل نے جو کچھ کیا، لاعلمی کی وجہ سے کیا۔

آنحضرت ﷺ کے ہر سائل کے جواب میں [لَا حَرَجَ] (کچھ مضایقہ نہیں) فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ گناہ اور فدیہ کی نفی بھول کر یا لاعلمی سے رمی میں تاخیر کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ رات کو رمی کرنے والے ہر شخص کا یہی حکم ہے۔ ❸

ج: شیخ البانی نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[جَوَازُ رَمْيِ الْجَمْرَاتِ بِاللَّيْلِ بِعُذْرٍ.] ❹

[عذر کی بنا پر رات کو رمی جمرات کا جواز]

اور علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"وَكُلُّ ذِي عُذْرٍ مِنْ مَرَضٍ، أَوْ خَوْفٍ عَلَى نَفْسِهِ، أَوْ مَالِهِ كَالرُّعَاةِ فِي هٰذَا، لِأَنَّهُمْ فِي مَعْنَاهُمْ." ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: أضواء البيان ٥/٢٨٢-٢٨٣.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ٣/٥٦٨.

❸ نيل الأوطار ٥/١٥٥. ❹ سلسلة الأحاديث الصحيحة ٥/٦٢٢.

❺ الكافي ٢/٤٥٢.

''بیماری یا اپنی جان یا مال کے خوف کے عذر والا ہر شخص اس بارے میں چرواہوں کی طرح ہے، کیونکہ ان (عذر والوں) کا معاملہ ان (چرواہوں) جیسا ہے۔''[1]

د: امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رات کو رمی کرنے کے فتویٰ کو درج ذیل عنوان کے ضمن میں روایت کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي رَمْيِ الْجِمَارِ][2]

[رمی جمرات میں رخصت کے متعلق باب]

ہ: سعودی عرب کی مجلس دائمی برائے علمی تحقیقات و افتاء نے ایک فتویٰ دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"مَنْ أَخَّرَ رَمْيَ الْجِمَارِ فِي الْيَوْمِ الْحَادِيْ عَشَرَ، حَتَّى أَدْرَكَهُ اللَّيْلُ، وَتَأْخِيْرُهُ لِعُذْرٍ شَرْعِيٍّ، وَرَمَى الْجِمَارَ لَيْلًا، فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ.

وَهٰكَذَا مَنْ أَخَّرَ الرَّمْيَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ، فَرَمَاهُ لَيْلًا أَجْزَأَهُ ذٰلِكَ وَلَا شَيْءٌ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّ الْأَحْوَطَ أَنْ يَجْتَهِدَ فِي الرَّمْيِ نَهَارًا فِي الْمُسْتَقْبَلِ."[3]

''جو شخص رمی جمرات میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ رات ہو جائے اور وہ رات میں رمی کرے اور اس کی تاخیر شرعی عذر کی بنا پر ہو، تو اس کے ذمے اس بنا پر کچھ نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص بارہ تاریخ کی رمی میں تاخیر

---

[1] (اس بارے میں) سے مراد منیٰ میں رات بسر کرنے میں رعایت، دو دن کی رمی ایک دن کرنے میں اور رات کو رمی کرنے میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: الكافي ۲/ ۴۵۱۔ ۴۵۲).

[2] الموطأ ۱/ ۴۰۹.

[3] فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى رقم (۱۶۱۱)، ۱۱/ ۲۸۲.

کر کے رات کو رمی کرے، تو ایسا کرنا اسے کفایت کر جائے گا اور اس کے ذمے کچھ نہیں ہوگا، لیکن زیادہ احتیاط کی بات یہ ہے، کہ وہ مستقبل میں دن ہی کو رمی کرنے کی کوشش کرے۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ پہلی حدیث کے مطابق رات کو رمی کرنے میں نہ گناہ اور نہ ہی فدیہ ہے اور یہ اجازت سب کے لیے ہے۔ دوسری حدیث میں چرواہوں کو رات میں رمی کی اجازت دی گئی ہے۔ اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ہر عذر والا شخص بھی رات کو رمی کرسکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی زوجہ اور ان کی بھتیجی کو بوجہ عذر دن میں رمی نہ کرسکنے کی بنا پر، رات کو رمی کا حکم دیا۔

۵: عذر والے کا دو دن کی رمی ایک دن میں کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں ٹھہرے اور ہر روز کی رمی اسی دن کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کے لیے یہ سہولت فرمائی، کہ وہ گیارہ اور بارہ تاریخ دونوں کی رمی ایک ہی دن میں کرلیں۔

حضرات ائمہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِلرُّعَاةِ فِيْ الْبَيْتُوْتَهِ، يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، وَالْيَوْمَيْنِ الَّذِيْنَ بَعْدَهُ يَجْمَعُوْنَهُمَا فِيْ أَحَدِهِمَا.''[1]

---

[1] سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في رمي الجمار، رقم الحديث ١٩٧٣، ٥/٣١٣-٣١٤؛ وجامع الترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء في الرخصة للرعاة أن يرموا يومًا ويدعوا يومًا، رقم الحديث ٩٦٢، ٢٥-٢٦؛ وسنن النسائي، كتاب مناسك الحج، رمي الرعاة، ٥/٢٧٣؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم الحديث ٣٠٣٧، ٩/٧٣-٧٤ (المطبوع مع إنجاز الحاجة).
الفاظِ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ امام الترمذی نے اسے [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٣/٨٥٠؛ وصحيح سنن النسائي ٢/٦٤٢).

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو (منیٰ میں) رات بسر کرنے کے معاملے میں رعایت دی۔ وہ قربانی کے دن رمی کریں، پھر وہ اس کے بعد والے دو دنوں کی رمی ان میں سے کسی ایک دن کرلیں۔''

حدیث کے حوالے سے چار باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ کی راتیں باہر بسر کرنے کی رعایت دی اور یہ رعایت اونٹوں کی دیکھ بھال کی ضرورت کے پیشِ نظر تھی، جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کو پانی پلانے کی غرض سے اجازت دی تھی۔ [1]

ب: مویشی چرانے والوں کو دو دن گیارہ اور بارہ تاریخوں کی رمی ایک دن کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَـابُ مَا جَاءَ فِيْ الرُّخْصَةِ لِلرُّعَاةِ أَنْ يَرْمُوْا يَوْمًا، وَيَدَعُوْا يَوْمًا] [2]

[چرواہوں کے لیے ایک دن رمی کرنے اور ایک دن چھوڑنے کی رخصت کے متعلق باب]

ج: امام مالک کے نزدیک ان دو دنوں کی رمی بارہ تاریخ کو ہی کی جائے گی، کیونکہ واجب کی ادائیگی، اس کے واجب ہونے کے بعد ہوتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔ اسی لیے جب بارہ تاریخ کی رمی گیارہ تاریخ کو واجب ہی نہ تھی، تو وہ گیارہ کو کیونکر کی جاسکتی ہے؟ [3]

---

[1] اس بارے میں تفصیل اس کتاب کے صفحات ۲۹۰-۲۹۲ میں گزر چکی ہے۔

[2] جامع الترمذي ۲/ ۲۴.

[3] ملاحظہ ہو: الموطأ، كتاب الحج، باب الرخصة في رمي الجمار، ۱/ ۴۰۹. یہی رائے احناف اور شوافع کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۶/ ۲۰۲۳؛ ومرقاة المفاتيح ۵/ ۵۶۴).

بعض علماء کی رائے میں انہیں دونوں میں سے کسی بھی ایک دن میں رمی کا اختیار ہے، گیارہ کو بھی اور بارہ کو بھی۔ ❶

شاید یہی رائے زیادہ درست ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"يَجْمَعُوْنَهُمَا فِيْ أَحَدِهِمَا."

''وہ ان دونوں (کی رمی) کو ایک میں جمع کرلیں۔''

باقی ان کا یہ کہنا، کہ [بارہ تاریخ کی رمی واجب ہونے سے پیشتر گیارہ تاریخ کو کیونکر ادا ہوسکتی ہے؟] اس کی آنحضرت ﷺ کے فرمان [وہ دونوں میں سے جس دن چاہیں جمع کرلیں] کے بعد کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ ازیں کیا جمع تقدیم میں عصر اور عشاء کی نمازوں کو ان کے وقت کے داخل ہونے سے پیشتر ظہر اور مغرب کے ساتھ ادا نہیں کیا جاتا؟

امام ابن خزیمہ کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بے شک وہ (چرواہے) ایام تشریق کے پہلے اور دوسرے دن رمی جمع کرکے ان دو میں سے ایک دن، چاہے پہلے دن یا دوسرے دن کرتے ہیں۔'' ❷

انہی کی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

"يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ الْغَدَ أَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرَةِ." ❸

''وہ قربانی کے دن رمی کرتے ہیں، پھر دوسرے دن یا دوسرے دن کے بعد، دو دنوں کی رمی کرتے ہیں، پھر روانگی کے دن (تیرہ تاریخ) کی رمی

---

❶ ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۲۱۲.

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۴/۳۲۰.

❸ المرجع السابق

کرتے ہیں۔''

د: آنحضرت ﷺ نے چرواہوں کو عذر کی بنا پر دو دنوں کی رمی ایک دن میں کرنے کی اجازت دی۔ امام ابن ماجہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ تَأْخِيرِ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ عُذْرٍ][1]

[عذر کی بنا پر جمرات کی رمی میں تاخیر کرنے کے متعلق باب]

یہ رعایت دیگر حقیقی عذر والے لوگوں کے لیے بھی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

شیخ البانی لکھتے ہیں:

عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے عذر والے کے لیے دو دن کی رمی ایک دن میں جمع کر لینا جائز ہے۔[2]

۶: بچے اور معذور کی طرف سے رمی کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ استطاعت نہ رکھنے والے بچوں اور دیگر معذور افراد کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیقِ الٰہی سے قدرے تفصیل سے گفتگو پیش کی جارہی ہے:

۱: بچوں کی طرف سے رمی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کے ہمراہ حج کیا کرتے تھے۔ اُن میں رمی کی استطاعت رکھنے والے بچے خود رمی کرتے اور دیگر بچوں کی طرف سے رمی کی جاتی۔[3]

---

[1] سنن ابن ماجة ۷۳/۹.

[2] ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ۳۸.

[3] ملاحظہ ہو: المغني ۵۲/۵؛ وتفسير القرطبي ۱۲/۳؛ وموسوعة فقه عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۲۷۱.

امام ابن منذر لکھتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ حَفِظْتُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَى الرَّمْيَ عَنِ الصَّبِيِّ الَّذِيْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الرَّمْيِ." [1]

''وہ تمام اہل علم، جن سے میں نے علم حاصل کیا، رمی کی استطاعت نہ رکھنے والے بچے کی طرف سے رمی کرنے کے قائل تھے۔''

حضرات ائمہ عطاء، زہری، مالک، شافعی اور اسحاق سب کی یہی رائے ہے۔ [2]

ب: معذور افراد کی طرف سے رمی:

علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مَرِيْضًا أَوْ مَحْبُوْسًا أَوْ لَهُ عُذْرٌ جَازَ أَنْ يَسْتَنِيْبَ مَنْ يَرْمِيْ عَنْهُ." [3]

''جب آدمی بیمار ہو یا قید کیا گیا ہو یا اس کے لیے کوئی اور عذر ہو، تو اس کے لیے رمی کرنے کی خاطر نائب مقرر کرنا جائز ہے۔''

شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

''رمی کی استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے جمرات کو کنکریاں

---

[1] منقول از: المغني ٥/٥٢.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٥/٥٢. اس بارے میں امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے اور ہم نے بچوں کی طرف سے لبیک پکارا اور ان کی طرف سے رمی کی۔'' (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الرمي عن الصبيان، رقم الحديث ٣٠٣٨، ٩/٧٧ (المطبوع مع إنجاز الحاجة)؛ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: ضعيف سنن ابن ماجه ص ٢٤٠؛ وإنجاز الحاجة ٩/٧٧-٧٨، وهامش سنن ابن ماجه للدكتور بشار ٤/٤٩١).

[3] المغني ٥/٣٧٩؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ٣/١٣٧؛ والمجموع ٨/١٧٥.

مارنے کے لیے کسی دوسرے شخص کو مقرر کرنا جائز ہے۔ یہ عدمِ استطاعت بیماری، بڑھاپے یا صغرسنی کی وجہ سے ہو یا رمی کے لیے اس کے جانے سے کسی دوسرے کو ضرر پہنچنے کے خدشہ کی بنا پر ہو، جیسے حاملہ یا بچے والی ایسی خاتون، کہ رمی سے واپس آنے تک بچے کی حفاظت کرنے والا کوئی شخص میسر نہ ہو، کیونکہ رمی کے وقت لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اسے ضرر پہنچنے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔'' [1]

۷: رمی جمرہ کے بعد ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی پابندیوں کا خاتمہ:

دس ذوالحجہ کو حج کرنے والوں کے ذمے چار اعمال ہوتے ہیں: رمی جمرہ، قربانی، حجامت اور طواف زیارت، لیکن ان کے لیے یہ رعایت رکھی گئی ہے، کہ وہ صرف ایک کام رمی جمرہ کرنے کے بعد ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی جملہ پابندیوں سے آزاد ہوجاتے ہیں۔ اس بارے میں توفیقِ الٰہی سے ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام ابوداؤد نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوْا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَاحُرِمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءَ.'' [2]

''بے شک تمھیں اس دن (میں) یہ رعایت دی گئی ہے، کہ جب تم جمرہ

---

[1] مجموع فتاوی سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز ۱/۱۵۵؛ نیز ملاحظہ: فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (۱۱۳۷)، ۱۱/۲۸۴.

[2] یہ الفاظ ایک قدرے مفصل حدیث کا حصہ ہیں۔ مکمل حدیث اور اس کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۸۵ میں ملاحظہ فرمایئے۔

کرلو، تو تمہارے لیے خواتین کے علاوہ یعنی ازدواجی تعلقات کے علاوہ (احرام کی وجہ سے) حرام کردہ ہر چیز حلال ہوگئی۔''

ب: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ بِذَرِيْرَةٍ لِحَجَّةِ الْوِدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ حِيْنَ أَحْرَمَ، وَحِيْنَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ.'' ❶

''میں نے حجۃ الوداع میں اپنے ہاتھ سے چھاچھ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو حلال ہونے اور احرام کے وقت خوشبو لگائی۔ جب آپ ﷺ نے احرام باندھا، اور جب آپ ﷺ نے یوم النحر ❷ کو بیت اللہ کے طواف سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔''

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے، کہ رمی جمرہ کے بعد ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی باقی ماندہ تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو لگائی، اور اس میں یہ اعلان ہے، کہ احرام کی پابندیاں ختم ہوئیں۔ ❸

---

❶ المسند، رقم الحديث ۲۶۰۷۸، ۴۳/۱۹۰۔ شیخ البانی اور شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول، الجزء الثالث، ص ۸۲، وهامش المسند ۲۳/۱۹۰)۔

❷ یعنی قربانی کے دن۔

❸ سوائے ازدواجی تعلقات کے، کہ اس پابندی کا ذکر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

ب: امام شافعی، اصحاب رائے اور امام احمد سے ایک روایت کے مطابق احرام کی پابندیاں رمی جمرہ اور حجامت کے بعد ختم ہوتی ہیں، ❶ ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے:

''إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ، فَقَدْ حَلَّ لَكُمُ الطِّيبُ وَالثِّيَابُ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ.'' ❷

''جب تم رمی کرلو اور سر مونڈ لو، تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا خوشبو، کپڑے اور ہر چیز جائز ہے۔''

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے:

''وَذَبَحْتُمْ.'' ❸

''اور تم ذبح کرلو'' ❹

لیکن یہ حدیث [قربانی کرنے اور سر مونڈنے] کے اضافوں کے ساتھ ضعیف ہے۔ ❺

ج: حضرات ائمہ عطاء، مالک، ابو ثور اور امام احمد کی دوسری روایت کے مطابق رمی جمرہ سے ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی دیگر تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس قول کے متعلق علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

---

❶ ملاحظہ ہو: المغني ٣٠٩/٥؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ١٣٢/٢.

❷ ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث ٢٥١٠٣، ٤٠٤٢. نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ١٣٢/٢.

❸ ملاحظہ ہو: السنن الکبری للبیهقي، کتاب الحج، باب ما یحلّ بالتحلّل الأول من محظورات الإحرام، رقم الروایة ٩٥٩٨، ٢٢٢/٥.

❹ یعنی جب تم رمی اور قربانی کرلو اور سر مونڈ لو، تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا خوشبو، کپڑے اور ہر چیز جائز ہے۔

❺ ملاحظہ ہو: بلوغ المرام (المطبوع مع سبل السلام) ٤٢٥/٢؛ وسلسلة الأحادیث الضعیفة، رقم الحدیث ١٠١٣، ٧٤/٣-٧٥؛ وهامش المسند للشیخ الأرناؤوط ورفقائه ٤٠/٤٢.

"وَهُوَ الصَّحِيْحُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِقَوْلِهِ ﷺ فِي حَدِيْثِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا." ❶

"اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی (روایت کردہ) حدیث ❷ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی بنا پر یہی (قول) صحیح ہے۔"

شیخ البانی لکھتے ہیں:

"فَإِذَا انْتَهٰى مِنْ رَمْيِ الْجَمْرَةِ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ، وَلَوْ لَمْ يَنْحَرْ أَوْ يَحْلِقْ، فَيَلْبَسُ ثِيَابَهُ، وَيَتَطَيَّبُ." ❸

"پس جب وہ رمی جمرہ سے فارغ ہو، تو اس کے لیے ازدواجی تعلقات کے سوا (احرام کی وجہ سے ممنوعہ) ہر چیز حلال ہوگئی، اگرچہ اس نے قربانی یا حجامت نہ کروائی ہو۔ سو وہ اپنے کپڑے پہنے اور خوشبو استعمال کرے۔"

۸: احرام کھولتے ہوئے سر منڈوانے یا بال ترشوانے میں اختیار:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں احرام کھولتے ہوئے سر مبارک منڈوایا، لیکن امت کو سر منڈوانے اور بال ترشوانے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، کرنے کی اجازت دی۔ اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ."

"اللہ تعالیٰ (بال) مونڈنے والوں پر رحم فرمائیں۔"

---

❶ المغني ٥/ ٣١٠.

❷ صفحہ ۲۷۶ میں یہ حدیث دیکھئے۔

❸ مناسك الحج والعمرة ص ٣٢.

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

"وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!"

''اور کترانے والوں پر (بھی) یارسول اللہ ﷺ!''

آنحضرت ﷺ نے کہا:

"رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ."

''اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم فرمائیں۔''

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

"وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!"

''اور کترانے والوں پر (بھی) یارسول اللہ ﷺ!''

آنحضرت ﷺ نے کہا:

"رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ."

''اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم فرمائیں۔''

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

"وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!"

''اور کترانے والوں پر (بھی) یارسول اللہ ﷺ!''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"وَالْمُقَصِّرِيْنَ."[1]

''اور کترانے والوں پر (بھی)۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۱۸۔ (۱۳۰۱)، ۲/۹٤٦. نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۷۲۷، ۳/۵٦۱۔

کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ."

''اے اللہ! (بال) مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔''

انہوں نے عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ."

''یارسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔''

آنحضرت ﷺ نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ."

''اے اللہ! مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔''

انہوں نے عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ."

''یارسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔''

آنحضرت ﷺ نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ."

''اے اللہ! مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔''

انہوں نے عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ."

''یارسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔''

آنحضرت ﷺ نے کہا:

"وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ ." ❶

''اور (بال) کٹوانے والوں کی (بھی اے اللہ! مغفرت فرما دیجیے)۔''

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: احرام کھولنے سے پیشتر بال منڈوانے اور ترشوانے، دونوں میں سے جو چاہے، کرے۔ امام بخاری نے ایک باب کا حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ] ❷

[احرام کھولتے وقت بال مونڈنے اور کاٹنے کے متعلق باب]

ب: امام حسن بصری سے نقل کیا گیا ہے، وہ کہا کرتے تھے، کہ پہلی دفعہ حج کرنے والے کے لیے بال مونڈنا ضروری ہے، ان کا کاٹنا اسے کفایت نہیں کرے گا۔ ❸

علامہ نووی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَهٰذَا، إِنْ صَحَّ عَنْهُ، مَرْدُوْدٌ بِالنُّصُوْصِ، وَإِجْمَاعِ مَنْ قَبْلَهُ ." ❹

''اگر ایسا کہنا ان سے ثابت ہو، تو احادیث ❺ اور ان سے پہلے (علمائے امت کے) اجماع کی بنا پر رد کیا جائے گا۔''

---

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۷۲۸، ۳/۵٦۱؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۳۲۰۔ (۱۳۰۷)، ۲/۹٤٦. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ صحيح البخاري ۳/۵٦۱.

❸ منقول از: شرح النووي ۹/٤۹.

❹ المرجع السابق ۹/٤۹۔۵۰.

❺ مذکورہ بالا دو حدیثوں کے علاوہ دیگر احادیث بھی بال منڈوانے اور ترشوانے دونوں کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب تقصير المتمتّع بعد العمرة، رقم الحديث ۱۷۳۱، ۳/۵٦۷؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير وجواز التقصير، جزء من رقم الحديث ۳۱٦۔ (۱۳۰۱)، ۲/۹٤۵).

ج: بالوں کا منڈانا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود سر مبارک منڈوایا اور ایسا کرنے والوں کے لیے تین مرتبہ رحمت اور تین بار مغفرت کی دعا کی، جبکہ بال ترشوانے والوں کے لیے ایک مرتبہ رحمت اور ایک دفعہ مغفرت کی دعا کی۔

امام نووی نے صحیح مسلم کے ایک باب کا حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ تَفْضِيْلِ الْحَلْقِ عَلَى التَّقْصِيْرِ وَجَوَازِ التَّقْصِيْرِ] ❶

[بال منڈوانے کی ترشوانے پر فضیلت اور ترشوانے کے جواز کے بارے میں باب]

سر منڈوانے کی افضلیت کے سبب کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وَوَجْهُهُ أَنَّهُ أَبْلَغُ فِي الْعِبَادَةِ، وَأَبْيَنُ لِلْخُضُوْعِ وَالذِّلَّةِ، وَأَدَلُّ عَلَى صِدْقِ النِّيَّةِ. وَالَّذِيْ يُقَصِّرُ يُبْقِيْ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَتَزَيَّنُ بِهِ، بِخِلَافِ الْحَالِقِ فَإِنَّهُ يُشْعِرُ بِأَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ." ❷

''اس کا سبب یہ ہے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بندگی بہت گہری، خضوع و ذلت زیادہ نمایاں اور صدقِ نیت پر دلالت افزوں ہوتی ہے۔ بال ترشوانے والا اپنے نفس کا خیال رکھتے ہوئے کچھ [بال] زینت کے لیے رہنے دیتا ہے، لیکن منڈوانے والا تو اس بات کی خبر دیتا ہے، کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر سارے [بال] صاف کروادیے ہیں۔''

۹: یوم النحر ❸ کے غروب آفتاب کے بعد طوافِ زیارت کرنا:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں دس ذوالحجہ (قربانی کے دن) کے چاروں

---

❶ صحيح مسلم ۲/۹٤٥.
❷ فتح الباري ۳/٥٦٤.
❸ یعنی قربانی کا دن۔

کام: رمی جمرہ، قربانی، حجامت اور طواف زیارت، دن ہی دن میں سر انجام دے لیے۔ لیکن امت کے لیے غروبِ آفتاب کے بعد بھی طوافِ زیارت کی اجازت دے کر آسانی فرمائی۔ اس بارے میں ذیل میں دو روایتیں ملاحظہ فرمایئے۔

ا: حضرات ائمہ ابوداؤد، ابن خزیمہ اور بیہقی ؒ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ کی میرے ہاں تشریف آوری کی رات یوم النحر کی شام تھی۔ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے، تو وہب بن زمعہ آل ابی امیہ کے ایک شخص۔ رضی اللہ عنہما۔ کے ہمراہ قمیص پہنے بھی میرے ہاں آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہب سے فرمایا:

''هَلْ أَفَضْتَ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ؟''

''ابوعبداللہ! کیا تم (طواف) افاضہ ❶ کر چکے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا:

''لَا، وَاللّٰهِ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!''

''نہیں، واللہ! اے رسول اللہ ﷺ!''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اِنْزَعْ عَنْكَ الْقَمِيْصَ.''

''قمیض اتار دو۔''

راوی نے بیان کیا:

''فَنَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ، وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيْصَهُ مِنْ رَأْسِهِ.''

''انہوں نے سر کی جانب سے قمیص اتار دی اور ان کے ساتھی نے بھی سر

❶ یعنی طوافِ زیارت۔

کی جانب سے قمیص اتار دی۔''

پھر انہوں نے عرض کیا:

"وَلِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟"

''اور کیوں اے رسول اللہ ﷺ! ❶''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوْا ــــ يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ مِنْهُ ــــ إِلَّا النِّسَاءَ. فَإِذَا أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوْفُوْا هٰذَا الْبَيْتَ صِرْتُمْ حُرُمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطُوْفُوْا بِهِ." ❷

''بے شک تمہیں اس دن (میں) یہ رعایت دی گئی ہے، کہ جب تم رمی جمرہ کرلو، تو تمہارے لیے خواتین کے علاوہ ❸ (احرام کی وجہ سے) حرام کردہ ہر چیز حلال ہوگئی۔

پھر تم اگر شام ہونے تک طواف نہ کرو، تو تم اسی طرح محرم بن جاؤ گے، جیسے کہ رمی جمرہ سے پہلے تھے اور یہ کیفیت تمہارے طواف کرنے تک

---

❶ یعنی آپ ﷺ نے قمیص اتارنے کا حکم کیوں دیا؟

❷ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الإفاضة في الحج، رقم الحديث ۱۹۹۷، ۵/۳۳٤-۳۳۵؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۲۹۵۸، ٤/۳۱۲؛ والسنن الكبرى، كتاب الحج، باب ما يحلّ بالتحلل الأول من محظورات الإحرام، رقم الحديث ۹۶۰۱، ۵/۲۲۳. الفاظِ حدیث سنن ابی داود کے ہیں۔ امام ابن القیم نے سنن أبي داؤد کی حدیث کو [محفوظ] اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تهذيب السنن ۵/۳۳۵؛ ومناسك الحج والعمرة ص ۳۲) صحیح ابن خزیمہ کی حدیث کو شیخ البانی نے [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح ابن خزيمة ٤/۳۱۲).

❸ یعنی ازدواجی تعلقات کے علاوہ۔

جاری رہے گی۔''

ب: امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''بنو اسد کے کچھ لوگوں کی معیت میں عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ یوم النحر کے پچھلے پہر میرے ہاں سے قمیص پہنے ہوئے نکلے۔ پھر عشاء کے وقت میرے ہاں پلٹے، تو قمیصیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے کہا: ''اے عکاشہ! تمہیں کیا ہوا ہے: قمیصیں پہنے ہوئے گئے تھے اور اب قمیصیں ہاتھ میں اٹھائے پلٹے ہو؟''

انہوں نے جواب دیا:

''خَیْرًا یَا أُمَّ قَیْسٍ! هٰذَا یَوْمٌ رُخِّصَ لَنَا فِیْهِ، إِذَا نَحْنُ رَمَیْنَا الْجَمْرَةَ، حَلَلْنَا مِنْ کُلِّ مَا أَحْرَمْنَا مِنْهُ إِلَّا مَا کَانَ مِنَ النِّسَاءِ حَتّٰی نَطُوْفَ بِالْبَیْتِ.

فَإِذَا أَمْسَیْنَا، وَلَمْ نَطُفْ، صِرْنَا حُرُمًا کَهَیْئَتِنَا قَبْلَ أَنْ نَرْمِيَ الْجَمْرَةَ.''[1]

''اے ام قیس رضی اللہ عنہا خیر (ہی) ہے۔ اس دن ہمیں رمی جمرہ کے بعد، بیت اللہ کا طواف کرنے تک، ازدواجی تعلقات کے سوا، احرام کی وجہ سے منع کردہ دیگر تمام باتوں کے کرنے کی اجازت دی گئی۔

اگر ہم شام تک طواف نہ کریں، تو پھر رمی جمرہ کرنے سے پہلے کی طرح

---

[1] منقول از: مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن رمی الجمار وأمسی ولم یطف، ۳/۲۶۰۔۲۶۱۔ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: ''اسے احمد اور طبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور احمد کے راویان ثقہ ہیں۔'' (المرجع السابق ۳/۲٦۱).

حالتِ احرام میں ہو جاتے ہیں۔"

امام بیہقی کی روایت میں ہے:

"كَانَ هٰذَا يَوْمًا رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنَا فِيْهِ......۔ ❶

"یہ وہ دن تھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں ہمارے لیے یہ رعایت فرمائی......

ان حدیثوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: یوم النحر کے غروبِ آفتاب کے بعد طوافِ افاضہ کی اجازت ہے۔

ب: طوافِ افاضہ کے آخری وقت میں علمائے امت کے بیان کے مطابق بہت زیادہ سہولت اور آسانی ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین علماء کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

ا: علامہ ابوبکر کاسانی رقم طراز ہیں:

"اس کے لیے لازمی آخری وقت متعین نہیں۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا اختلاف سب دن اور راتیں بطور فریضہ اس کے لیے وقت ہیں، البتہ ابوحنیفہ کے قول کے مطابق قربانی کے دنوں میں اس کا کرنا واجب ہے اور ان کے بعد کرنے پر دم لازم آئے گا۔ ابویوسف اور محمد کے قول کے مطابق اس کے لیے سرے سے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر اس نے قربانی کے دنوں کے بعد بھی کیا، تو اس کے ذمے کچھ نہ ہوگا۔ شافعی کی رائے بھی یہی ہے۔"❷

---

❶ ملاحظہ ہو: السنن الكبرى، كتاب الحج، باب ما يحلّ بالتحلّل الأول من محظورات الإحرام، ٥/٢٢٣۔٢٢٤.

❷ بدائع الصنائع ٢/١٣٢.

۲: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے، کہ اس کا آخری وقت متعین نہیں، سو وہ جب بھی کرے گا، بلا اختلاف درست ہوگا۔ صرف دم کے واجب ہونے میں اختلاف ہے۔'' ❶

۳: علامہ نووی نے قلم بند کیا ہے:

''پس اگر اس نے اسے مؤخر کیا اور ایام التشریق ❷ میں کرلیا، تو وہ اسے کفایت کر جائے گا اور اس بات پر اجماع ہے، کہ اس [تاخیر] کی بنا پر دم لازم نہ آئے گا۔ اگر اس نے اسے ایام تشریق کے بعد کیا، تو ہمارے اور جمہور علماء کے قول کے مطابق وہ اسے کفایت کرے گا اور اس پر کوئی دم نہ ہوگا، مالک اور ابوحنیفہ کے مطابق اس پر دم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ أعلم. ❸

خلاصہ گفتگو یہ ہے، طوافِ افاضہ یوم النحر کے بعد کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، البتہ قربانی کے دنوں میں اس کے کرنے پر بالاتفاق کوئی دم لازم نہیں آئے گا اور ان کے بعد کرنے پر بعض علماء دم کو واجب کرتے ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک تب بھی کوئی دم نہیں دینا ہوگا۔

ج: یوم النحر کے غروبِ آفتاب تک طواف نہ کرنے کی صورت میں حالتِ احرام میں واپس آنا ہوگا۔ امام ابن خزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ النَّهْيِ عَنِ الطِّيْبِ وَاللِّبَاسِ إِذَا أَمْسَى الْحَاجُّ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يُفِيْضَ، وَكُلِّ مَا زُجِرَ الْحَاجُّ عَنْهُ قَبْلَ رَمْيِ

---

❶ المغني ٥/٣١٣.

❷ یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کی تاریخوں میں سے کسی ایک دن۔

❸ شرح النووي ٩/٥٨.

الْجَمْرَةِ يَوْمَ النَّحْرِ] ❶

[حاجی کے قربانی کے دن شام تک طوافِ افاضہ نہ کرنے کی صورت میں خوشبو، لباس اور رمی جمرہ سے پہلے ممنوعہ تمام چیزوں سے روکنے کے متعلق باب]

علامہ شمس الحق عظیم آبادی پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جس شخص نے شام ہونے سے پہلے طواف (افاضہ) نہ کیا، بلکہ گیارہ ذوالحجہ کی رات اس کے طوافِ افاضہ سے پہلے آ گئی، تو اس کے لیے احرام سے نکلنے کی رخصت نہ رہے گی، بلکہ وہ پہلے ہی کی طرح حالت احرام میں آ جائے گا اور احرام کی وجہ سے ممنوعہ باتوں میں سے کوئی بھی، جیسے قمیص پہننا، اس کے لیے جائز نہ ہو۔ رمی، قربانی اور حجامت کروانے کے باوجود وہ پہلے ہی کی طرح حالتِ احرام میں رہے گا۔ ❷

د: بعض علماء اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کا مقصود [طوافِ افاضہ نہ کرنے کی صورت میں دوبارہ حالتِ احرام میں لوٹنا] نہ تھا، بلکہ یہ تھا، کہ طواف کرنے میں تاخیر نہ کی جائے اور دن ہی میں طواف کرلیا جائے۔

فتح الودود ❸ کے مصنف اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"وَظَاهِرُ الْحَدِيْثِ يَأْبَي مِثْلَ هٰذَا الْحَمْلِ. وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. ❹

''حدیث واضح طور پر اس تاویل کی تردید کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔''

ہ: پہلی حدیث میں حضرت وہب بن زمعہ رضی اللہ عنہ کی آنحضرت ﷺ کی بلاتردّد

---

❶ صحیح ابن خزیمہ ۴/۳۱۲.

❷ ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/۳۳۶؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ۳۲.

❸ سنن أبي داود کی ایک مفصل شرح۔

❹ منقول از: عون المعبود ۵/۳۳۶.

فوری اطاعت کی بہترین مثال ہے، انہوں نے قمیص اتارنے کے حکم نبوی ﷺ کی اطاعت پہلے کی اور اس کا سبب بعد میں دریافت کیا۔ ان کے ساتھی آل ابی امیہ کے فرد بھی اطاعت نبوی ﷺ میں ان سے کچھ کم نہ تھے، بلکہ انہوں نے تو تعمیلِ حکم کے لیے اس بات کا انتظار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا، کہ آنحضرت ﷺ انہیں الگ حکم دیں۔ وہب رضی اللہ عنہ کے لیے دیے گئے حکم ہی کو اپنے لیے کافی سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے میں جلدی کی۔ رضی اللہ عنہما وَجَعَلَنَا وَأَهَالِيْنَا عَلٰى دَرْبِهِمَا . آمين ياحي ياقيوم . [1]

۱۰: عذر کی بنا پر منیٰ سے باہر راتیں گزارنا:

مناسکِ حج میں سے ایک بات یہ ہے، کہ مزدلفہ سے واپسی کے بعد منیٰ میں دو یا تین راتیں بسر کی جائیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور چرواہوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمایے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ الْعَبَّاسَ رضی اللہ عنہ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لِيَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنٰى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ ، فَأَذِنَ لَهُ ." [2]

"بے شک عباس رضی اللہ عنہ نے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں کو) پانی پلانے کی خاطر مکہ میں رہنے کی نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔]"

---

[1] اے حی اے قیوم! ان دونوں سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اور ہمارے اہل کو ان کے نقش قدم پر چلا دیجیے۔ آمین

[2] متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب هل يبيت أصحاب السقاية أو غيرهم بمكة ليالي منى؟، رقم الحديث ١٧٤٥، ٣/٥٧٨؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ٣٤٦۔ (١٣١٥)، ٢/٩٥٣۔ الفاظ حدیث صحيح البخاري کے ہیں۔

۲: حضرات ائمہ ابوداود، ترمذي، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِلرُّعَاةِ فِيْ الْبَيْتُوْتَةِ......الحديث. ❶

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو (منیٰ میں) رات بسر کرنے کے معاملے میں رعایت دی......الحدیث

ان حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: پہلی حدیث کی شرح میں علامہ نووی رقم طراز ہیں: یہ حدیث دو مسئلوں پر دلالت کرتی ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے، کہ ایام تشریق میں منیٰ میں رات بسر کرنے کا حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے، کہ پانی پلانے والوں کے لیے اس (یعنی وہاں رات گزارنے) کو چھوڑنے کی اجازت ہے۔❷

امام نووی نے اسی حدیث پر صحیح مسلم میں درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ وُجُوْبِ الْمَبِيْتِ بِمِنَى لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَالتَّرْخِيْصِ فِيْ تَرْكِهِ لِأَهْلِ السِّقَايَةِ]❸

[ایام تشریق کی راتوں کے منیٰ میں بسر کرنے کے وجوب اور پانی پلانے والوں کے اسے چھوڑنے کی اجازت کے متعلق باب]

ب: علامہ طیبی لکھتے ہیں، کہ امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت صرف آل عباس رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں، بلکہ جو بھی پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالے گا، اس کے لیے بھی ہے۔❹

---

❶ حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۷۱ میں دیکھیے۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۹/۶۳.

❸ صحیح مسلم ۲/۹۵۳.

❹ ملاحظہ ہو: شرح الطیبي ۶/۲۰۱۷.

ج: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ کی راتیں باہر بسر کرنے کی رعایت دی۔

د: پانی پلانے والوں اور چرواہوں کے علاوہ شدید عذر والے دیگر لوگ بھی منیٰ کی راتیں باہر بسر کرسکتے ہیں۔ ان عذروں میں سے جان کا خطرہ یا منیٰ میں رات بسر کرنے سے مال کے ضائع ہونے کا ڈر یا کسی مریض کے ہلاک ہونے کا خدشہ یا وہاں رات بسر کرنے سے ناقابل برداشت بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ شامل ہیں۔

عذر والے لوگوں کے منیٰ سے باہر رات یا راتیں بسر کرنے کی صورت میں نہ گناہ ہوگا اور نہ ہی فدیہ واجب ہوگا۔ [1] آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور چرواہوں کو اجازت دیتے وقت فدیہ دینے کا ذکر نہیں فرمایا۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

> ''عذر والوں پر منیٰ میں راتیں بسر کرنا ساقط ہوجاتا ہے، لیکن انہیں چاہیے، کہ وہ (رات کے علاوہ) دیگر اوقات میں منیٰ میں حجاج کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت بسر کرنے کی کوشش کریں۔'' [2]

شیخ البانی لکھتے ہیں:

> عذر والے کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما [3] کی روایت کردہ حدیث کی بنا پر یہ جائز ہے، کہ وہ منیٰ میں رات بسر نہ کرے۔ [4]

---

[1] ملاحظہ ہو: كتاب المجموع ۸/۱۸۱؛ والمغني ۵/۳۷۹؛ ومرقاة المفاتيح ۵/۵۵۱۔۵۵۲.

[2] مجموع فتاوى سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز ۱/۱۸۱.

[3] ان کا مقصود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حجاج کو پانی پلانے کی خاطر مکہ مکرمہ میں رات بسر کرنے کی اجازت طلب کرنے والی حدیث ہے۔

[4] ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ۳۸.

۱۱: منیٰ سے بارہ یا تیرہ ذوالحجہ کو نکلنے کا اختیار:

عرفات ومزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں راتوں کا گزارنا اور دن میں جمرات کو کنکریاں مارنا مناسکِ حج میں سے ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاج کے لیے آسانی ہے، کہ وہ چاہیں تو یوم النحر ❶ کے بعد دو دن یہاں رہیں اور کنکریاں ماریں یا تین دن ٹھہر کر رمی کریں۔ اس بارے میں ذیل میں دو دلیلیں ملاحظہ فرمایئے:

۱: ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى﴾ ❷

[اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہو۔ پس جو دو دن میں جلد چلا گیا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہر کر جائے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ) اس کے لیے (ہے) جو متقی ہے۔]

شیخ قاسمی آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ایامِ تشریق ❸ کی پہلی اور دوسری رات منیٰ میں ٹھہرنا اور ہر روز زوال کے بعد تینوں میں سے ہر ایک جمرہ کو سات کنکریاں مار کر اکیس کنکریاں پوری کرنا ہر حاجی پر واجب ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے دن کنکریاں مار کر منیٰ سے چلا جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ دوسرے دن کوچ نہ کرے، تیسری رات بھی منیٰ ہی میں گزارے اور تیسرے روز بھی کنکریاں مارے،

❶ قربانی کا دن۔

❷ سورۃ البقرۃ / جزء من الآیۃ ۲۰۳۔

❸ ایامِ تشریق سے مراد قربانی کے دن کے بعد والے تین دن گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔

تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' ❶

ب: امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یعلی الدیلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا، تو اس نے اعلان کیا:

''أَيَّامُ مِنَى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ.'' ❷

''منیٰ کے دن تین ہیں، پس جس نے دو دن (رہنے کے بعد جانے) میں جلدی کی، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہر کر جائے، اس پر بھی گناہ نہیں۔''

ان دلیلوں کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں، کہ (فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ جلدی کرتے وقت دوسرے دن اور تاخیر کرتے ہوئے تیسرے دن جانا، دونوں ہی جائز ہیں۔ ❸

قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں: مراد یہ ہے، کہ جلدی جانے اور تاخیر کرنے میں (حج کرنے والے کو) اختیار ہے۔ ❹

قاضی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں، کہ صراحت کے ساتھ [گناہ کی نفی] سے اہلِ جاہلیت

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ۳/۱۶۶.

❷ سنن أبي داود، کتاب المناسك، باب من لم يدرك عرفة، جزء من رقم الحديث ۱۹۴۷، ۵/۲۹۶-۲۹۷؛ وسنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، جزء من رقم الحديث ۳۰۱۵، ۹/۲۸-۳۰. (المطبوع مع إنجاز الحاجة). شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۳۶۷. متعدد دیگر ائمہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۹/۳۷-۳۸).

❸ منقول از: تفسير القاسمي ۳/۱۶۷.

❹ تفسير أبي السعود ۱/۲۱۰.

پر رد کیا گیا ہے، جن میں سے کچھ لوگ جلدی کرنے والوں کو اور بعض لوگ تاخیر کرنے والوں کو گناہ گار ٹھہراتے تھے۔ ❶

ب: تیسرے دن کے لیے رکنا اور رمی کرنا افضل ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ تیسرے دن رمی کرکے منیٰ سے روانہ ہوئے تھے۔ ❷

ج: امامِ حج کو چاہیے، کہ وہ دوسرے دن کی بجائے تیسرے دن نکلے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ تیسرے دن نکلے، لیکن اس کا دوسرے دن منیٰ سے چلے آنا بھی جائز ہے اور اس سے کوئی دم لازم نہیں آئے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم. ❸

د: دوسرے دن منیٰ سے روانہ ہونے والا شخص تیسرے دن کی کنکریاں نہ تو خود دوسرے دن مارے اور نہ ہی کسی اور کو تیسرے روز کی کنکریاں مارنے کے لیے اپنا نائب مقرر کرے، کیونکہ دوسرے دن روانگی سے تیسری رات کا قیام اور تیسرے دن کی رمی اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ ❹

ہ: منیٰ سے دوسرے دن نکلنے کا ارادہ رکھنے والا شخص اس دن کے غروب آفتاب سے پہلے روانہ ہو جائے۔ اگر وہ غروب آفتاب تک روانہ نہ ہوا، تو اسے تیسری رات منیٰ ہی ٹھہرنا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ [پس جس نے دو دن میں جلدی کی، تو اس پر گناہ نہیں] اور جس کو منیٰ میں رات ہوگئی، تو وہ جلدی جانے والوں میں سے نہیں۔ ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ١/ ٢١٠.

❷ ملاحظہ ہو: كتاب المجموع ٨/ ١٨٢؛ ومناسك الحج والعمرة للشيخ الألباني ص ٣٨.

❸ ملاحظہ ہو: كتاب المجموع ٨/ ١٨٢-١٨٣؛ نیز ملاحظہ ہو: أحكام مناسك الحج والعمرة لشيخ الإسلام ص ١٨٧.

❹ ملاحظہ ہو: كتاب المجموع ٨/ ١٨٣.

❺ ملاحظہ ہو: المغني ٥/ ٣٣٦.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام مالک نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

"مَنْ غَرَبَتْ لَهُ الشَّمْسُ مِنْ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، وَهُوَ بِمِنًى، فَلَا يَنْفِرَنَّ حَتَّى يَرْمِيَ الْجِمَارَ مِنَ الْغَدِ." ❶

''جس شخص کی منیٰ میں موجودگی ہی میں ایام تشریق کے درمیانی دن ❷ کا سورج غروب ہوگیا، تو وہ اگلے دن ❸ جمرات کو کنکریاں مارے بغیر نہ جائے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''پس اگر منیٰ میں اس کی موجودگی کے دوران ہی (بارہ ذوالحجہ کا) سورج غروب ہوجائے، تو وہ (منیٰ ہی میں) رکے، یہاں تک کہ وہ تیسرے روز ❹ لوگوں کے ساتھ رمی کرے۔'' ❺

و: دوسرے دن منیٰ سے نکلنے کا ارادہ کرنے والا اگر غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ میں اپنی جائے قیام سے روانہ ہوگیا، لیکن اس کے حدودِ منیٰ سے نکلنے سے پیشتر ہی سورج غروب ہوگیا، تو امام شافعی اور ان کے اصحاب کی رائے میں اس پر تیسری رات کے قیام اور تیسرے دن کی رمی کے لیے رکنا لازم نہ ہوگا۔ ❻

علامہ ابن قدامہ کی رائے میں اس کا منیٰ سے نکلنا جائز نہ ہوگا۔ ❼

---

❶ الموطأ، كتاب الحج، باب رمي الجمار، ١/٤٠٧.
❷ یعنی ۱۲ ذوالحجہ کا۔
❸ یعنی ۱۳ ذوالحجہ کو۔
❹ ایام تشریق کے تیسرے دن یعنی ۱۳ ذوالحجہ کو۔
❺ أحكام مناسك الحج والعمرة، ص ١٨٧.
❻ ملاحظہ ہو: كتاب المجموع ٨/١٨٣.
❼ ملاحظہ ہو: المغني ٥/٣٣٢.

امام شافعی کی رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ غروب آفتاب سے پہلے اپنی جائے قیام سے روانہ ہونے والے شخص نے دو دنوں میں جلدی کرنے کی بات اپنی طرف سے تو کردی۔

علاوہ ازیں اب تو بسا اوقات ٹریفک جام ہونے کی بنا پر غروبِ آفتاب سے گھنٹوں پہلے اپنی جائے قیام چھوڑنے والا شخص بھی سورج ڈوبنے تک حدودِ منیٰ سے نکل نہیں پاتا۔ واللہ تعالیٰ اُعلم.

۱۲: منیٰ میں شخصی عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ کی جانب سے حجاج کے لیے عطا کردہ آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے منیٰ میں شخصی عمارت تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حضرات ائمہ احمد، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، ابویعلی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے عرض کیا:

''یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمِنَى بَيْتًا أَوْ بِنَاءً يُظِلُّكَ مِنَ الشَّمْسِ؟''

''یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم ❶ آپ کے لیے منیٰ میں ایک گھر یا عمارت نہ بنا دیں، (جو کہ) آپ کو سورج سے سائے میں رکھے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''لَا، إِنَّمَا هُوَ مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ إِلَيْهِ.'' ❷

---

❶ مراد یہ ہے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (ملاحظہ ہو: عون المعبود ٥/٣٤٨).

❷ المسند، رقم الحديث ٢٥٠٤١، ٤٢/٣٤٩؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، باب تحريم مكة، رقم الحديث ٢٠١٧، ٥/٣٤٨؛ وجامع الترمذي، أبواب الحج، باب ⇦⇦

''نہیں، وہ تو اس کی طرف سبقت لے جانے والے کے اونٹوں کے ٹھہرانے کی جگہ ہے۔''

یعنی منیٰ کسی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ وہاں پہلے پہنچنے والا، وہاں پہلے جگہ پائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی اس ممانعت کے سبب کے متعلق علامہ طیبی لکھتے ہیں:

''لِأَنَّ مِنِی لَیْسَ مُخْتَصًّا بِأَحَدٍ، إِنَّمَا هُوَ مَوْضِعُ الْعِبَادَةِ مِنَ الرَّمْيِ، وَذِبْحِ الْهَدْيِ، وَالْحَلْقِ وَنَحْوِهَا. فَلَوْ أُجِیزَ الْبِنَاءُ فِیهَا لَكَثُرَتِ الْأَبْنِیَةُ وَیَضِیقُ الْمَكَانُ، وَهٰذَا مِثْلُ الشَّوَارِعِ وَمَقَاعِدِ الْأَسْوَاقِ.''❶

''کیونکہ منیٰ کسی ایک کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ وہ تو رمی، حج کی قربانی ذبح کرنے، سر منڈانے اور اسی طرح کی عبادت کی جگہ ہے۔ اگر اس میں عمارت (تعمیر کرنے) کی اجازت دی جائے، تو عمارتیں کثرت سے (تعمیر) ہو جاتیں اور جگہ تنگ پڑ جاتی۔ اس کی حقیقت تو راستوں اور

⇦⇦ ما جاء أن منى مناخ من سبق رقم الحدیث ۸۸۲، ۳/۵۲۹؛ وسنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب النزول بمنى، رقم الحدیث ۳۰۰۶، ۹/۹؛ وسنن الدارمي، کتاب المناسك، باب کراهیة البنیان بمنى ۲/۷۳؛ ومسند أبي یعلى، رقم الحدیث ۱۶۳، ۴۵۱۴، ۸/۱۶؛ والمستدرك على الصحیحین، کتاب المناسك، ۱/۴۶۷. امام ترمذی نے اسے [حسن]، امام حاکم نے [مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳/۵۲۹؛ والمستدرك ۱/۴۶۷، والتلخیص ۱/۴۶۷). بعض محدثین کرام جیسے ابن القطان، البانی، ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اسے [ضعیف] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح ابن القیم تهذیب سنن أبي داود ۵/۳۴۹؛ وضعیف سنن ابن ماجه ص۲۳۸؛ وهامش المسند ۴۲/۳۴۹)؛ لیکن امام ابن قیم لکھتے ہیں: ''وَالصَّوَابُ تَحْسِینُ الْحَدِیثِ.'' [درست بات اس حدیث کو [حسن] قرار دینا ہے] (شرح ابن القیم ۵/۳۴۹).

❶ شرح الطیبي ۶/۲۰۰۰.

اور بازاروں میں (سب لوگوں کے) بیٹھنے کی جگہوں ایسی ہے۔''

بعض علماء نے تحریر کیا ہے، کہ عرفات اور مزدلفہ میں بھی منیٰ کی طرح شخصی عمارتیں بنانا درست نہیں۔ ❶

❁❁❁❁

---

❶ ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۹/۱۰-۱۱.

- ک -

حج کی قربانی سے متعلقہ آسانیاں

ا: قارن [1] کا میقات یا راستے سے قربانی لینا:

حج قران والے اپنی قربانی ہمراہ لے جاتے ہیں، لیکن ان کے لیے یہ آسانی ہے، کہ چاہیں تو میقات سے قربانی لے کر چلیں یا راستے سے خرید لیں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، وَأَهْدَى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ." [2]

''حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے عمرے کو حج کے ساتھ ملالیا اور آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے کر گئے۔''

ب: امام بخاری نے نافع سے روایت کی ہے، کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے عرض کیا:

''رک جائیے، کیونکہ مجھے خدشہ ہے، کہ آپ کو بیت (اللہ) جانے سے روک دیا جائے گا۔''

---

[1] (قارن): ایک ہی سفر میں ایک ہی دفعہ احرام باندھ کر عمرہ اور حج کرنے والا۔

[2] صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٦٩١، ٥٣٩/٣.

انہوں نے جواب دیا:

''پھر میں وہی کروں گا، جو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ❶

''پس میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں: میں نے اپنے پر عمرہ واجب کرلیا ہے۔''

پھر انہوں نے عمرے کے لیے تلبیہ پکارا، پھر جب وہ بیداء (نامی جگہ) پہنچے، تو انہوں نے حج اور عمرے کے لیے تلبیہ پکارا اور فرمایا: ''حج اور عمرے کا معاملہ تو ایک جیسا ہی ہے۔''

"ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا." ❷

''پھر انہوں نے قدید ❸ (نامی جگہ) سے قربانی کا جانور خریدا، پھر (حرم شریف میں) آئے اور دونوں (حج وعمرے) کے لیے طواف کیا، پھر دونوں (یعنی حج وعمرے) سے ایک ساتھ حلال ہوئے۔''

ان روایتوں کے متعلق دو باتیں:

ا: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے حج کی قربانی کو ہمراہ لیا۔ ❹

---

❶ سورة الأحزاب / جزء من الآية ٢١. [ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے]۔

❷ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ١٦٩٣، ٣/٥٤١.

❸ (قدید): مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ۔ (ملاحظہ ہو: معجم البلدان، ٩٤٥٨ـ قديد، ٤/٣٥٥).

❹ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''اس میں مواقیت اور دور دراز مقامات سے حج کی قربانی ہمراہ لانے کی ترغیب ہے۔ یہ ان سنتوں میں سے ہے، جن کے بارے میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد غفلت کا شکار ہے۔'' (فتح الباري ٣/٥٤٠).

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ]❶

[قربانی کا جانور ساتھ لے جانے والے شخص کے متعلق باب]

۲: دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے حج قِران کی قربانی راستے میں قدید نامی جگہ سے خریدی۔

اس پر امام بخاری نے حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ]❷

[راستے سے قربانی خریدنے والے شخص کے بارے میں باب]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل اور امام بخاری کے تحریر کردہ عنوان سے یہ بات واضح ہے، کہ حج قِران والے کے لیے اپنے شہر سے قربانی ہمراہ لے کر چلنا شرط نہیں۔ وہ اسے راستے سے بھی خرید سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم. ❸

۴: بوقت ضرورت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ قربانی کے لیے مخصوص کردہ اونٹ پر بوقتِ ضرورت معروف طریقے سے سوار ہونا جائز ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس بارے میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے ہوئے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحيح البخاري ۳/۵۳۹.

❷ المرجع السابق ۳/۵٤۱.

❸ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵٤۲.

"اِرْكَبْهَا."

"اس پر سوار ہو جاؤ۔"

تو اس (شخص) نے عرض کیا:

"إِنَّهَا بَدَنَةٌ."

"بے شک یہ تو قربانی کا جانور ہے۔"

آنحضرت ﷺ دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا:

"اِرْكَبْهَا، وَيْلَكَ."❶

"اس پر سوار ہو جاؤ، تمہارے لیے ہلاکت ہو۔"

ب: امام مسلم نے ابوزبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا، تو میں نے انہیں (یہ بیان کرتے ہوئے) سنا:

"میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"اِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا، حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا."❷

"جب تمہارے پاس اس پر سوار ہونے کے سوا چارہ کار نہ ہو، تو (دوسری) سواری میسر آنے تک اس پر معروف طریقے ❸ سے سوار ہو جاؤ۔"

---

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۶۸۹، ۳/۵۳۶؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۳۷۱۔ (۱۳۲۲)، ۲/۹۶۰. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔ اسی مضمون کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، رقم الحديث ۱۶۹۰، ۳/۵۲۶؛ وصحيح مسلم، رقم الحديث ۳۷۳۔ (۱۳۲۳)، ۲/۹۶۰).

❷ المرجع السابق، رقم الحديث ۳۷۵۔ (۱۳۲۴)، ۲/۹۶۱.

❸ یعنی ایسے طریقے سے کہ قربانی کے جانور کو ضرر نہ پہنچے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۶/۲۰۰۳؛ ومرقاة المفاتيح ۵/۵۲۲).

ان حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

ا: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ رُکُوْبِ الْبُدْنِ]❶

[قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں باب]

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ قربانی کے جانور پر سواری کی صورت میں درج ذیل باتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے:

۱: اس پر سوار ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو۔

۲: اس پر معروف طریقے سے سواری کی جائے۔ ملا علی قاری [بِالْمَعْرُوْفِ] کی شرح میں لکھتے ہیں:

"بِوَجْهٍ لَا يَلْحَقُهَا ضَرَرٌ."

''ایسے انداز میں (سواری کرے) کہ اسے ضرر نہ پہنچے۔''

۳: دوسری سواری میسر آنے پر، اس پر سواری کرنا چھوڑ دے۔

امام نووی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ رُکُوْبِ الْبَدَنَةِ الْمُهْدَاةِ لِمَنْ احْتَاجَ إِلَيْهَا]❷

[ضرورت مند کے حج کی قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے جواز کے متعلق باب]

امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ ذِکْرِ الدَّلِيْلِ عَلٰی أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا أَبَاحَ رُکُوْبَ الْبُدْنِ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلٰی رُکُوْبِهَا عِنْدَ الْإِعْوَازِ مِنْ وُجُوْدِ الظَّهْرِ

---

❶ صحيح البخاري ٣/٥٣٤.

❷ صحيح مسلم ٢/٩٦٠.

رَكُوْبًا بِالْمَعْرُوْفِ، وَمِنْ غَيْرِ أَنْ يَشُقَّ الرَّكُوْبُ عَلَى الْبُدْنَةِ] ❶

[اس دلیل کے ذکر کے متعلق باب، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے قربانی کے جانور پر دوسری سواری کے میسر نہ آنے پر ضرورت کے وقت ایسے معروف طریقے سے سواری کی اجازت دی ہے، کہ اس (جانور) کے لیے سوار ہونا باعث مشقت نہ ہو]

امام ابن حبان نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ إِنَّمَا أُبِيْحَ اسْتِعْمَالُهُ بِالْمَعْرُوْفِ إِلٰى أَنْ يُسْتَغْنٰى عَنْهُ بِظَهْرٍ يَجِدُهُ] ❷

[اس بات کے بیان کا ذکر، کہ اسے معروف طریقے سے استعمال کرنے کا جواز، دوسری سواری کے میسر آنے تک کے لیے ہے]

حضرات ائمہ مالک ❸، ابوحنیفہ اور شافعی کی رائے بھی یہی ہے اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم. ❹

۳: حج تمتع کرنے والے پر میسر آنے والی قربانی کا واجب ہونا:

۴: قربانی میسر نہ آنے پر دس روزے:

۵: دس میں سے صرف تین روزے ایامِ حج میں رکھنے کی پابندی:

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/١٨٩.

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الهدي ٩/٣٢٥.

❸ ان کے مشہور قول کے مطابق۔ (ملاحظہ ہو: المفهم ٣/٤٢٢).

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٣/٤٢٢؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ٩/٧٤.

۶: ایامِ حج میں تین روزے نہ رکھ سکنے پر وطن آنے پر انہیں رکھنا:

۷: روزوں میں تسلسل کا ضروری نہ ہونا:

ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنے والے پر قربانی ہے، لیکن اس قربانی کے حوالے سے قرآن وسنت میں متعدد آسانیاں ہیں، جن میں سے پانچ مذکورہ بالا ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ان کے متعلق ذیل میں دو دلیلیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ [1]

[پس جو شخص عمرہ و حج ملا کر تمتع [2] کرے، تو اسے جو قربانی میسر ہو، کر ڈالے اور جسے قربانی میسر نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم واپس آؤ، تو رکھے۔ یہ پورے دس ہیں۔]

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ تشریف لانے کے بعد لوگوں سے فرمایا:

"مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ. فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا

[1] سورة البقرة / جزء من الآية ١٩٦.

[2] یعنی ایک ہی سفر میں عمرہ و حج کر کے دونوں کے ثواب سے فائدہ اٹھائے۔

رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ." ❶

"جو شخص قربانی ہمراہ لایا ہے، تو اس کے لیے اپنا حج پورا کرنے تک (احرام کی وجہ سے) حرام کردہ کوئی چیز بھی حلال نہیں۔ اور جو شخص اپنے ہمراہ قربانی نہیں لایا تو وہ بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرکے بال ترشوا کر حلال ❷ ہو جائے۔ پھر وہ (از سر نو آٹھویں ذوالحجہ کو) حج کا احرام باندھے۔ جو شخص قربانی نہ پائے، تو وہ تین روزے حج کے دنوں اور سات اپنے گھر واپس آنے پر رکھے۔"

ان دلیلوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: اللہ تعالیٰ نے حج تمتع کرنے والے کو کسی مخصوص قسم کی قربانی کرنے کا پابند نہیں کیا، کہ مثلاً (اونٹ کی قربانی کرو)۔ امام بخاری نے ابوجمرہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (حج) تمتع کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے مجھے اسے کرنے کا حکم دیا۔

میں نے ان سے قربانی کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

"فِيهَا جَزُوْرٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ." ❸

"اس میں اونٹ یا گائے یا بکری یا کسی (اونٹ یا گائے کی) قربانی میں شریک ❹ ہونا ہے۔"

---

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من ساق البدن معه، جزء من رقم الحديث ١٦٩١، ٣/٥٣٩؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوب الدم على المتمتع......، جزء من رقم الحديث ١٧٤ـ (١٢٢٧)، ٢/٩٠١.

❷ یعنی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔

❸ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ....﴾ الآية، جزء من رقم الحديث ١٦٨٨، ٣/٥٣٤.

❹ اونٹ اور گائے میں شریک ہونے کے متعلق مفصل گفتگو اس کتاب کے ص ۳۱۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

"أَعْلَى الْهَدْيِ بَدَنَةٌ، وَأَوْسَطُهُ بَقَرَةٌ، وَأَدْنَاهُ شَاةٌ." ❶

''اعلیٰ قربانی اونٹ کی ہے، درمیانی گائے کی اور ادنیٰ بکری کی ہے۔''

ب: اللہ تعالیٰ نے دوسری آسانی یہ فرمائی، کہ قربانی کے میسر نہ آنے پر، اس کے بدلے میں روزے رکھنے کی اجازت دی۔ حافظ ابن حجر ارشادِ نبوی ﷺ: [پس جو شخص قربانی نہ پائے، وہ حج میں تین روزے رکھے......] کی شرح میں لکھتے ہیں:

"أَيْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ، وَيَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ بِأَنْ يَعْدِمَ الْهَدْيَ أَوْ يَعْدِمَ ثَمَنَهُ حِيْنَئِذٍ، أَوْ يَجِدُ ثَمَنَهُ لٰكِنْ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِأَهَمَّ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ يَجِدُهُ لٰكِنْ يَمْتَنِعُ صَاحِبُهُ مِنْ بَيْعِهِ إِلَّا بِغَلَائِهِ فَيَنْتَقِلُ إِلَى الصَّوْمِ كَمَا هُوَ نَصُّ الْقُرْآنِ." ❷

''یعنی وہ اس جگہ قربانی نہیں پاتا اور یہ اس طرح، کہ قربانی (کا جانور ہی) موجود نہیں یا تب اس کے پاس اس کی قیمت نہیں یا اس کے پاس اس کی قیمت تو ہے، لیکن اسے کسی اس سے زیادہ اہم مقصد کے لیے اس کی ضرورت ہے یا قیمت کے موجود ہونے کے باوجود اس کا مالک فروخت نہیں کر رہا یا وہ حقیقی کی بجائے گراں قیمت پر فروخت کرنے پر مصر ہے، تو وہ (ان سب صورتوں میں) قرآن (کریم) کی نص کے مطابق روزوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔''

ج: تیسری آسانی یہ ہے، کہ قربانی کے بدلے رکھے جانے والے دس روزوں

---

❶ منقول از: فتح القدیر ۱/۳۰۱۔

❷ فتح الباري ۳/۵٤۰.

میں سے صرف تین ایامِ حج میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، بقیہ سات روزے گھر پلٹنے کے بعد رکھے۔

ایامِ حج میں تین روزے رکھنے کے متعلق امام بخاری نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے، کہ ان دونوں نے فرمایا:

"لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ ." [1]

''قربانی نہ پانے والے شخص کے سوا کسی کو ایام تشریق میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔''

امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"اَلصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا ، وَلَمْ يُصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى ."

''عمرے کا حج کے ساتھ فائدہ اٹھانے والے شخص [2] کو یومِ عرفہ تک روزے رکھنے ہیں۔ اگر اس نے قربانی نہ پانے کے باوجود (اس وقت تک) روزے نہ رکھے ہوں، تو منیٰ کے دنوں میں روزے رکھے۔'' [3]

د: تین روزوں کے متعلق علماء نے ایک اور آسانی یہ بیان کی ہے، کہ اگر کوئی شخص شرعی عذر کی بنا پر انہیں ایام حج میں نہ رکھ سکے، تو وطن واپس آنے پر رکھ لے۔ ان روزوں کے رکھنے کی خاطر اسے نہ مکہ مکرمہ ٹھہرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وطن

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صيام أيام التشريق، رقم الروايتين ١٩٩٧ و ١٩٩٨، ٤/٢٤٢.

[2] یعنی حج تمتع کرنے والے شخص کو۔

[3] المرجع السابق رقم الرواية ١٩٩٩، ٤/٢٤٢.

آ کر رکھنے کی صورت میں اس پر کوئی گناہ یا فدیہ لازم ہوتا ہے۔

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء نے اپنے فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

"مَنْ لَزِمَهُ هَدْيُ تَمَتُّعٍ أَوْ قِرَانٍ فَلَمْ يَجِدْهُ وَقْتَ الذَّبْحِ لِعُذْرٍ شَرْعِيٍّ، وَقَدْ فَاتَتْ عَلَيْهِ أَيَّامُ الْحَجِّ الَّتِي يَصُوْمُ فِيْهَا، مَنْ لَمْ يَجِدْ الْهَدْيَ، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّهُ يَصُوْمُ عَشَرَةَ أَيَّامٍ كَامِلَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَلَا يَلْزَمُهُ التَّأَخُّرُ بِمَكَّةَ حَتَّى يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، لِأَنَّ وَقْتَهَا قَدْ فَاتَ." ❶

''جس شخص پر تمتع یا قِران کی قربانی لازم ہو اور شرعی عذر کے سبب ذبح کے وقت اسے قربانی میسر نہ ہو۔ علاوہ ازیں وہ قربانی نہ پانے والے کے تین روزے رکھنے کے دنوں میں روزے بھی نہ رکھ سکے، تو وہ اپنے گھر آ کر پورے دس روزے رکھے گا۔ ان تین روزوں کے رکھنے کی خاطر اس پر مکہ میں ٹھہرنا لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا وقت گزر چکا ہے۔''

اسی بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں دائمی مجلس نے تحریر کیا:

"فَعَلَيْكَ صِيَامُ عَشَرَةِ أَيَّامٍ فِيْ مَحَلِّ إِقَامَتِكَ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْكَ سِوَى هٰذَا."

''تم پر اپنی جائے اقامت میں دس روزوں کا رکھنا ہے اور اس کے علاوہ تم پر کوئی چیز نہیں۔''

ہ: پانچویں آسانی یہ ہے، کہ ان روزوں کے رکھنے میں تسلسل برقرار رکھنے کی پابندی نہیں۔ علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

---

❶ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (١٧٣٤)، ١١/ ٣٨٧.

"وَلَا يَجِبُ التَّتَابُعُ فِي الصِّيَامِ لِلْمُتْعَةِ ، لَا فِي الثَّلَاثَةِ ، وَلَا فِي السَّبْعَةِ ، وَلَا التَّفْرِيْقُ ، لِأَنَّ الْأَمْرَ وَرَدَبِهَا مُطْلَقًا ، وَذٰلِكَ لَا يَقْتَضِي جَمْعًا وَلَا تَفْرِيْقًا ، وَلَا نَعْلَمُ فِيْهِ مُخَالِفًا ." ❶

''حج تمتع کے روزوں کو تسلسل یا وقفہ سے رکھنے کی پابندی نہ تین میں ہے اور نہ سات میں، کیونکہ ان کے متعلق حکم بغیر کسی قید کے ہے اور ایسا حکم اکٹھے رکھنے کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی جدا جدا۔ ہمارے علم کے مطابق اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء نے اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

"يَجُوْزُ أَنْ تُصَامَ سَبْعَةُ الْأَيَّامِ الْمَذْكُوْرَةُ فِي قَوْلِهِ ﴿وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ مُتَتَابِعَةً أَوْ مُتَفَرِّقَةً ." ❷

[ارشاد تعالیٰ (اور سات (روزے) جب وہ واپس آئے) میں ذکر کردہ سات روزوں کا مسلسل یا متفرق رکھنا جائز ہے۔]

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج تمتع کرنے والے کو کسی مخصوص قسم کی قربانی کا پابند نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں قربانی میسر نہ آنے پر دس روزوں کو قربانی کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ ان دس میں سے صرف تین ایام حج میں اور بقیہ سات وطن واپس آنے پر رکھنے ہیں۔ ایام حج میں ان تین روزوں کے نہ رکھ سکنے کی صورت میں سارے روزے بغیر کسی فدیہ کے وطن واپس آنے پر رکھنے ہیں۔ ان روزوں کے رکھنے میں تسلسل ضروری نہیں۔ فللّٰه الحمد علی تیسیرہ .

❶ المغني ٥/٣٦٣ باختصار.

❷ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ، جزء من الفتوى رقم (٤٢٢١)، ١١/٣٨٨.

۸: نر اور مادہ دونوں کی قربانی کا جائز ہونا:

حج کی قربانی کے حوالے سے آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ نر اور مادہ دونوں قسم کے جانور ذبح کرنا درست ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: حضرات ائمہ ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

"أَهْدَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ هَدَايَاهُ جَمَلًا لِأَبِيْ جَهْلٍ." ❶

"رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال قربانیوں میں ابوجہل کا اونٹ ❷ قربانی کی غرض سے بھیجا۔"

ب: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، تو ہم نے اونٹ اور گائے کو

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في الهدي، جزء من رقم الحديث ١٧٤٦، ١١٨/٥؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم الحديث ٣١٠٠، ٢٨٣/٩؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، جزء من رقم الحديث ٢٨٩٧، ٢٨٦/٤؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ٤٦٧/١. الفاظِ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے سنن ابی داود کی روایت کو [حسن] اور صحیح ابن خزیمہ کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤٦٧/١؛ والتلخيص ٤٦٧/١؛ وصحيح سنن أبي داود ٣٢٨/١؛ وهامش صحيح ابن خزيمة ٢٨٦/٤).

❷ ابوجہل کا یہ اونٹ غزوہ بدر میں ملنے والے مال غنیمت میں سے تھا۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ١١٨/٥).

سات سات اشخاص کی طرف سے ذبح کیا۔''❶

دونوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

ا: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے قربانی کے لیے اونٹ بھیجا اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرات صحابہ نے حجۃ الوداع میں گائے کی قربانی دی۔ امام ابن ماجہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْهَدْيِ مِنَ الْإِنَاثِ وَالذُّكُوْرِ]❷

[مادہ اور نر سے حج کی قربانی کے متعلق باب]

اسی حدیث پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ الْهَدْيِ مِنَ الذُّكْرَانِ وَالْإِنَاثِ جَمِيْعًا]❸

[نر اور مادہ سب سے حج کی قربانی کے جواز کے متعلق باب]

ب: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''ہدی میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں۔ نر اونٹ کی اجازت دینے والوں میں ابن مسیّب، عمر بن عبد العزیز، مالک، عطاء اور شافعی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ''میں نے کسی کو نر (اونٹ) کی قربانی دیتے ہوئے نہیں دیکھا❹ اور مجھے مادہ (اونٹنی) کی قربانی دینا زیادہ پسند ہے۔''

لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

❶ اس حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۳۱۵ میں ملاحظہ فرمایئے۔

❷ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، ۹/۲۸۳.

❸ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۴/۲۸۶.

❹ نیز ملاحظہ ہو: المحلّى ۸۳۶۔ مسألة، ۷/۲۰۶؛ وموسوعة فقه عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۷۱۸.

﴿وَ الْبُدْنَ ❶ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾❷

[اور ہم نے قربانی کے بڑے جانور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے مقرر کیے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ نے اس میں نر کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی مادہ کا، بلکہ مطلق ذکر فرمایا، جس میں دونوں شامل ہیں۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ سے ابوجہل کے اونٹ کی قربانی کرنا ثابت ہے۔❸

۹: اونٹ اور گائے کی قربانی میں شرکت:

قربانی کے حوالے سے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِيْ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بُدْنَةٍ." ❹

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے لبیک پکارتے ہوئے نکلے، تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ اونٹ اور گائے میں ہم میں سے

---

❶ (البدن): یہ [البدنة] کی جمع ہے اور [بدنة] اونٹنی، اونٹ اور گائے کے لیے بولا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: غريب الحديث لابن الجوزي، باب الباء مع الدال، ۱/۶۱-۶۲).

❷ سورة الحج / جزء من الآية ۳۶.

❸ ملاحظہ ہو: المغني ۴/۴۵۷؛ نیز ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۱۵۲؛ ومناسك الحج والعمرة للنووي ص ۳۲۷، وإنجاز الحاجة ۹/۲۸۳-۲۸۴.

❹ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۳۵۱-(۱۳۱۸)، ۲/۹۵۵.

سات سات (اشخاص) شریک ہو جائیں۔"

ب: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کردہ ایک دوسری روایت میں ہے:

"حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَحَرْنَا الْبَعِيْرَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ." ❶

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کیا، تو ہم نے اونٹ اور گائے کو سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیا۔"

دونوں روایتوں کے متعلق تین باتیں:

ا: امام نووی نے دیگر روایات کے ساتھ ان دونوں حدیثوں پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْإِشْتِرَاكِ فِيْ الْهَدْيِ، وَالْبَدَنَةِ، وَإِجْزَاءِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ] ❷

[حج کی قربانی میں شرکت اور گائے اور اونٹ میں سے ہر ایک کے سات (افراد) سے کفایت کرنے کے متعلق باب]

امام نووی ان دونوں اور ان جیسی دیگر روایات کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ احادیث حج کی قربانی میں شرکت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں یہ (بھی) ہے، کہ اونٹ اور گائے دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ سات اشخاص سے کفایت ہوتی ہے۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۵۲۔ (۱۳۱۸)، ۲/۹۵۵.

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۹/۶۷.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۹/۶۷؛ نیز ملاحظہ ہو: نیل الأوطار ۵/۱۸۷.

ب: بعض علماء نے حج کی قربانی میں شراکت کے حوالے سے کچھ اور آراء اور شرائط پیش کی ہیں۔ امام داؤد اور بعض مالکی علماء صرف نفلی قربانی میں شراکت کو درست سمجھتے ہیں۔

امام مالک شراکت کو سرے سے جائز نہیں سمجھتے۔

امام ابوحنیفہ [تقرب إلی اللہ کا سب کی نیت ہونا] ضروری قرار دیتے ہیں۔

لیکن احادیث سے ان میں سے کسی ایک بات کی تائید نہیں ہوتی، ان سے بلا استثناء اور بغیر کسی قید کے حج کی قربانی میں شراکت ثابت ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء حج کی قربانی میں بغیر کسی شرط اور قید کے شرکت کو درست قرار دیتے ہیں۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب [صحیح] میں اس کے بارے میں درج ذیل دو عنوان قلم بند کیے ہیں۔

۱: [بَابُ اِشْتِرَاكِ النَّفَرِ فِي الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ، وَإِنْ كَانَ مَنْ يَشْتَرِكُ فِي الْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ أَوِ الْبَدَنَةِ الْوَاحِدَةِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰى، لَيْسُوْا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ، مَعَ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ سُبْعَ بَدَنَةٍ وَسُبْعَ بَقَرَةٍ تَقُوْمُ مَقَامَ شَاةٍ فِي الْهَدْيِ][1]

[ایک گروہ کے اونٹ اور گائے میں شرکت کے جواز کے متعلق باب، اگرچہ ایک گائے یا ایک اونٹ میں شرکت کرنے والے ایک کنبے کی بجائے مختلف قبائل سے ہوں۔ مزید برآں قربانی میں اونٹ اور گائے کے ساتویں حصے کے ایک بکری کے برابر ہونے کی دلیل]

۲: [بَابُ إِبَاحَةِ اِشْتِرَاكِ سَبْعَةٍ مِنَ الْمُتَمَتِّعِيْنَ فِي الْبَدَنَةِ الْوَاحِدَةِ وَالْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ، وَالدَّلِيْلُ عَلٰى أَنَّ سُبْعَ بَدَنَةٍ وَسُبْعَ

[1] صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/٢٨٧.

بَقَرَةٍ مِمَّا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ، إِذَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَوْجَبَ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ إِذَا وَجَدَهُ]❶

[حج تمتع کرنے والے سات اشخاص کی ایک اونٹ اور ایک گائے میں شرکت کے جواز کے متعلق باب اور اس بات کی دلیل، کہ اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک کا ساتواں حصہ (میسر آنے والی قربانی) میں سے ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے (حج) تمتع کرنے والے پر میسر آنے والی قربانی واجب کی ہے۔]

ج: بعض حضرات ائمہ جیسے سعید بن مسیب، اسحاق بن راہویہ وغیرہ کی رائے میں اونٹ میں دس افراد شریک ہوسکتے ہیں، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَحَضَرَ الْأَضْحٰى ، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةٌ ، وَفِي الْجَزُوْرِ عَشَرَةٌ ."❷

''ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ (عید) الاضحیٰ آئی، تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔''

علامہ شوکانی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

وَيُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّهُ خَارِجٌ عَنْ مَحَلِّ النِّزَاعِ ، لِأَنَّهُ فِي الْأُضْحِيَّةِ .

فَإِنْ قَالُوْا: "يُقَاسُ الْهَدْيُ عَلَيْهَا". قُلْنَا: "هُوَ قِيَاسٌ فَاسِدُ

---

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٤/٢٨٨.

❷ جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء في الاشتراك في البدنة والبقرة، رقم الحديث ٩٠٧، ٣/٥٥٤؛ وسنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب كم تجزيء البدنة والبقرة، رقم الحديث ٣١٣١، ٩/٣٤٧. امام ترمذی نے اسے [حسن غریب] اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ٣/٥٥٤)۔

اَلْإِعْتِبَارِ لِمُصَادَمَتِهِ النُّصُوْصَ.“ ❶

”اس کا جواب دیا گیا ہے، کہ زیرِ بحث مسئلہ سے اس کا تعلق نہیں، کیونکہ یہ عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے بارے میں ہے۔

اور اگر انہوں نے کہا: ”حج کی قربانی کا ان پر قیاس کیا جائے گا۔“

تو ہم جواب میں کہیں گے: ”نصوص سے ٹکراؤ کی بنا پر اس قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔“

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج میں اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک کی قربانی میں سات سات افراد کسی استثناء اور قید کے بغیر شریک ہو سکتے ہیں اور بلاشبہ یہ رب رحمٰن ورحیم کی جانب سے حاجیوں کے لیے ایک بڑی آسانی ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى تَيْسِيْرِهٖ.

۱۰: ہدی ❷ کے خود ذبح کرنے اور دوسرے سے کروانے کی اجازت:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والے کے لیے خود قربانی ذبح کرنے کی پابندی نہیں۔ چاہے تو خود ذبح کرے اور چاہے، کسی دوسرے سے کروالے۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام مسلم کی حجۃ الوداع کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

”ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّيْنَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا رضی اللہ عنہ فَنَحَرَ مَا غَبَرَ.“ ❸

”پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست (مبارک) سے ذبح کیے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کو باقی (ذبح

---

❶ نیل الأوطار ۵/۱۸۷. ❷ یعنی حج کی قربانی۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۷ ـ (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۲.

کرنے کے لیے) دے دیے۔]

ب: حضرات ائمہ ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

"ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَمَّنْ اعْتَمَرَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهٖ فِي حِجَّةِ الْوِدَاعِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ ."❶

"رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنے ہمراہ (حج کے ساتھ) عمرہ کرنے والی اپنی ازواج کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔"

ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں:

ا: پہلی حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

"وَفِيْهِ اسْتِحْبَابُ ذِبْحِ الْمُهْدِي هَدْيَهُ بِنَفْسِهِ وَجَوَازُ الْاِسْتِنَابَةِ فِيْهِ، وَذٰلِكَ جَائِزٌ بِالْإِجْمَاعِ ."

"اس میں قربانی دینے والے کے لیے خود قربانی کرنے کا استحباب اور کسی دوسرے کو (ذبح میں) نائب بنانے کا جواز ہے اور اس کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔"

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ ذِبْحِ الْإِنْسَانِ وَنَحْرِ نَسِيْكِهٖ بِيَدِهٖ مَعَ إِبَاحَةِ

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في هدي البقر، رقم الحديث ١٧٤٨، ٥/١١٩؛ والسنن الكبرى للنسائي، كتاب المناسك، النحر عن النساء، رقم الحديث ٤١١٤، ٤/٢٠٥؛ و سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب عن كم تجزىء البدنة والبقرة، رقم الحديث ٣١٣٥، ٩/٣٥١؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك ١/٤٦٧. الفاظ حدیث السنن الکبری کے ہیں۔ امام حاکم اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے امام حاکم سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/٤٦٧؛ والتلخيص ١/٤٦٧؛ وصحيح سنن أبي داود ١/٣٧٩.)

دَفْعِ نَسِيْكِهِ إِلٰى غَيْرِهِ لِيَذْبَحَهَا أَوْ يَنْحَرَهَا]❶

[انسان کے اپنے ہاتھ سے قربانی کے جانور اور اونٹ کو ذبح کرنے کے مستحب ہونے اور انہیں کسی دوسرے کو ذبح کرنے کی خاطر دینے کے جواز کے متعلق باب]

ب: دوسری حدیث کو امام بخاری نے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر درجِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ ذِبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ]❷

[کسی آدمی کے اپنی بیویوں کی طرف سے ان کے حکم کے بغیر گائے ذبح کرنے کے متعلق باب]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج کی قربانی، حج کرنے والا خود کرے یا کسی دوسرے سے ذبح کروائے یا کوئی دوسرا خود ہی اس کی جانب سے کرے، شریعت میں اس بارے میں کوئی پابندی نہیں۔

۱۱: حج کی قربانی کا گوشت کھانے اور ہمراہ لے جانے کی اجازت:

حج کی قربانی کے حوالے سے ایک سہولت یہ ہے، کہ اس کا گوشت صدقہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود کھانے اور واپسی پر ہمراہ لانے کی اجازت ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین احادیث ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام مسلم کی حجۃ الوداع کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

''پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لے گئے اور تریسٹھ (قربانیاں)

---

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ٢٨٤/٤.

❷ صحيح البخاري، كتاب الحج، ٥٥١/٣.

اپنے دست (مبارک) سے ذبح کیں اور باقی ماندہ ذبح کرنے کی خاطر علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور انہیں قربانی میں شریک کیا۔

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں):

"ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ، فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا." ❶

''پھر آنحضرت ﷺ نے ہر قربانی سے ایک ایک ٹکڑا لینے کا حکم دیا۔ ان (ٹکڑوں) کو ایک ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا، تو دونوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ) نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا۔''

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى، فَأَرْخَصَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: كُلُوا وَتَزَوَّدُوا." ❷

''ہم اپنی حج کی قربانیوں کا گوشت منیٰ کے تین دنوں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، ❸ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ''کھاؤ اور بطور توشہ ہمراہ لے جاؤ۔''

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ١٤٧- (١٢١٨)، ٢/٨٩٢.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ١٧١٩، ٣/٥٥٧؛ وصحيح مسلم، كتاب الأضاحي، جزء من رقم الحديث ٣٠- (١٩٧٢)، ٣/١٥٦٢.

❸ یعنی دس ذوالحجہ یوم النحر کو جو قربانی کی جاتی، اس کا گوشت صرف منیٰ کے تین دن گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ تک استعمال کرتے۔

ج: امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْهَدْيِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ." ❶

''ہم عہد نبوی ﷺ میں مدینہ (طیبہ) کی طرف جاتے ہوئے حج کی قربانی کا گوشت بطور زادِ راہ ہمراہ لے جاتے تھے۔''

ان حدیثوں کے متعلق تین باتیں:

ا: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قربانیوں کا گوشت کھایا اور ان کا شوربا پیا۔

ب: دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قربانیوں کا گوشت کھانے اور بطور زادِ راہ ہمراہ لے جانے کی اجازت دی۔ تیسری حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ عہد نبوی میں حضرات صحابہ مدینہ طیبہ لوٹتے وقت قربانی کے گوشت میں سے بطور توشہ ہمراہ لے جاتے۔

ج: امام بخاری نے ایک باب کا حسبِ ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ] ❷

[حج کی قربانیوں میں سے جو کھاتے اور جو صدقہ کیا جاتا، اس کے متعلق باب]

انہوں نے ایک دوسرے باب کا عنوان درجِ ذیل تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيْ وَمَا يَتَزَوَّدُ مِنْهَا] ❸

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان السلف يدّخرون في بيوتهم وأسفارهم من الطعام واللحم وغيره، رقم الحديث ٥٤٢٤، ٩/٥٥٢.

❷ المرجع السابق، كتاب الحج، ٣/٥٥٧.

❸ المرجع السابق، ١٠/٢٣.

[قربانیوں کے گوشت میں سے جو کھایا جاتا ہے اور جو بطور زادِراہ لیا جاتا ہے، اس کے متعلق باب]

۱۲: سارے منیٰ اور مکہ کا قربانی کرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں اپنی جائے قربان پر قربانی کرنے کا امت کو پابند نہ کیا، بلکہ ان پر شفقت فرماتے ہوئے سارے منیٰ اور مکہ میں کی ہوئی قربانی کو معتبر قرار دیا۔ اس بارے میں ذیل میں تین حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام مسلم کی حجۃ الوداع کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نَحَرْتُ هٰهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، فَانْحَرُوْا فِيْ رِحَالِكُمْ." [1]

"میں نے اس جگہ قربانی کی ہے اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے، سو تم نے جہاں (منیٰ میں) پڑاؤ ڈالا ہے، وہیں قربانی کرو۔"

ب: امام ابن خزیمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں قربانی کی۔" (اور) ارشاد فرمایا:

"وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ."

"اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے۔" [2]

ج: امام ابن خزیمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما جاء ان عرفة كلها موقف، جزء من رقم الحديث ١٤٩۔ (١٢١٨)، ٢/٨٩٣.

[2] صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٢٨٩٠، ٤/٢٨٣.

"وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ." ❶

"اور مکہ کے سب راستے (اس میں داخلہ کے لیے) راہ اور جائے قربانی ہیں۔"

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ تھا، کہ قربانی صرف اسی جگہ کرنا ضروری نہیں، جہاں آپ ﷺ نے کی ❷، بلکہ منیٰ میں جس جگہ کی جائے گی، درست اور معتبر ہوگی۔ ❸

تیسری حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں، کہ مکہ کے ہر راستے سے آنا جائز ہے اور مکہ کے گرد و پیش میں کسی بھی جگہ قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ سرزمینِ حرم میں سے ہے۔ ❹

ب: امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث پر حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي النَّحْرِ وَالذَّبْحِ أَيْنَ شَاءَ الْمَرْءُ مِنْ مِنًى] ❺

---

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ٢٧٨٧، ٤/٢٤٢. اس کی سند صحیح ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح ابن خزيمة ٤/٢٤٢. دوسری اور تیسری حدیث کو حضرات ائمہ احمد، ابوداود اور ابن ماجہ نے ایک ہی حدیث کے ضمن میں روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحديث ١٤٤٩٨، ٢٢/٣٨١؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة بجمع، جزء من رقم الحديث ١٩٣٥، ٥/٢٨٨؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الذبح، جزء من رقم الحديث ٣٠٤٨، ٩/٩٠. (المطبوع مع إنجاز الحاجة). شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [سند کو حسن] اور شیخ البانی نے سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کی روایت کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٢/٣٨١؛ وصحيح سنن أبي داود ١/٣٦٥؛ وصحيح سنن ابن ماجه ٢/١٨٠).

❷ ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٥/٤٨٦.

❸ عون المعبود ٥/٢٨٨.

❹ ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٦/١٩٨٩.

❺ صحيح ابن خزيمة ٣/٢٨٣.

[منیٰ میں جہاں بھی آدمی چاہے، اونٹ اور دیگر جانور ذبح کرنے کی اجازت]

تیسری حدیث پر امام ابن خزیمہ نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ ذِبْحِ الْمُعْتَمِرِ وَنَحْرِهِ وَهَدْيِهِ حَيْثُ شَاءَ مِنْ مَكَّةَ] ❶

[عمرے والے کے لیے بھیڑ بکری، اونٹ، گائے مکہ میں جہاں وہ چاہے ذبح کرنے کے متعلق باب]

ج: آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت امت کی آسانی کے لیے عطا فرمائی۔

تیسری حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں:

"أَرَادَ بِهِ التَّوْسِعَةَ وَنَفْيَ الْحَرَجِ." ❷

''آنحضرت ﷺ نے یہ ❸ (اجازت) آسانی کرنے اور تنگی ختم کرنے کے ارادے سے دی۔''

پہلی حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

''یہ کمال نرمی اور امت کی آسانی کے لیے فرمادیا، ورنہ ہر شخص کو تکلیف ہوتی اور آپ ﷺ کے منحر میں وہ بھیڑ بھاڑ ہوتی، کہ اونٹ کے عوض میں آدمی قربان ہوجاتے۔'' ❹

۱۳: چار دن قربانی کرنے کی اجازت:

حج کی قربانی کے لیے افضل اور اعلیٰ وقت دس ذوالحجہ کو رمی کے بعد اور حجامت اور طواف افاضہ سے پہلے ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی وقت میں اپنی حج کی

❶ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك ٤/٢٤٢.

❷ شرح الطيبي ٦/١٩٨٩.

❸ اس میں [ہر راستے سے مکہ میں داخل ہونے اور منیٰ میں ہر جگہ ذبح کرنے کی اجازت] دونوں کی طرف اشارہ ہے۔

❹ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم مترجم اردو ۳/۲۵۵.

قربانیاں ذبح کیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے یہ آسانی فرمائی ہے، کہ وہ اسی دن اور اس کے بعد منیٰ کے تینوں دنوں میں قربانی کر سکتے ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے:

دو دلیلیں:

ا: حضرات ائمہ احمد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذِبْحٌ." ❶

''اور سارے ایام تشریق ❷ میں قربانی (کرنا جائز) ہے۔''

ب: امام ابن قیم لکھتے ہیں:

"وَلِأَنَّ الثَّلَاثَةَ تَخْتَصُّ بِكَوْنِهَا أَيَّامَ مِنًى، وَأَيَّامَ الرَّمْيِ، وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ، وَيُحْرَمُ صِيَامُهَا، فَهِيَ إِخْوَةٌ فِي هٰذِهِ الْأَحْكَامِ، فَكَيْفَ تَفْتَرِقُ فِي جَوَازِ الذَّبْحِ بِغَيْرِ نَصٍّ وَلَا

❶ المسند، جزء من رقم الحديث ١٦٧٥١، ٢٧/٣١٦؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الوقوف بعرفة والمزدلفة والدفع منهما، ذكر وقوف الحاج بعرفات والمزدلفة، جزء من رقم الحديث ٣٨٥٤، ٩/١٦٦؛ والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى جائز يوم النحر وأيام منى كلها لأنها أيام النسك، جزء من رقم الحديث ١٩٢٣٩، ٩/٤٩٧. الفاظِ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ابن قیم اور علامہ شوکانی نے متعدد طرق کی بنا پر اسے (قوی) قرار دیا ہے، شیخ البانی کی رائے میں شواہد کی بنا پر یہ (حسن) سے کم مرتبہ کی نہیں اور شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء کے نزدیک المسند کی روایت سند کے ضعف کے باوجود شواہد اور متعدد طرق کی بنا پر (صحیح لغیرہ) ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المعاد ٢/٣١٩؛ ونيل الأوطار ٥/٢١٦؛ وسلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢٤٧٦، ٥/٦١٧-٦٢٢؛ ومناسك الحج والعمرة للشيخ الباني ص ٣٤؛ وهامش المسند ٢٧/٣١٦)۔

❷ ایام التشریق سے مراد گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔

إِجْمَاعٍ. "❶

''اور کیونکہ یہ تینوں دن منیٰ (میں ٹھہرنے)، رمی کرنے، کھانے پینے کے دن ہونے اور ان میں روزے کے حرام ہونے کے حوالے سے سب احکام میں ایک جیسے ہیں، تو پھر یہ نص اور اجماع کے بغیر قربانی کرنے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف کیسے ہو سکتے ہیں؟''

علمائے امت کے اقوال:

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"أَيَّامُ النَّحْرِ: يَوْمُ الْأَضْحَى وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ. "❷

''قربانی کے دن: عید الاضحیٰ کا دن اور اس کے بعد تین دن ہیں۔''

۲: امام بیہقی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"اَلْأَضْحٰی ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ. "❸

''قربانی یوم النحر کے تین دن بعد ہے۔ (یعنی قربانی کے چار دن ہیں، ایک دن عید الاضحیٰ کا اور تین دن اس کے بعد والے)۔

۳: امام بیہقی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"يُذْبَحُ فِيْ أَيَّامِ مِنًى كُلِّهَا وَفِيْ يَوْمِ النَّفْرِ الْآخِرِ. "❹

''منیٰ کے سب دنوں میں (بشمول) کوچ کرنے والے آخری دن کے قربانی کی جائے گی۔''

---

❶ زاد المعاد ۳۱۹/۲.

❷ المرجع السابق ۳۱۹/۲.

❸ السنن الکبری، کتاب الضحایا، باب من قال الأضحي جائز یوم النحر وأیام منی کلها لأنها أیام النسك، رقم الروایة ۱۹۲٤۹، ۴۹۹/۹.

❹ المرجع السابق، رقم الروایة ۱۹۲۵۰، ۴۹۹/۹.

۴: امام بیہقی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"اَلْأَضْحٰی یَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَیَّامٍ بَعْدَهُ." ❶

''قربانی یوم النحر ❷ اور اس کے بعد تین دن ہے۔''

۵: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

"وَهُوَ مَذْهَبُ إِمَامِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ الْحَسَنِ، وَإِمَامِ أَهْلِ مَكَّةَ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ، وَإِمَامِ أَهْلِ الشَّامِ الْأَوْزَاعِيِّ، وَإِمَامِ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ الشَّافِعِيِّ، وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ." ❸

''اور وہ اہل بصرہ کے امام حسن، اہل مکہ کے امام عطاء بن ابی رباح، اہل شام کے امام اوزاعی اور اہل حدیث فقہاء کے امام شافعی کا مذہب ہے اور ابن منذر نے بھی اسی (مذہب) کو پسند کیا ہے۔ رحمہم اللہ۔''

۶: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات اور افتاء کا بھی یہی فتویٰ ہے: انہوں نے لکھا ہے:

"أَیَّامُ الذَّبْحِ لِهَدْيِ التَّمَتُّعِ وَالْقِرَانِ وَالْأُضْحِیَّةِ أَرْبَعَةُ أَیَّامٍ: یَوْمُ الْعِیْدِ وَثَلَاثَةُ أَیَّامٍ بَعْدَهُ، وَیَنْتَهِي الذَّبْحُ بِغُرُوْبِ شَمْسِ الْیَوْمِ الرَّابِعِ فِي أَصَحِّ قَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ." ❹

''اہل علم کے سب سے صحیح قول کے مطابق تمتع، قران اور عید کی قربانی کے

---

❶ السنن الکبری، رقم الروایة ۱۹۲۵۱، ۹/۴۹۹.

❷ یعنی عید الاضحیٰ کے دن۔

❸ زاد المعاد ۲/۳۱۹.

❹ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء ۱۱/۴۰۶؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة للنووي ص ۳۳۷.

چار دن ہیں: ایک دن عید کا اور تین دن اس کے بعد۔ قربانی کے وقت کا اختتام چوتھے دن کے غروبِ آفتاب کے ساتھ ہوتا ہے۔''

تنبیہ:

قربانی کے وقت کے متعلق درج ذیل تین اقوال بھی ہیں:

۱: قربانی کے لیے تین دن ہیں: ایک عید الاضحیٰ کا اور دو دن اس کے بعد والے۔

۲: قربانی صرف ایک دن ہے اور وہ عید الاضحیٰ کا دن ہے۔

۳: منیٰ میں تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ ایک عید الاضحیٰ کے دن اور دو دن اس کے بعد والے۔ باقی جگہوں میں قربانی کا وقت صرف ایک دن ہے۔ [1]

لیکن یہ تینوں اقوال مرجوح ہیں۔ راجح بات یہی ہے، کہ حج اور عید الاضحیٰ کی قربانی چار دنوں میں سے کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے اور اس میں حج کرنے والوں کے لیے آسانی ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى تَيْسِيْرِهٖ.

❀❀❀❀

[1] ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/ ۳۱۹۔ ۳۲۰.

- ل -

طواف وداع سے متعلقہ آسانی

بوقتِ روانگی کیے ہوئے طوافِ افاضہ کا طوافِ وداع سے کفایت کرنا:

سنت طریقہ یہ ہے، کہ دس ذوالحجہ کو طوافِ زیارت کیا جائے اور مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت طوافِ وداع کیا جائے ❶، لیکن اگر کوئی حج کرنے والا طوافِ افاضہ مؤخر کرکے روانگی کے وقت کرے، تو یہ طواف اسے طوافِ وداع سے بھی کفایت کرجائے گا۔ اس بارے میں ذیل میں تین اقوال ملاحظہ فرمایئے:

ا: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"وَمَنْ تَرَكَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ، فَطَافَهُ عِنْدَ الْخُرُوْجِ، أَجْزَأَهُ عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؛ لِأَنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ، كَإِجْزَاءِ طَوَافِ الْعُمْرَةِ عَنْ طَوَافِ الْقُدُوْمِ، وَصَلَاةِ الْفَرْضِ عَنْ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ." ❷

''جس نے طواف زیارہ کو چھوڑا (یعنی دس ذوالحجہ کو نہ کیا) اور روانگی کے وقت کیا، تو وہ اسے طواف وداع سے کفایت کرجائے گا، کیونکہ اس [یعنی

❶ یعنی اگر صرف طواف افاضہ کی نیت سے طواف کرے، تو یہ طواف، افاضہ اور وداع دونوں کے لیے کافی ہوگا اور اگر ایک ہی طواف دونوں کے ارادے سے کرے، تب بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

❷ الكافي ۲/۴۵۷.

طوافِ زیارہ] کے ساتھ طوافِ وداع کا مقصد پورا ہوگا، ❶ جیسے کہ طوافِ عمرہ طوافِ قدوم سے اور نمازِ فرض تحیۃ المسجد سے کفایت کرتی ہے۔]

ب: سعودی دائمی مجلس برائے علمی بحوث وافتاء نے اس بارے میں ایک سوال کے جواب میں حسب ذیل فتویٰ دیا ہے:

"إِذَا لَمْ يَطُفِ الْحَاجُ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ إِلَّا عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ مَكَّةَ، وَاكْتَفَى بِهٖ عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ كَفَاهُ، حَتَّى وَلَوْ وَقَعَ بَعْدَهُ سَعْيٌ، كَمَا لَوْ كَانَ مُتَمَتِّعًا . وَإِنْ طَافَ طَوَافًا ثَانِيًا لِلْوَدَاعِ فَذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ . "❷

''جب حج کرنے والا مکہ سے روانگی کے وقت طوافِ افاضہ کرے اور اس کی بنا پر طوافِ وداع نہ کرے، تو یہ طواف اس کے لیے (دونوں سے یعنی طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع سے) کافی ہوگا، اگرچہ وہ اس کے بعد سعی کرے، جیسے کہ حج تمتع والا کرتا ہے۔ اگر وہ وداع کی خاطر دوسرا طواف کرے، تو یہ بہتر اور افضل ہوگا۔]''

ج: شیخ ابن باز ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:

"إِنَّ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ يَكْفِي وَحْدَهُ عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ إِذَا كَانَ عِنْدَ الْخُرُوجِ، وَإِنْ نَوَاهُمَا جَمِيعًا فَلَا حَرَجَ فِي ذٰلِكَ . "❸

---

❶ طوافِ وداع کا مقصود یہ تھا، کہ اس کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو، طوافِ افاضہ روانگی کے وقت کرنے سے یہ مقصد پورا ہو گیا۔

❷ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (٧١٤١)، ١١/٣٠٠-٣٠١.

❸ ملاحظہ ہو: فتاوى تتعلّق بأحكام الحج والعمرة والزيارة، جزء من الجواب ١٥٥، ص ١٦٠، نیز ملاحظہ ہو: جامع المناسك ص ٢٨٢-٢٨٣.

''روانگی کے وقت کیا ہوا صرف طوافِ افاضہ طوافِ وداع سے بھی کفایت کرتا ہے اور وہ دونوں کی نیت کر لے، تو اس میں (بھی) کوئی حرج نہیں۔''

تنبیہ:

حائضہ اور زچہ سے طوافِ وداع کے سقوط کے متعلق گفتگو خواتین سے متعلقہ آسانیوں کے ضمن میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ. ❶

❀❀❀❀

❶ اس کتاب کے صفحات ۳۶۵۔۳۷۲ دیکھیے۔

- م -

حج وعمرہ میں خواتین کے لیے آسانیاں

حج اور عمرے میں بیسیوں آسانیاں مردوں اور خواتین دونوں کے لیے ہیں، لیکن کچھ سہولتوں کا تعلق صرف خواتین سے ہے۔ توفیق الٰہی سے ایسی ہی نو آسانیوں کا اس مقام پر ذکر کیا جارہا ہے:

ا: محرم یا شوہر کے بغیر خاتون پر حج فرض نہ ہونا:

خواتین کے لیے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان پر حج کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے، کہ اس سفر میں ان کے ہمراہ جانے کے لیے محرم یا شوہر ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں ان پر حج فرض ہی نہ ہوگا۔

اس بارے میں توفیقِ الٰہی سے ذیل میں تین روایات پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ."

"کوئی (غیر محرم) مرد کسی بھی خاتون کے ساتھ ہرگز تنہا نہ ہو اور کوئی بھی عورت ہرگز ہرگز محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتْ

امْرَأَتِي حَاجَّةً ."

"یارسول اللہ ﷺ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کی غرض سے نکلی ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اِذْهَبْ، فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ ." ❶

"جاؤ اور اپنی بیوی کے ہمراہ حج کرو۔"

ب: امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَحُجَّنَّ اِمْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مُحْرَمٍ ." ❷

"کوئی عورت بھی محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔"

ج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ." ❸

"اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی خاتون کے لیے

---

❶ متفق علیه: صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب من اکتتب في جیش، فخرجت امرأته حاجة......، رقم الحدیث ۳۰۰۶، ۶/۱۴۲۔۱۴۳؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۴۲۴۔ (۱۳۴۱)، ۲/۹۷۸. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

❷ سنن الدارقطني، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۳، ۲/۲۲۲۔۲۲۳. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابوعوانہ نے [صحیح] قرار دیا ہے۔" (فتح الباري ٤/٧٦).

❸ متفق علیه: صحیح البخاري، کتاب تقصیر الصلاة، باب في کم یقصر الصلاة؟ رقم الحدیث ۱۰۸۸، ۲/۵۶۶؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة إلی حج وغیره، رقم الحدیث ۴۲۱۔ (۱۳۳۹)، ۲/۹۷۷. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

جائز نہیں، کہ وہ ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر کرے۔''

ان احادیث کے حوالے سے سات باتیں:

ا: ان تینوں احادیث میں لفظ [اِمْرَأَةٌ] ❶ اسم نکرہ ہے، جو کہ نفی کے بعد آیا ہے:

(وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ) [کوئی بھی عورت ہرگز سفر نہ کرے]

(لَا تَحُجَّنَّ اِمْرَأَةٌ) [کوئی بھی عورت ہرگز حج نہ کرے]

(لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ) [کسی بھی عورت کے لیے جائز نہیں]

اور (نفی) کے بعد آنے والا (اسم نکرہ) عموم کا معنی دیتا ہے۔ تینوں احادیث میں مراد یہ ہے، کہ ان میں بیان کردہ احکام ہر خاتون کے لیے ہیں، وہ جوان ہو یا بوڑھی، تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ، شہری ہو یا دیہاتی، مال دار ہو یا تنگ دست۔ ❷

علامہ ابوبکر کاسانی لکھتے ہیں:

''وَسَوَاءٌ كَانَتِ الْمَرْأَةُ شَابَّةً أَوْ عَجُوْزًا أَنَّهَا لَا تَخْرُجُ إِلَّا بِزَوْجٍ أَوْ مَحْرَمٍ، لِأَنَّ مَا رَوَيْنَا مِنَ الْحَدِيْثِ لَا يَفْصِلُ بَيْنَ الشَّابَّةِ وَالْعَجُوْزِ.'' ❸

''خاتون خواہ جوان ہو یا بوڑھی، وہ خاوند یا محرم کے بغیر بالکل (سفرِ حج کے لیے) نہ نکلے، کیونکہ جو حدیث ہم نے روایت کی ہے، اس نے جوان اور بوڑھی عورت میں (اس بارے میں) فرق نہیں کیا۔''

ب: پہلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صیغہ تاکید [لَا تُسَافِرَنَّ] ❹ کے ساتھ محرم کے بغیر سفر سے منع فرمایا اور دوسری حدیث میں صیغہ تاکید [لَا تَحُجَّنَّ] ❺

❶ یعنی کوئی بھی خاتون۔

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ۳/۴۵۰، ۴۵۱.

❸ كتاب بدائع الصنائع ۲/۱۲۴.

❹، ❺ آنحضرت ﷺ نے دونوں میں نون ثقیلہ [ن] کے ساتھ نہی [ممانعت] کی تاکید فرمائی۔

کے ساتھ محرم کے بغیر حج کرنے سے روکا۔ کسی بات کی ممانعت کے لیے آنحضرت ﷺ کا تاکید کے بغیر باز رکھنا بھی بہت کافی ہے، لیکن جب آپ ﷺ تاکید کے ساتھ روکیں، تو مناہی کس قدر شدید ہوگی!

ج: تیسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نفی کا صیغہ [لَا یَحِلُّ] نہی کی تاکید کے لیے استعمال فرمایا۔ ❶

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت کا اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کے ساتھ ایمان ہو......'' اور اس فرمان کا مقصود یہ ہے، کہ اس کا اللہ تعالیٰ اور ان کی طرف سے ملنے والی سزا پر ایمان اسے اس قدر سنگین گناہ کی جرأت نہ کرنے دے گا۔ ❷

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا یہ اندازِ بیان اس پر دلالت کرتا ہے، کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کے سنگین اعمال میں سے ہے۔ ❸

د: بعض روایات میں ایک دن رات، بعض میں دو دن، بعض میں تین دن کا ذکر آیا ہے۔ اس کا سبب روایات میں اضطراب یا باہمی تعارض نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ نے سوال کرنے والوں اور حالات کے اختلاف کی بنا پر ہر موقع و محل کے مناسب بات فرمائی۔ اس بارے میں خلاصہ یہ ہے، کہ خاتون کوئی سفر بھی محرم کے بغیر نہیں کرسکتی، وہ سفر دور کا ہو یا قریب کا، تھوڑے وقت کا ہو یا زیادہ وقت کا۔

امام احمد فرماتے ہیں:

"وَالسَّفَرُ عِنْدِي وَلَوْ كَانَ سَاعَةً. ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما يَرْوِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا تُسَافِرْ سَفَرًا." ❹

❶ ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۷/ ۲۳۷۰.

❷ ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۷/ ۲۳۷۰.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/ ۲۳۷۰.

❹ كتاب التعليق خ ق / ۱۸۱ منقول از مناسك المرأة ص ۷۳.

"ایک گھڑی کا بھی میرے نزدیک سفر (ہی) ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: وہ کوئی سفر نہ کرے۔"

دیگر محدثین نے بھی اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر امام نووی تحریر کرتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے، کہ (روایات میں) ان الفاظ کا اختلاف سوال کرنے والوں کے اختلاف اور مواقع کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ تین دن کے سفر کی ممانعت کا معنی یہ نہیں، کہ ایک دن اور رات یا ایک برید کے (عورت کے بلامحرم) سفر کی اجازت ہے۔

بیہقی نے بیان کیا ہے، گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت کے بلامحرم تین دن کے سفر کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے جواب دیا: "(جائز) نہیں۔" عورت کے بلامحرم دو دن کے سفر کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" اس کے ایک دن کے سفر کے بارے میں استفسار کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں"۔ اسی طرح ایک برید (کے فاصلے) کے متعلق۔ ہر کسی نے اپنی سنی ہوئی بات بیان کی۔ جہاں ایک راوی سے مختلف روایتیں ہیں، تو اس نے انہیں مختلف مواقع پر سنا اور اس نے کبھی ایک اور کبھی دوسری روایت نقل کر دی۔ یہ سب (روایات) صحیح ہیں اور ان میں کسی میں بھی اس قلیل مدت کا تعین نہیں، جو سفر کے لیے مقرر ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قلیل مدت کے تعین کا قصد ہی نہیں فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے، کہ ہر سفر، خواہ وہ تین دن کا ہو یا دو دن کا یا ایک دن کا یا ایک برید کا یا کچھ اور — جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے — عورت کو محرم کے بغیر اس کے لیے جانے سے منع کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم. [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۹/۱۰۳-۱۰۴. حضرات علماء ابن منیر، منذری اور قرطبی نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/٧٥؛ والمفهم ٣/٤٥٠-٤٥١.

ہ: مذکورہ بالا روایات اور ان میں موجود تاکید کی بنا پر بہت سے علمائے امت نے [محرم کے وجود] کو [خاتون پر فرضیتِ حج کی شرائط] میں شامل کیا ہے۔ محرم کے میسر نہ ہونے کی صورت میں وہ حج نہیں کرے گی اور اس وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ ایسی حالت میں اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔ ذیل میں چند علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام احمد فرماتے ہیں:

"إِذَا لَمْ تَجِدْ زَوْجًا أَوْ مَحْرَمًا لَا يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ." ❶

''جب خاتون کو خاوند یا محرم (شریکِ سفر ہونے کے لیے) میسر نہ ہو، تو اس پر حج واجب نہ ہوگا۔''

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: ''میں نے (امام) احمد سے پوچھا:

"اِمْرَأَةٌ مُوْسِرَةٌ، لَمْ يَكُنْ لَهَا مَحْرَمٌ، هَلْ يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ؟"

''مال دار خاتون کا محرم نہیں، کیا اس پر حج واجب ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''نہیں''

انہوں نے مزید فرمایا:

"اَلْمَحْرَمُ مِنَ السَّبِيْلِ." ❷

''محرم سبیل میں سے ہے۔'' ❸

۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے کے بعد امام بغوی نے قلم بند کیا ہے:

---

❶ منقول از: فتح الباري ٤/ ٧٦. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ ان سے منقولہ مشہور قول یہی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: المغني ٥/ ٣٠.
❷ المرجع السابق ٥/ ٣٠.
❸ یعنی فرضیتِ حج کے لیے جس استطاعت کا ہونا ضروری ہے، اس میں سے یہ بھی ہے، کہ خاتون کے لیے شریکِ سفر ہونے کے لیے محرم میسر ہو۔

"هٰـذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا يَلْزَمُهَا الْحَجُّ إِذَا لَمْ يَـجِـدْ رَجُـلًا يَخْرُجُ مَعَهَا، وَهُوَ قَوْلُ النَّخَعِيِّ، وَالْحَسَنِ الْبَـصْـرِيِّ، وَبِـهِ قَـالَ الثَّـوْرِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ." ❶

''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ اگر خاتون کے ہمراہ جانے والا محرم میسر نہ ہو، تو اس پر حج لازم نہیں۔ یہی نخعی اور حسن بصری کا قول ہے۔ ثوری، احمد، اسحاق اور اصحاب الرائے کا مذہب بھی یہی ہے۔''

انہوں نے مزید لکھا ہے:

"وَذَهَـبَ قَـوْمٌ أَنَّهُ يَلْزَمُهَا الْخُرُوْجُ مَعَ جَمَاعَةٍ مِنَ النِّسَاءِ، وَهُـوَ قَـوْلُ مَـالِكٍ وَالشَّـافِـعِـي، وَالْأَوَّلُ أَوْلٰى بِظَـاهِرِ الْحَدِيْثِ." ❷

''ایک گروہ کے نزدیک اس پر خواتین کی جماعت کے ساتھ جانا لازم ہے اور مالک اور شافعی کی رائے ہے۔ حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے پہلا قول زیادہ درست ہے۔''

۳: علامہ قرطبی صحیح مسلم کی اس بارے میں روایت کردہ احادیث کے متعلق رقم طراز ہیں:

"فَيَـلْـزَمُ مِـنْ هٰـذِهِ الْأَحَادِيْثِ أَنْ يَكُوْنَ الْمَحْرَمُ شَرْطًا فِيْ وَجُوْبِ الْحَجِّ عَلَى الْمَرْأَةِ لِهٰذِهِ الظَّوَاهِرِ." ❸

---

❶ شرح السنة ۷/۲۰.

❷ المرجع السابق ۷/۲۰.

❸ المفهم ۳/۴۴۹.

''ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، کہ محرم (کا ہونا) عورت پر فرضیتِ حج کی شرائط میں سے ہے۔''

۴: علامہ شوکانی نے منتقی الأخبار میں اس بارے میں ذکر کردہ احادیث کے متعلق قلم بند کیا ہے:

"وَأَحَادِيْثُ الْبَابِ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَجُّ عَلَى الْمَرْأَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهَا مَحْرَمٌ." ❶

''محرم کے موجود ہونے ہی کی صورت میں خاتون کے ذمے حج واجب ہونے پر اس باب کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔''

۵: مشہور مصری عالم شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں:

"اَلْمُسَافِرَةُ لِلْحَجِّ إِذَا حَجَّتْ مِنْ غَيْرِ مُصَاحَبَةِ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ مِنْ غَيْرِ مُصَاحَبَةِ زَوْجِهَا، فَإِنَّهُ لَا نَفَقَةَ لَهَا قَوْلًا وَاحِدًا، لِأَنَّهَا تَكُوْنُ عَاصِيَةً إِذْ لَيْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُسَافِرَ مِنْ غَيْرِ مُصَاحَبَةِ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ أَوْ زَوْجٍ.

وَلَا يُبَرِّرُ السَّفَرَ كَوْنُهُ لِأَدَاءِ فَرِيْضَةِ الْحَجِّ، لِأَنَّهُ لَا فَرْضَ إِلَّا حَيْثُ الْإِسْتِطَاعَةِ، وَلَا اسْتِطَاعَةَ إِلَّا إِذَا وُجِدَ ذُوْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ يُصَاحِبُهَا أَوْ زَوْجٌ." ❷

''حج کرنے والی خاتون اگر قرابت دار محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرے گی، تو بلا اختلاف (شوہر کے ذمے) اس کا خرچہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ نافرمان ہے۔ قرابت دار محرم یا خاوند کی معیت کے بغیر اس کے لیے سفر کرنا روا

❶ نیل الأوطار ۱۷/۵.

❷ محاضرات في عقد الزواج وآثاره ص ۳۰۲.

ہی نہ تھا۔ سفر کا فریضۂ حج کی غرض سے ہونا وجۂ جواز نہیں بن سکتا، کیونکہ حج تو تب فرض ہوتا ہے، جب استطاعت ہو اور اسے استطاعت تب ہوگی، جب قربت دار محرم یا شوہر اسے شریکِ سفر ہونے کے لیے میسر ہو۔''

۲: سعودی عرب کی مجلس دائمی برائے علمی تحقیقات اور افتاء کا اس بارے میں حسبِ ذیل فتویٰ ہے:

''مِنْ شُرُوْطِ الْحَجِّ الْاِسْتِطَاعَةُ، وَمِنَ الْاِسْتِطَاعَةِ وَجُوْدُ الْمَحْرَمِ لِلْمَرْأَةِ. فَإِذَا فُقِدَ الْمَحْرَمُ فَلَا يَجُوْزُ لَهَا السَّفَرُ، وَلَا يَجِبُ عَلَيْهَا إِلَّا بِوَجُوْدِهٖ وَمُوَافَقَتِهٖ عَلَى السَّفَرِ مَعَهَا. قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا[1]﴾.''[2]

''حج کی (فرضیت کی) شرائط میں سے استطاعت ہے اور استطاعت ہی میں سے عورت کے لیے محرم کا موجود ہونا ہے۔ جب محرم نہ ہوگا، تو اس کے لیے نہ تو سفر کرنا جائز ہوگا اور نہ ہی اس (یعنی محرم) کے وجود اور ہمراہ جانے پر موافقت کے بغیر اس پر حج واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، جو اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھے۔)''

۷: بعض علمائے امت، جن کے نزدیک خاتون پر فرضیت حج کے لیے محرم کا میسر آنا شرط نہیں، انہوں نے اس کے سفرِ حج کے لیے کچھ اور شرائط عائد کی ہیں۔ امام ابن

---

[1] سورة آل عمران / جزء من الآية ۹۷.

[2] فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء الفتوى رقم (۵۴۴۵)، ۹۳/۱۱؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق، الفتاوى الأرقام (۱۱۷۳)؛ و (۴۹۰۹)؛ و (۷۳۱۶)؛ و (۸۳۹۲)؛ و (۷۸۹۴)، ۹۰/۱۱ـ۷۹.

سیرین فرماتے ہیں: ''قابل اعتماد مسلمان شخص کے ہمراہ جائے۔''

امام مالک فرماتے ہیں: ''مسلمان خواتین کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کرے۔''

امام شافعی فرماتے ہیں: ''کسی با اعتماد آزاد مسلمان عورت کی معیت میں سفر کرے۔''

امام اوزاعی فرماتے ہیں: ''متقی اور بامروت لوگوں کی معیت میں سفر کرے۔''

ان اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن منذر لکھتے ہیں:

"تَرَكُوْا الْقَوْلَ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ، وَاشْتَرَطَ كُلُّ وَاحِدٍ شَرْطًا لَا حُجَّةَ مَعَهُ عَلَيْهِ." ❶

''انہوں نے حدیث سے واضح ہونے والی بات کو ترک کیا ہے اور ہر ایک نے ایسی شرط لگائی ہے، جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔''

ز: سفرِ حج میں عورت کے محرم کے لیے ضروری ہے، کہ وہ عاقل اور بالغ ہو۔ نابالغ بچے حج میں محرم کے وجود کی شرط کو پورا نہیں کرتے۔ علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

"وَيُشْتَرَطُ فِي الْمَحْرَمِ أَنْ يَكُوْنَ بَالِغًا عَاقِلًا. قِيْلَ لِأَحْمَدَ: "فَيَكُوْنَ الصَّبِيُّ مَحْرَمًا؟" قَالَ: "لَا، حَتّٰى يَحْتَلِمَ، لِأَنَّهُ لَا يَقُوْمُ بِنَفْسِهِ." ❷

''محرم کے لیے شرط ہے، کہ وہ بالغ عاقل ہو۔ (امام) احمد سے سوال کیا گیا: ''بچہ محرم ہو سکتا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''نہیں، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے، کیونکہ وہ تو اپنے معاملات خود سرانجام نہیں دے سکتا۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کسی بھی خاتون پر

---

❶ ملاحظہ ہو: المغني ٥/٣١.

❷ المرجع السابق ٥/٣٤، نیز ملاحظہ ہو: كتاب بدائع الصنائع، ٢/١٢٤.

عاقل بالغ محرم کے میسر آنے تک حج فرض نہیں ہوتا۔

۲: حالتِ حیض اور نفاس میں احرام باندھنا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حائضہ اور زچہ دونوں قسم کی خواتین حج اور عمرے کا احرام باندھ سکتی ہیں۔ توفیقِ الٰہی سے اس کے متعلق تین روایات پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما بِالشَّجَرَةِ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ رضي الله عنه يَأْمُرُهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ." [1]

"اسماء بنت عمیس درخت کے نیچے [2] محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما (کی ولادت) سے زچگی میں ہوئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، کہ انہیں غسل کرنے اور لبیک پکارنے کا حکم دیں۔"

ایک دوسری روایت میں ہے: "اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بچے کی ولادت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا: "كَيْفَ أَصْنَعُ؟" "میں کیسے کروں؟" آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اغْتَسِلِيْ، وَاسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ، وَأَحْرِمِيْ." [3]

"غسل کرو، اور ایک کپڑے کا لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔"

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۰۹ـ (۱۲۰۹)، ۸۶۹/۲.

[2] بعض روایات میں ذوالحلیفہ ہے اور مراد یہ ہے، کہ ذوالحلیفہ میں ایک درخت کے نیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] المرجع السابق، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱٤۷ـ (۱۲۱۸)، ۸۸۷/۲.

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئیں، تو ہم نے عمرے کا احرام باندھا۔ میں مکہ آئی، تو حائضہ ہونے کی بنا پر نہ بیت (اللہ) کا طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کی سعی کی۔ میں نے اس (صورتِ حال) کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ.''❶

''اپنا سر کھول دو، کنگھی کرو اور عمرے کا احرام چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لو۔''

ج: حضرات ائمہ احمد، ابوداود اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ إِذَا أَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ، وَتُحْرِمَانِ، وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ.''❷

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب كيف تهل الحائض والنفساء، جزء من رقم الحديث ١٥٥٦، ٣/٤١٥؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام......، جزء من رقم الحديث ١١٥، (١٢١١)، ٢/٨٧٢. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

❷ المسند، رقم الحديث ٣٤٣٥، ٥/٤٠٢؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ١٧٤١، ٥/١١٥؛ وجامع الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء ما تقضي الحائض من المناسك، رقم الحديث ٩٥٢، ٤/١٤. الفاظِ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ شعیب ارناؤط اور ان کے رفقاء نے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ١/٣٢٨؛ وهامش المسند ٥/٤٠٢).

''حائضہ اور زچہ میقات پہنچنے پر غسل کرکے احرام باندھیں اور بیت (اللہ) کے طواف کے سوا سارے اعمال ادا کریں۔''

ان روایات کے حوالے سے چار باتیں:

۱: حیض اور نفاس عمرے اور حج کے احرام باندھنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ ائمہ حدیث نے ان احادیث پر اپنے تحریر کردہ عنوانوں سے اس بات کو خوب اجاگر کیا ہے۔ ذیل میں ان کے مرقومہ چند عناوین ملاحظہ فرمائیے:

امام نووی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ إِحْرَامِ النُّفَسَاءِ، وَاسْتِحْبَابِ اغْتِسَالِهَا لِلْإِحْرَامِ، وَكَذَا الْحَائِضِ][1]

[زچہ اور اسی طرح حائضہ کے احرام اور احرام کے لیے غسل کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام ابوداؤد تحریر کرتے ہیں:

[بَابُ الْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ][2]

[حائضہ کا حج کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

امام نسائی لکھتے ہیں:

[بَابُ إِهْلَالِ النُّفَسَاءِ][3]

[زچہ کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

امام ابن ماجہ رقم طراز ہیں:

[بَابُ النُّفَسَاءِ وَالْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ][4]

---

[1] صحيح مسلم ٢/٨٦٩.

[2] سنن ابي داود ٥/١١٥.

[3] سنن النسائي ٥/١٦٤.

[4] سنن ابن ماجه ٨/٤٩٩.

[نفاس اور حیض والی عورتوں کا حج کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

ب: حج اور عمرے کے ارادے کے وقت حیض اور نفاس والی خواتین غسل کر کے لنگوٹ کس کر احرام میں داخل ہو جائیں۔

ج: بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر تمام مناسک حج عام حج کرنے والے لوگوں کی طرح سرانجام دیں گی۔

د: اس بارے میں سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء کا فتویٰ حسب ذیل ہے:

"اَلْحَيْضُ لَا يَمْنَعُ مِنَ الْحَجِّ، وَعَلٰى مَنْ تُحْرِمُ، وَهِيَ حَائِضٌ أَنْ تَأْتِيَ بِأَعْمَالِ الْحَجِّ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ إِلَّا إِذَا انْقَطَعَ حَيْضُهَا وَاغْتَسَلَتْ، وَهٰكَذَا النُّفَسَاءُ، فَإِذَا جَاءَتْ بِأَرْكَانِ الْحَجِّ فَحَجُّهَا صَحِيْحٌ." [1]

"حیض حج کی راہ میں رکاوٹ نہیں، جو خاتون حالتِ حیض میں احرام باندھے، وہ حیض ختم ہونے اور غسل کرنے تک، بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے (تمام) اعمال سرانجام دے اور اسی طرح زچگی والی خاتون، جب اس نے حج کے ارکان ادا کر لیے، تو اس کا حج درست ہے۔"

۳: خاتون کے احرام کے لیے مخصوص لباس کا نہ ہونا:

مرد حضرات احرام میں داخل ہونے کے لیے ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر دو چادریں، ایک اوپر ایک نیچے، پہننے کے پابند ہیں۔ خواتین پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ شلوار، قمیص اور دیگر ہر قسم کے خواتین والے کپڑے زیب وزینت کا اظہار

[1] فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (٦٨٧)، ١٧٢/١١.

کیے بغیر پہن سکتی ہیں۔ علمائے امت نے اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں تفصیل پیش کی جارہی ہیں:

ا: سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت:

ا: امام ابن منذر رقم طراز ہیں:

"وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ لِلْمَرْأَةِ لَبْسَ الْقُمُصِ، وَالدُّرُوْعِ، وَالسَّرَاوِيْلَاتِ، وَالْخُمُرُ، وَالْخِفَافِ." ❶

"اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے، کہ خاتون بڑی قمیصیں، چھوٹی قمیصیں، شلواریں، اوڑھنیاں اور موزے پہن سکتی ہے۔"

۲: علامہ ابوبکر کاسانی نے قلم بند کیا ہے:

"وَلَا بَأْسَ أَنْ تُغَطِّيَ الْمَرْأَةُ سَائِرَ جَسَدِهَا، وَهِيَ مُحْرِمَةٌ بِمَا شَاءَتْ مِنَ الثِّيَابِ الْمُخِيْطَةِ وَغَيْرِهَا، وَأَنْ تَلْبَسَ الْخُفَّيْنِ غَيْرَ أَنَّهَا لَا تُغَطِّيْ وَجْهَهَا." ❷

"حالتِ احرام میں خاتون کے لیے، اپنے جسم کو سلے اور بن سلے، جیسے کپڑوں سے وہ چاہے، ڈھانپنے میں کچھ مضایقہ نہیں۔ (اسی طرح) موزے پہننے میں (بھی کوئی حرج نہیں)، البتہ وہ اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے۔" ❸

۳: شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

"عورت بے پردگی اور مردوں سے لباس میں مشابہت کے بغیر جن کپڑوں میں چاہے، احرام باندھے۔" ❹

---

❶ منقول از: المغني ٥/١٥٧. ❷ بدائع الصنائع ٢/١٨٦.

❸ چہرے کے ڈھانپنے کے متعلق ص ۳۴۹ ملاحظہ فرمائیے۔

❹ فتاوی الشيخ ابن باز ١٧/٥٩-٦٠.

ب: سلے ہوئے کپڑے پہننے کی حکمت:

ا: علامہ ابوبکر کاسانی تحریر کرتے ہیں:

"أَمَّا سَتْرُ سَائِرِ بَدَنِهَا فَلِأَنَّ بَدَنَهَا عَوْرَةٌ، وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ بِمَا لَيْسَ بِمَخِيطٍ مُتَعَذِّرٌ، فَدَعَتِ الضَّرُورَةُ إِلَى لُبْسِ الْمَخِيطِ." ❶

"جہاں تک سارا بدن ڈھانپنے کا تعلق ہے، تو یہ اس وجہ سے، کہ اس کا جسم عورت (یعنی چھپانے اور پردے میں رکھنے کی چیز) ہے اور بن سلے کپڑے سے ڈھکنا مشکل ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی، کہ وہ سلے ہوئے کپڑے پہنے۔"

ب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهَا عَوْرَةٌ، فَلِذٰلِكَ جَازَ لَهَا أَنْ تَلْبَسَ الثِّيَابَ الَّتِي تَسْتَتِرُ بِهَا." ❷

[خاتون چونکہ چھپانے کی چیز ہے، اس لیے اسے ایسے کپڑے پہننے کی اجازت ہے، جس سے وہ ستر پوشی کر سکے۔]

تنبیہات:

ا: احرام والی خاتون غیر محرم مردوں کے سامنے آنے کی صورت میں اپنا چہرہ ڈھانپ لے گی۔ ذیل میں اس بارے میں دو دلیلیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں۔ ہمارے پاس

---

❶ بدائع الصنائع ۲/ ۱۸۶.

❷ أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۸۸.

سے سوار گزرتے، تو ہم میں سے ایک اپنی جلباب کو اپنے سر سے چہرے پر ڈال لیتی۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم اسے (چہرے سے) ہٹا دیتیں۔''❶

۲: امام حاکم نے سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

''ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپا کرتی تھیں اور ہم احرام سے پہلے کنگھی کیا کرتی تھیں۔''❷

دونوں روایتوں کے متعلق دو باتیں:

۱: امام ابوداود نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابٌ فِي الْمُحْرِمَةِ تُغَطِّي وَجْهَهَا]❸

[احرام والی خاتون کا چہرے کو ڈھانپنے کے بارے میں باب]

امام ابن ماجہ کا اسی حدیث پر تحریر کردہ عنوان حسبِ ذیل ہے:

[بَابُ الْمُحْرِمَةِ تُسْدِلُ الثَّوْبَ عَلٰی وَجْهِهَا]❹

[احرام والی خاتون کا اپنے چہرے پر کپڑا ڈالنے کے متعلق باب]

---

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ۱۸۳۰، ۵/۲۰۱؛ وسنن ابن ماجه، كتاب مناسك الحج، رقم الحديث ۲۹۳۵، ۸/۵۴۳ (المطبوع مع إنجاز الحاجة). الفاظِ حدیث سنن أبي داود کے ہیں۔ شیخ زہیر شاویش اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش السنة ۷/۲٤۰)؛ نیز ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۸/۵٤۵.

❷ المستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، ۱/٤۵٤. امام حاکم نے اسے [بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/٤۵٤؛ والتلخيص ۱/٤۵٤)؛ نیز ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۸/۵٤۵.

❸ سنن أبي داود ۵/۲۰۱.

❹ سنن ابن ماجه ۸/۵٤۳.

۲: سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

خاتون پر طواف، سعی اور ان تمام حالات میں، جن میں مردوں اور خواتین کا اختلاط ہو، پردہ کرنا اور زینت کا ترک کرنا واجب ہے۔ خاتون کا چہرہ اس کی زینت کو سب سے زیادہ ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ اس کے حسن و جمال کا مرکز ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لیے اپنے محارم کے سوا کسی کے لیے چہرے کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اگر حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت کوئی اجنبی مرد دیکھ رہا ہو، تو اس کے لیے چہرے کو کھولنا جائز نہیں۔ [1]

ب: خواتین کے احرام کے لباس میں کسی رنگ کی کوئی پابندی نہیں۔ شیخ ابن باز تحریر کرتے ہیں: عورت کے لیے جائز ہے، کہ کالا یا سبز یا کسی اور رنگ کا کپڑا احرام میں استعمال کرے۔ عورت کے احرام کے لیے سبز رنگ کو خاص کرنا بے اصل بات ہے۔ [2]

ج: خواتین احرام کے لباس میں، اور عام حالات میں بھی، مردوں کے لباس سے مشابہت نہ کریں، کیونکہ ایسا کرنے والی عورتوں پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ [3]

۴: باجماعت فرض نماز کے وقت خواتین کا طواف کرنا:

فرض نماز کی اقامت کے بعد مردوں کو طواف کی اجازت نہیں۔ وہ نماز باجماعت میں شریک ہونے کے پابند ہیں۔ خواتین پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ نماز ادا کرنے والے مرد حضرات کے پیچھے سے طواف کرسکتی ہیں۔

امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں فرمایا اور آپ نکلنے کا ارادہ فرما چکے تھے اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا روانگی کا ارادہ کرچکی تھیں، لیکن انہوں نے بیت (اللہ) کا (تب

---

[1] ملاحظہ ہو: التحقیق والإیضاح (المطبوع مع شرحہ الإیضاح) ص ۱۶۵۔۱۶۶۔

[2] ملاحظہ ہو: حج وعمرہ اور زیارت ص ۳۳۔ [3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ۳۳.

تک) طواف نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ."

"جب نمازِ صبح کھڑی ہو جائے اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں، تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔"

"فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ." ❶

"انہوں نے ایسے ہی کیا اور باہر نکلنے تک (طواف کی) نماز نہیں پڑھی۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

"قَالَتْ: فَطُفْتُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّي إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِـ ﴿الطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾." ❷

انہوں نے کہا: "پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت (اللہ) کے پہلو میں نماز میں ﴿الطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ کی قرأت کر رہے تھے۔"

تنبیہ:...... اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو نمازِ فجر کی جماعت کے وقت لوگوں کے پیچھے سے طواف کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور انہوں نے ایسے ہی کیا۔

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من صلّى ركعتي الطواف خارجًا من المسجد، رقم الحديث ١٦٢٦، ٣/٤٨٦.

❷ متفق عليه: المرجع السابق، باب المريض يطوف راكبا، جزء من رقم الحديث ١٦٣٣، ٣/٤٩٠؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره،......، جزء من رقم الحديث ٢٥٨ـ (١٢٧٦)، ٢/٩٧٢. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

۵: بوجہ حیض عمرہ نہ کرنے والی خاتون کا صرف حج سے حج وعمرہ ہو جانا:

۶: ایسی خاتون کو بعد از حج حدودِ حرم سے نکل کر عمرہ کی اجازت:

عمرے کے احرام میں آنے والی خاتون ماہواری شروع ہونے کی بنا پر عمرہ نہ کر سکے اور اس کے پاک ہونے سے پیشتر ایامِ حج کا آغاز ہو جائے، تو وہ عمرے کی بجائے حج کے احرام میں منتقل ہو کر حج کے اعمال ادا کرے۔ اس طرح وہ صرف مناسکِ حج ادا کر کے حج وعمرہ کرنے والی قرار پائے گی۔

علاوہ ازیں اس کے لیے ایک دوسری آسانی یہ ہے، کہ اگر وہ چاہے، تو حج سے فارغ ہو کر حدودِ حرم سے باہر جا کر عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کر لے۔

ان دونوں باتوں کی وضاحت کے لیے درج ذیل دو روایتیں ملاحظہ فرمایئے:

۱: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھا۔ وہ (مکہ مکرمہ) آئیں، تو طواف کرنے سے پیشتر حائضہ ہو گئیں۔ انہوں نے حج کا احرام باندھ کر (حج کے) تمام اعمال کیے، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے (منیٰ سے) روانگی کے دن فرمایا:

"يَسَعُكِ طَوَافُكِ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ."[1]

"تمہارا طواف حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔"

وہ اس (کفایت پر) راضی نہ ہوئیں، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں (ان کے بھائی) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تنعیم بھیجا، تو (اس طرح) انہوں نے

---

[1] ایک دوسری روایت میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يُجْزِئُ عَنْكِ طَوَافُكِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ." [تمہاری صفا و مروہ کی سعی تمہارے حج اور عمرے کے لیے کافی ہے۔] (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوہ الإحرام......، جزء من رقم الحدیث ۱۳۳۔ (۱۲۱۱)، ۲/۸۸۰).

(تنعیم سے احرام باندھ کر) عمرہ کیا۔"❶

ب: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "ہم نے یوم الترویہ (یعنی آٹھ ذوالحجہ) کو تلبیہ پکارنا شروع کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو وہ رورہی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا شَانُكِ؟"

"تجھے کیا ہوا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا:

"میں تو حائضہ ہوچکی ہوں۔ لوگ (عمرے سے) فارغ ہوچکے ہیں، میں نے تو ابھی تک احرام نہیں کھولا۔ میں نے تو (ابھی تک) بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کیا اورلوگ اب حج کے لیے روانہ ہورہے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ عليه السلام فَاغْتَسِلِي، ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ."

"بے شک یہ بات (یعنی ماہواری) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھی ہے، تم غسل کرواور حج کا احرام باندھ لو۔"

انہوں نے (ایسے ہی) کیا اور مواقف (حج) میں وقوف کیا،❷ یہاں تک کہ جب وہ پاک ہوئیں، تو انہوں نے کعبہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

---

❶ المرجع السابق، رقم الحدیث ۱۳۲۔ (۱۲۱۱)، ۲/۸۷۹.

❷ یعنی عرفات، مزدلفہ اور منیٰ جہاں جہاں حج کرنے والے ٹھہرتے ہیں، وہ بھی ٹھہریں۔

"قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ."

''بے شک تم اپنے حج اور عمرے سے فارغ ہو چکی ہو۔''

انہوں نے عرض کیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ."

''یارسول اللہ ﷺ! بے شک میرے دل میں یہ خلش ہے، کہ میں نے حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ."

''اے عبدالرحمٰن۔ رضی اللہ عنہ۔ انہیں لے جاؤ اور تنعیم سے (احرام بندھوا کر) عمرہ کروادو۔''

یہ معاملہ محصب کی شب ❶ کو ہوا۔ ❷

دونوں روایتوں کے حوالے سے دو باتیں:

ا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ماہواری کی بنا پر احرام کے باوجود جب عمرہ ادا نہ کرسکیں، تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے اپنے عمرے کو حج کے احرام میں بدلا اور صرف مناسکِ حج ادا کیے، جو کہ انہیں حج وعمرہ دونوں سے کفایت کر گئے۔

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر، آنحضرت ﷺ نے حج کے بعد تنعیم سے مستقل عمرہ کرنے کی انہیں اجازت دی۔

---

❶ یعنی جس رات آنحضرت ﷺ منیٰ سے تیرہ تاریخ کو واپس آ کر روانگی کے لیے محصب کے مقام پر ٹھہرے تھے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۵۸)۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام......، جزء من رقم الحديث ۱۳۶۔ (۱۲۱۳)، ۲/۸۸۱.

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج سے پہلے، حیض کے سبب احرام کے باوجود عمرہ نہ کر سکنے والی خاتون، صرف مناسکِ حج ادا کرکے حج وعمرہ ادا کرنے والی قرار پاتی ہے۔ علاوہ ازیں اسے حدودِ حرم سے نکل کر احرامِ عمرہ باندھ کر مزید ایک عمرہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔

تنبیہ: عام لوگوں کے لیے حج کے بعد حدودِ حرم سے نکل کر احرام باندھ کر عمرہ کرنا ثابت نہیں۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ نے حجۃ الوداع میں اس طرح عمرہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ جانے والے ان کے بھائی عبد الرحمن رضی اللہ عنہما کا عمرہ کرنا بھی ثابت نہیں۔ ایسا عمرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسے عذر والی خاتون ہی کر سکتی ہے۔ اس کے متعلق ذیل میں بعض علمائے امت کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام طاوس نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَعْتَمِرُوْنَ مِنَ التَّنْعِيْمِ ، مَا أَدْرِي يُؤْجَرُوْنَ عَلَيْهَا أَمْ يُعَذَّبُوْنَ؟"

''تنعیم سے عمرہ کرنے والوں کے متعلق مجھے خبر نہیں، کہ انہیں اس کا ثواب ملے گا یا وہ عذاب دیے جائیں گے۔''

ان سے کہا گیا:

"فَلِمَ يُعَذَّبُوْنَ؟"

''انہیں عذاب کیوں دیا جائے گا۔''

انہوں نے فرمایا:

"لِأَنَّهُ يَدَعُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ ، وَيَخْرُجُ إِلٰى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ وَيَجِيْءُ ، وَإِلٰى أَنْ يَجِيْءَ مِنْ أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ فَقَدْ طَافَ مَائَتَي طَوَافٍ ، وَكُلَّمَا طَافَ بِالْبَيْتِ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ يَمْشِيَ فِي

غَيْرِ شَيْءٍ ." ❶

''کیونکہ وہ بیت (اللہ) کا طواف چھوڑ کر چار میل دور جاتا ہے اور (پھر) وہاں سے آتا ہے اور چار میل سے آنے تک وہ دوسو مرتبہ طواف کرسکتا تھا اور بیت (اللہ) کا طواف کسی بھی دوسری چیز کے لیے چلنے سے افضل ہے۔''

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قلم بند کیا ہے:

"وَالْإِكْثَارُ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ مِنَ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ، فَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مِنَ الْحَرَمِ وَيَأْتِي بِعُمْرَةٍ مَكِّيَّةٍ ، فَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَعْمَالِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ، وَلَا رَغَّبَ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ لِأُمَّتِهِ ، بَلْ كَرِهَهُ السَّلَفُ ." ❷

''بیت (اللہ) کے زیادہ طواف کرنا اعمال صالحہ سے ہے اور وہ (حدودِ) حرم سے نکل کر واپس آ کر عمرہ مکیہ کرنے سے افضل ہے، کیونکہ ایسا (یعنی عمرہ مکیہ) کرنا مہاجرین و انصار میں سے سابقین اوّلین کے اعمال میں سے نہیں تھا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے امت کو اس کے کرنے کی ترغیب دی، بلکہ سلف (صالحین) کے نزدیک یہ مکروہ تھا۔''

۳: امام ابن قیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''عمرہ مکیہ کی اساس یہی ہے۔ اسے مستحب کہنے والوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ حج

❶ منقول از المغني ٥/١٧.

❷ أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ٢٠٤.

کرنے والوں میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی ایک نے بھی مکہ سے باہر نکل کر واپس آ کر عمرہ نہیں کیا۔ عمرہ مکیہ والوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصے ہی سے استدلال کیا ہے، لیکن اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں۔''❶

۴: شیخ ابن باز سابق مفتیٔ اعظم سعودی عرب بیان کرتے ہیں:

جو لوگ حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں، تو اس کی مشروعیت کی کوئی دلیل نہیں۔ رہا تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ کرنا، تو وہ محض اس سبب سے تھا، کہ وہ جب مکہ تشریف لائیں، تو اپنے ایامِ ماہواری کی بنا پر وہ عمرہ نہ کر سکیں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنے اس عمرہ کے عوض، جس کے لیے وہ میقات سے احرام باندھ کر آئیں تھیں، رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی، اس طرح ان کے دو عمرے ہو گئے، پہلا عمرہ تو ان کے حج کے ساتھ اور یہ ایک الگ عمرہ۔

لہٰذا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا عذر پیش ہو، اس کے لیے اجازت ہے، کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے۔

بلاشبہ حج کے بعد حجاج کا اس نئے عمرے کے لیے مشغول ہونا سب کے لیے تکلیف کا باعث ہے، جس سے بھیڑ میں اضافہ ہوتا ہے اور حادثات بھی ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔ واللہ الموفق۔❷

۷: بوقتِ ضرورت حائضہ کا طوافِ افاضہ کرنا:

متعدد احادیث میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے، کہ ماہواری والی خاتون

❶ زاد المعاد ۲/۱۷۵.

❷ حج، عمرہ اور زیارت از شیخ ابن باز (اردو ترجمہ) ص ۴۳۔۴۴ باختصار۔

بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ ❶ اسی لیے اگر ایسی خاتون نے طوافِ افاضہ نہ کیا ہو، تو وہ مکہ مکرمہ ہی میں رکے۔ پاک ہونے پر طوافِ افاضہ کرکے اپنے سفر پر روانہ ہو۔ ❷

اگر ایسی خاتون کا مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا ممکن نہ ہو، تو وہ کیا کرے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم نے اس سوال کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ اس بارے میں امام ابن قیم کی گفتگو کا خلاصہ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

امام ابن قیم لکھتے ہیں:

ایسی خاتون کے پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی درج ذیل آٹھ شکلیں تصور کی جاسکتی ہیں:

۱: وہ پاک ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں ٹھہرے۔

تبصرہ: جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کہ اپنے حالات کی وجہ سے ایسا کرنا اس کے لیے محال ہے۔

۲: طوافِ افاضہ اس سے ساقط ہوجائے۔ وہ اس کے کیے بغیر سفر کرجائے اور اس کا حج درست سمجھا جائے۔

---

❶ ان احادیث میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے: ''حیض اور نفاس والی عورتیں طواف کے علاوہ حج کے تمام اعمال کریں۔'' حدیث کی تفصیل اور تخریج اس کتاب کے ص ۳۴۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالت احرام میں مخصوص ایام شروع ہونے پر فرمایا: ''غسل کرنے تک بیت (اللہ) کے طواف کے سوا، جو کام حج کرنے والے کرتے ہیں، تم بھی کرو۔''

(ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام......، ۲/۸۷۳).

❷ اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ اُمّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے حیض کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ ہمیں (سفر سے) روکیں گی؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا تھا، کہ انہوں نے ماہواری کے آغاز سے قبل طوافِ افاضہ نہیں کیا تھا، لیکن جب ان کے پہلے سے طواف کرنے کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۳۶۵)

تبصرہ: طوافِ افاضہ حج کا رکن اعظم ہے۔ اس کے بغیر حج کو کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ مزید برآں کسی عالم نے یہ بات نہیں کہی۔

۳: مخصوص ایام کے آغاز سے پیشتر طہارت کے دنوں میں قبل از وقت طوافِ افاضہ کرلے۔

تبصرہ: یہ بات امت کے کسی عالم سے ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں یہ تو ایسے ہی ہے، کہ نو ذوالحجہ سے پہلے کسی دن [وقوفِ عرفات] کرلیا جائے۔

۴: ایامِ حج میں حیض کے آنے کے امکان تک فریضہ حج ساقط رہے۔

تبصرہ: اس طرح عورتوں کی کثیر تعداد، بلکہ اکثریت سے فریضہ حج ساقط ہوجائے گا اور یہ باطل ہے، کیونکہ بعض شرائط اور کچھ ارکان کی تکمیل سے عاجز آنے کی صورت میں عبادات ساقط نہیں ہوتیں۔ ایسے حالات میں درست بات یہ ہے، کہ جس کی استطاعت ہو، وہ کرلیا جائے اور جو کچھ بساط سے باہر ہو، اسے چھوڑ دیا جائے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ❶

[اپنی استطاعت کے بقدر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔]

اور ارشادِ نبوی ﷺ:

"إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.....الحديث." ❷

"جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں، تو بقدر استطاعت اس کی تعمیل کرو.....الحدیث۔

نماز کے متعلق بھی معاملہ یہی ہے، کہ اس کے جن ارکان اور شرائط کے پورا

❶ سورة التغابن/ جزء من الآية ١٦.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ ......، ٤/ ١٨٣٠.

کرنے سے بندہ عاجز ہو، وہ انہیں چھوڑ کر باقی ادا کرے۔

۵: ایسی خاتون واپس چلی جائے، البتہ احرام کی پابندیوں کا احترام جاری رکھے۔ جب بھی ممکن ہو، مکہ مکرمہ آ کر طواف افاضہ کر کے احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔

واپس آنے پر طوافِ افاضہ سے پہلے ماہواری کے آغاز کی صورت میں پاک ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں رکے اور نہ رک سکنے کی صورت میں چلی جائے، پھر واپس آئے، یہاں تک کہ طہارت کی حالت میں طوافِ افاضہ کرے۔

تبصرہ: اس صورت کی شریعت اسلامیہ کی رحمت وشفقت اور آسانی کے ساتھ کچھ میل نہیں۔

۶: ایسی خاتون [محصَر] [یعنی حج سے رد کیے گئے شخص] کی طرح حج کی پابندیوں سے آزاد ہو کر واپس چلی جائے، البتہ حج اس کے ذمے فرض رہے گا۔ جب استطاعت ہو، تو دوبارہ حج کے لیے آئے۔ اگر دوسری دفعہ آنے پر یہی صورت نمودار ہو، تو پھر مذکورہ بالا طرزِ عمل اختیار کرے۔

تبصرہ: ایسی خاتون کا [محصر] پر قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ اسے تو بیت اللہ تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے اور یہ خاتون تو اس کے پڑوس میں موجود ہے۔ مزید برآں دونوں کا عذر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ محصر کا عذر حج کو ساقط کرتا ہے، لیکن اس کا عذر تو ساقط نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں خاتون کے دوسری دفعہ حج کے لیے آنے کی شکل میں بھی طوافِ افاضہ سے پہلے ماہواری کے آغاز کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔

۷: ایسی خاتون حیض کے خدشہ کی بنا پر، معذور شخص کی طرح، کسی کو حج میں اپنا نائب مقرر کرے۔

تبصرہ: دونوں کا عذر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ بیمار اور لاغر شخص تو شفایابی سے مایوسی کی صورت میں نائب مقرر کرتا ہے، لیکن حائضہ کا عذر تو ختم ہونے والا ہے۔ علاوہ ازیں اس قول کے کہنے والا کوئی نہیں۔

۸: ایسی خاتون حج کے جن اعمال کی استطاعت رکھے، انہیں سرانجام دے اور جن شرائط اور واجبات کی اسے استطاعت نہ ہو، وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔

اس صورت کے مطابق ایسی خاتون حرم شریف میں آکر طوافِ افاضہ کرے اور اپنے وطن کی جانب سفر کے لیے روانہ ہو جائے۔

تبصرہ: اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے، کہ عدمِ استطاعت کی وجہ سے واجب یا شرط کو ترک کیا گیا ہے، لیکن استطاعت نہ ہونے کی صورت میں (عام حالات میں واجب) شریعت میں واجب نہیں رہتا اور ضرورت کے وقت حرمت کا حکم باقی نہیں رہتا۔

آٹھویں صورت پر اعتراضات اور ان کے جوابات:

امام ابن قیم نے آٹھویں شکل کے متعلق متعدد اعتراضات ذکر کر کے ان کے خود ہی جوابات تحریر کیے ہیں۔ ذیل میں ان کی اس حوالے سے گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:

پہلا اعتراض: ایسی صورت میں حائضہ مسجد میں داخل ہوگی، حالانکہ اس کا مسجد میں داخلہ جائز نہیں۔

جوابات:

۱: ضرورت کے وقت اسے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ پیش آمدہ شکل میں وہ ضرورت کی بنا پر ہی تو مسجد میں داخل ہو رہی ہے۔

۲: حیض کے خون سے مسجد میں گندگی کا خدشہ استحاضہ ❶ کے خون کی وجہ سے نجاست کے اندیشے کی مانند ہے۔ جس طرح استحاضہ والی خاتون لنگوٹ کس کر اس اندیشے کو ختم کرتی ہے، اسی طرح حیض والی خاتون کرے گی۔

۳: حائضہ کو جنبی کی طرح مسجد میں داخلے سے روکا گیا ہے۔ بوقتِ ضرورت جیسے جنبی کو مسجد میں داخلہ کی اجازت ہے، اسی طرح حائضہ کو بھی ہوگی۔

دوسرا اعتراض: ایسی خاتون حالتِ حیض میں طواف کرے گی اور طواف تو نماز کی مانند ہے۔

جواب: بلاشک وشبہ طواف میں طہارت اور ستر پوشی واجب ہیں۔ نماز میں ان دونوں کا وجوب اور زیادہ ہے اور نماز میں ان دونوں میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی میں نماز باطل ہے۔ لیکن جب بوقتِ ضرورت برہنہ حالت میں نماز اور طواف دونوں درست ہیں، تو حیض کی حالت میں بوقتِ ضرورت طواف کرنا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔

تیسرا اعتراض: اگر حالتِ حیض میں طوافِ افاضہ درست ہے، تو اسی حالت میں نماز اور روزے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

جواب: نماز اور روزے کا معاملہ پیش آمدہ صورت میں طوافِ افاضہ سے جدا ہے۔ حالت حیض میں جب نماز سرے سے فرض ہی نہیں ہوتی، تو اسے ادا کرنے کی اجازت کیونکر دی جائے گی؟

ایامِ ماہواری میں چھوڑے ہوئے روزے دوسرے دنوں میں رکھنے کا متبادل بندوبست موجود ہے، لیکن پیش آمدہ صورت میں تو خاتون کے لیے دوسرے دنوں میں طواف کرنا ممکن ہی نہیں۔

❶ حیض کے علاوہ بیماری کی بنا پر خاتون کا خون جاری رہنا۔

چوتھا اعتراض: طواف نماز کی مانند ہے، لہٰذا اس کے لیے نماز کی طرح طہارت شرط ہونی چاہیے۔

جواب: طواف کے لیے طہارت شرط ہونے کے متعلق نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی اجماع۔ متقدمین اور متاخرین میں اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اسے شرط نہیں سمجھتے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ایسے ہی ہے۔

علاوہ ازیں طواف اور نماز میں اختلاف کی وجوہ اتفاق والی باتوں سے زیادہ ہیں۔ نماز کے برعکس طواف میں گفتگو، کھانے پینے اور عمل کثیر کی اجازت ہے۔ اس میں تحریم وتحلیل ❶، رکوع وسجود، قراءت وتشہد اور وجوب جماعت نہیں۔

دونوں میں وجہ اتحاد یہ ہے، کہ دونوں طاعت اور قربت ❷ ہیں اور ان دونوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے، لیکن اس اتفاق کی وجہ سے دونوں کا حکم ایک جیسا نہیں۔

پانچواں اعتراض: حالتِ حیض میں طوافِ افاضہ کرنے والی خاتون طواف کی دو رکعتیں کیسے ادا کرے گی؟

جواب: طواف کی دو رکعتوں کے وجوب کے متعلق نزاع ہے۔ اگر انہیں واجب بھی سمجھا جائے، تو ان کا طواف کے فوراً بعد پڑھنا ضروری نہیں۔ ایسی خاتون طہارت کے بعد انہیں ادا کرے گی۔ ❸

---

❶ (تحریم) سے مراد (اللہ اکبر) کہہ کر نماز کی مقرر کردہ پابندیوں کے خود پر لازم کرنے کا آغاز کرنا ہے اور (تحلیل) سے مراد نماز کے اختتام پر (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) کہہ کر ان پابندیوں سے آزاد ہونا ہے۔

❷ یعنی ان دونوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔

❸ طواف کی دو رکعتوں کے ادا کرنے کے لیے جگہ کی بھی پابندی نہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے ادا کرنا مستحب ہے، لیکن حرم شریف کے اندر اور باہر دیگر جگہوں پر ادا کرنا بھی درست ہے۔ (ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۱۹۷)۔

چھٹا اعتراض: حالتِ حیض میں طواف کرنا اگر درست ہوتا، تو حائضہ کو طوافِ قدوم اور طوافِ وداع کا حکم دیا جاتا۔ ان دونوں کا حالتِ حیض میں سقوط اس حالت میں طواف کے ممکن نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جواب: حالتِ حیض میں طواف کرنا یقیناً ممنوع ہے اور ممنوعہ کاموں کی اجازت صرف بوقتِ ضرورت ہوتی ہے۔ طوافِ قدوم اور طوافِ وداع دونوں حج کے رکن نہیں۔ ان کے بغیر حج ہوسکتا ہے، لہٰذا ان دونوں کے لیے حالتِ حیض میں طواف کی اجازت دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ طوافِ افاضہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ پیش آمدہ صورت میں خاتون کے لیے حالتِ طہارت میں یہ طواف کرنا ممکن نہیں، اس لیے بوجہ ضرورت حالتِ حیض میں طواف کی اجازت دی گئی۔ ❶

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں، کہ اگر مخصوص ایام والی خاتون نے طوافِ افاضہ نہ کیا ہو اور مکہ مکرمہ میں اس کا ٹھہرنا بھی ممکن نہ ہو، تو وہ چلی جائے، لیکن پاک ہونے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آکر طوافِ افاضہ کرے۔ اس طواف کے کرنے تک اسے ازدواجی تعلقات کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر اس کے لیے مکہ مکرمہ واپس آنا ممکن نہ ہو یا اسے خدشہ ہو، کہ وہ واپس نہ آسکے گی، تو ایسی حالت میں صحیح بات یہ ہے کہ، وہ اچھی طرح نیچے کپڑا باندھ کر طواف کرلے۔ اہل علم کے ایک گروہ نے اس بات کی اجازت دی ہے اور ان میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمہما اللہ ہیں۔

---

❶ ملاحظہ ہو: إعلام الموقعين ۳/ ۲۵۔ ۴۱. نیز ملاحظہ ہو: مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیه ۲۶/ ۱۷۶۔ ۲۱۸.

۸: حائضہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں خود طواف وداع کیا❶ اور اپنے ہمراہ حج کرنے والوں کو طوافِ وداع کیے بغیر واپس جانے سے منع فرمایا❷، لیکن روانگی کے موقع پر ماہواری والی عورت کو اس کے بغیر ہی جانے کی رعایت دے دی۔ توفیقِ الٰہی سے اس کے متعلق ذیل میں تین احادیث پیش کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو (طواف) افاضہ کے بعد ماہواری آئی۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

''میں نے ان کے حیض کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے روبرو کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟''

''کیا وہ ہمیں (سفر سے) روکیں گی؟''

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے عرض کیا:

''يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ

---

❶ ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الحج، باب طواف الوداع، رقم الحدیث ۱۷۵٦، ۳/ ۵۸۵؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔

❷ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ ادھر ادھر ہی سے لوٹ جاتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ''. ''کوئی شخص کوچ نہ کرے، یہاں تک کہ اس کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ نہ ہو۔'' (یعنی طوافِ وداع کیے بغیر نہ جائے)۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع......، رقم الحدیث ۳۷۹۔ (۱۳۲۷)، ۲/ ۹٦۳)۔

حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ . "

''یارسول اللہ ﷺ! وہ طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہوئی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فَلْتَنْفِرْ." ❶

''تو پس وہ کوچ کریں۔''

صحیح البخاری میں ہے:

"فَلا إِذًا."❷

''پھر کوئی فکر نہیں۔''

ب: امام مسلم نے طاوس سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

"تُفْتِي أَنْ تَصْدُرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ . "

''آپ حائضہ عورت کے طوافِ وداع کیے بغیر روانہ ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں؟''

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:

"إِمَّا لا ، فَسَلْ فُلانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ: هَلْ أَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذٰلِكَ . "

''اگر (آپ) نہیں (مانتے)، تو فلانی انصاری خاتون سے دریافت

---

❶ متفق علیہ: صحیح البخاري، كتاب الحج، باب طواف الوداع، رقم الحديث ۱۷۵۷، ۵۸٦/۳؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع، رقم الحديث ۳۸۲۔ (۱۲۱۱)، ۹٦٤/۲. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ صحيح البخاري ۵۸٦/۳۔

کیجیے: ''کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟''

انہوں نے بیان کیا: ''پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہنستے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس لوٹے اور کہنے لگے:

"مَا أَرَاكَ إِلَّا صَدَقْتَ." ❶

''میں نے آپ کو درست بات کہتے ہوئے ہی پایا ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

"سَلُوْا صَاحِبَتَكُمْ أُمَّ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہا."

''اپنی خاتون اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت کر لیجیے۔''

تو انہوں نے (دریافت کرنے پر) فرمایا:

"حِضْتُ بَعْدَ مَا طُفْتُ بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَنْفِرَ." ❷

''میں بیت (اللہ) کے طواف کے بعد ❸ حائضہ ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے کوچ کرنے کا ❹ حکم دیا۔''

ج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع......، رقم الحديث ٣٨١۔ (١٣٢٨)، ٢/٩٦٣۔٩٦٤. نیز ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، رقم الحديث ١٧٥٨ و ١٧٥٩، ٣/٥٨٦.

❷ مسند أبي داؤد الطيالسي، جزء من رقم الحديث ١٧٥٦، ٣/٢٢٤. ڈاکٹر محمد الترکی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش مسند الطيالسي ٣/٢٢٤).

❸ یعنی طواف افاضہ کے بعد۔ ❹ یعنی طواف وداع کے بغیر ہی۔

عَنِ الْحَائِضِ .'' ❶

''لوگوں کو حکم دیا گیا، ❷ کہ ان کا آخری وقت بیت (اللہ) کے ساتھ ہو (یعنی وہ طواف الوداع کریں) البتہ حائضہ خاتون سے رعایت کی گئی۔''

ان احادیث کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: حائضہ کو یہ رعایت دی گئی ہے، کہ وہ طوافِ وداع کیے بغیر واپس اپنے وطن چلی جائے۔ امام نووی نے مذکورہ بالا احادیث حسبِ ذیل عنوان کے تحت ذکر کی ہیں:

[بَابُ وُجُوْبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَسُقُوْطِهِ عَنِ الْحَائِضِ] ❸

[طوافِ وداع کے وجوب اور حائضہ سے اس کے سقوط کے متعلق باب]

ب: پہلی اور دوسری حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ حائضہ کے لیے طوافِ وداع کے بغیر جانے کی اجازت تب ہے، جب کہ اس نے پہلے سے طوافِ افاضہ کرلیا ہو۔ امام ابن حبان کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق واقعہ پر تحریر کردہ دو عنوانات درج ذیل ہیں:

ا:[ذِكْرُ الْأَمْرِ لِلْمَرْأَةِ إِذَا حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ أَنْ تَنْفِرَ] ❹

[طوافِ افاضہ کے بعد ماہواری شروع ہونے والی خاتون کے لیے کوچ کرنے کے حکم کا ذکر]

۲:[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْحَائِضَ إِنَّمَا رُخِّصَ لَهَا أَنْ تَنْفِرَ، وَإِنْ

---

❶ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب طواف الوداع، رقم الحديث ۱۷۵۵، ۵۸۵/۳؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، رقم الحديث ۳۷۹۔ (۱۳۲۷)، ۹٦۳/۲.

❷ مراد یہ ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۵۸۵/۳).

❸ صحيح مسلم ۹٦۳/۲.

❹ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الإفاضة من منى لطواف الصدر ۲۱۳/۹.

لَـمْ يَـكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ ، إِذَا كَانَتْ طَافَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ]❶

[اس بات کا بیان، کہ حائضہ کو طواف وداع کے بغیر جانے کی اجازت تب ہے، جب کہ وہ اس سے پیشتر طواف افاضہ کر چکی ہو]

ج: طوافِ وداع کے بغیر جانے والی حائضہ پر کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ امام ترمذی لکھتے ہیں، کہ طواف افاضہ کرنے کے بعد ماہواری کے شروع ہونے والی خاتون طوافِ وداع کے بغیر چلی جائے گی اور اس کے ذمے کچھ بھی نہ ہوگا۔ ثوری، شافعی، احمد اور اسحق کا یہی قول ہے۔❷

علامہ خرقی تحریر کرتے ہیں:

''اگر خاتون کی ماہواری طوافِ وداع سے پیشتر شروع ہو جائے، تو وہ کوچ کر جائے۔ اس کے ذمے نہ طوافِ وداع ہے اور نہ ہی کوئی فدیہ۔''

علامہ ابن قدامہ نے قلم بند کیا ہے، کہ سب علاقوں کے عام فقہاء کا یہی قول ہے۔❸

د: امام ابوداؤد نے حضرت حارث بن عبد اللہ بن اوس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ سے فارغ ہو کر ماہواری شروع ہونے والی خاتون کے متعلق فتویٰ دیا، کہ وہ طوافِ وداع کر کے جائے۔❹

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الحج، باب الإفاضة من منى لطواف الصدر ٢١٤/٩.

❷ ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ما جاء في المرأة تحيض بعد الإفاضة، ١٢/٤. امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ١٢/٤).

❸ ملاحظہ ہو: المغني ٣٤١/٥. نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ٧٩/٩.

❹ ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الحائض تخرج بعد المناسك، رقم الحديث ٢٠٠١، ٣٣٩/٥. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ٣٧٧/٢١).

امام طحاوی نے حضرت عائشہ ❶ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ❷ کی حدیثوں کی وجہ سے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔ ❸

امام خطابی تحریر کرتے ہیں، کہ اگر روانگی میں تاخیر ہو، تو حائضہ اس حدیث کے مطابق عمل کرے اور اگر روانگی جلدی ہو، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کی بنا پر طوافِ وداع کیے بغیر روانہ ہو جائے۔ ❹

ہ: حضرات صحابہ میں سے عمر، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم حائضہ کو طوافِ وداع کے لیے رکنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے، کہ انہوں نے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث معلوم ہونے پر اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا۔ ❺ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دو سال تک یہی فتویٰ دیتے رہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سننے پر اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ ❻

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شاید مذکورہ بالا احادیث نہ پہنچی تھیں۔ امام ابن منذر لکھتے ہیں:

''اس (یعنی حائضہ پر طوافِ وداع کے وجوب کے قول) سے ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا رجوع ثابت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، تو ہم نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ثبوت کی بنا پر ان سے اختلاف کیا۔'' ❼

---

❶ اس کتاب کے ص نمبر ۳۶۵ میں مذکور حدیث ا۔

❷ اس کتاب کے ص ۳۶۷ میں مذکور حدیث ج۔

❸ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۰/۹٦؛ وفتح الباري ۳/۵۸۷. نیز ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۳۷۷؛ ومناسك الحج والعمرة للشيخ الألباني ص ۴۰۔۴۱.

❹ ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۲۱٦.

❺ اس کتاب کا ص ۳٦٦ ملاحظہ ہو۔

❻ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵۸۹.

❼ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵۸۷؛ وعمدة القاري ۱۰/۹٦.

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ طوافِ افاضہ کر چکنے والی حائضہ کو طوافِ وداع کیے بغیر واپس جانے کی اجازت ہے اور ایسی صورت میں اس پر کوئی دم لازم نہیں آتا۔

۹: زچہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

نفاس والی عورت اگر وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہو، تو وہ بھی طوافِ وداع کیے بغیر مکہ مکرمہ سے کوچ کر سکتی ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس حوالے سے دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام ابن حبان نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''جب مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے حیض آنا شروع ہوا، تو میں چپکے سے نکل گئی اور اپنے ماہواری والے کپڑے لے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

''أَنَفِسْتِ؟''

[کیا تم نفاس والی ہو گئی ہو؟]

میں نے عرض کیا: ''(جی) ہاں۔'' ...... الحدیث۔ (1)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے [حیض] کے متعلق استفسار کرتے وقت [نفاس] کا لفظ استعمال فرمایا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن حبان نے قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِ عَلٰى أَنَّ حُكْمَ النُّفَسَاءِ حُكْمُ الْحَائِضِ

(1) الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الإفاضة من منى لطواف الصدر، جزء من رقم الحديث ۳۹۰۱، ۹/ ۲۱۲، شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۹/ ۲۱۲)۔

فِيْ هٰذَا الْفِعْلِ، إِذْ اسْمُ النِّفَاسِ يَقَعُ عَلَى الْحَيْضِ، وَالْعِلَّةُ فِيْهِمَا وَاحِدَةٌ]❶

[اس (یعنی طواف وداع) میں زچہ کا حکم حائضہ کے حکم جیسا ہونے پر دلالت کرنے والی حدیث کا ذکر، کیونکہ [حیض] کو [نفاس] بھی کہتے ہیں اور (دونوں میں) سبب ایک ہی ہے]

ب: اسی بارے میں علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

"وَالْحُكْمُ فِي النُّفَسَاءِ كَالْحُكْمِ فِي الْحَائِضِ، لِأَنَّ أَحْكَامَ النِّفَاسِ أَحْكَامُ الْحَيْضِ فِيْمَا يُوْجِبُ وَيُسْقِطُ." ❷

''زچہ کا حکم حائضہ کی طرح ہے، کیونکہ نفاس کی بنا پر واجب اور ساقط ہونے والی باتیں وہی ہیں، جو حیض کی وجہ سے ہوتی ہیں۔''

گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ خواتین کے لیے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ زچہ طواف وداع کے بغیر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوسکتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے، کہ وہ اس سے پیشتر طواف افاضہ کرچکی ہو۔

❀❀❀❀

---

❶ المرجع السابق ۲۱۲/۹.

❷ المغني ۳۴۱/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة للإمام النووي ص ۴۰۵-۴۰۶.

تنبیہات

اس مقام پر معزز قارئین کی توجہ درج ذیل چار باتوں کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں:

ا: ثابت شدہ آسانیوں کے متعلق تردّد نہ کرنا:

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین کسی بھی قسم کی کمی بیشی کے بغیر امت تک پہنچادیا۔ اس دین میں شرعی احکام کے ساتھ ساتھ آسانیاں بھی ہیں۔ اس دین پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے کے لیے ان آسانیوں میں تردّد کی کوئی گنجائش نہیں۔ حجۃ الوداع میں حج کے احرام کو عمرے کے احرام میں تبدیل کرنے کا واقعہ اس بات کو خوب واضح کرتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے چار (ذوالحجہ) کی صبح کو (مکہ) آئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اسے عمرے (میں بدلنے) کا حکم دیا۔

ان پر (یہ حکم) بڑا بھاری گزرا، تو انہوں نے عرض کیا:

"یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟"

"یارسول اللہ ﷺ! کون سا حلال ہونا؟"

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حِلٌّ کُلُّهُ."[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب التمتّع والقران والإفراد بالحج، وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدي، جزء من رقم الحديث ١٥٦٤، ٣/٤٢٢.

''مکمل حلال ہونا۔''

اسی بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت میں ہے:

''آنحضرت ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، تو آپ ناراض تھے۔''

تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کس نے خفا کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"أَوَ مَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُوْنَ؟"❶

''کیا تم نے دیکھا نہیں ہے، کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کا حکم دیا ہے اور وہ اس میں تردّد کر رہے ہیں؟''

اسی واقعہ کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت میں ہے:

انہوں (حضراتِ صحابہ) نے عرض کیا:

"كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً، وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟"

''ہم اسے تمتع ❷ میں کیسے تبدیل کریں اور ہم نے تو (تلبیہ پکارتے ہوئے صرف) حج کا نام لیا تھا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اِفْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ."❸

''میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے، اس کی تعمیل کرو۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الإحرام......، جزء من رقم الحدیث ۱۳۰ـ (۱۲۱۱)، ۸۷۹/۲.

❷ یعنی حج تمتع میں، کہ پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر حج کا احرام باندھیں۔

❸ صحیح البخاري، کتاب الحج، باب التمتّع والقران......، جزء من رقم الحدیث ۱۵٦۸، ٤۲۲/۳.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک دوسری روایت میں ہے:

''تو ہم نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: ''جب ہمارے اور (وقوفِ) عرفات میں صرف پانچ دن باقی ہیں، آنحضرت ﷺ نے ہمیں ازدواجی تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا ہے، تو ہم عرفات میں اس حالت میں جائیں گے، کہ ہماری شرم گاہوں سے منی ٹپک رہی ہوگی۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ، وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ. وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ."[1]

''یقیناً تم جانتے ہو، کہ بلاشک وشبہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا، تم سب سے زیادہ سچا اور تم سب سے زیادہ نیکوکار ہوں۔ اگر میرے ہمراہ قربانی نہ ہوتی، تو میں (بھی) تمہاری طرح حلال ہو جاتا اور اگر مجھے اس بات کا علم پہلے ہوتا، جس کا بعد میں ہوا، تو میں قربانی لے کر نہ آتا۔''

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:)

"فَحَلَلْنَا، وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا."[2]

''سو ہم حلال ہوگئے، ہم نے (آنحضرت ﷺ کا حکم) سنا اور (اس کی) تعمیل کی۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الإحرام……، جزء من رقم الحدیث ۱۴۱۔ (۱۲۱۶)، ۲/۸۸۳۔۸۸۴.

[2] المرجع السابق، جزء من رقم الحدیث ۱۴۱۔ (۱۲۱۶)، ۲/۸۸۳۔۸۸۴.

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ کسی بھی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں، کہ وہ اپنے خیال کے مطابق زیادہ متقی بننے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کے آسانی پر مشتمل ثابت شدہ حکم کے بارے میں تردد کا شکار ہو۔

۲: ثابت شدہ آسانی سے کسی امتی کے قول کی وجہ سے اعراض نہ کرنا:

کسی مسلمان کے لیے یہ زیبا نہیں، کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ آسانی سے اس وجہ سے روگردانی کرے، کہ کسی عالم، فقیہ، محدث یا امام کی رائے اس کے برعکس ہے۔ یہ سارے حضرات اپنی شان و عظمت کے باوجود امتی ہیں اور امتی کی وجہ سے نبی محترم ﷺ کی سنت کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

امام شافعی نے کتنی عظیم الشان بات فرمائی ہے:

"وَإِذَا ثَبَتَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الشَّيْءُ فَهُوَ اللَّازِمُ لِجَمِيْعِ مَنْ عَرَفَهُ، لَا يُقَوِّيْهِ وَلَا يُوْهِنُهُ وَغَيْرُهُ، بَلِ الْفَرْضُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعُهُ، وَلَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لِأَحَدٍ مَعَهُ أَمْرًا يُخَالِفُ أَمْرَهُ." [1]

"جب رسول اللہ ﷺ سے چیز ثابت ہو جائے، تو اسے جاننے والے ہر شخص پر وہ ہی لازم ہے نہ تو کسی کی تائید اسے تقویت دیتی ہے اور نہ کسی مخالفت اسے کمزور کرتی ہے، بلکہ سب لوگوں پر اس کی اتباع فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے یہ اختیار نہیں رکھا، کہ اس کی بات آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلے میں آسکے۔"

امام نووی نے اس بارے میں کتنی خوبصورت بات فرمائی ہے:

وَإِذَا ثَبَتَتِ السُّنَّةُ لَا تُتْرَكُ لِتَرْكِ بَعْضِ النَّاسِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ أَوْ

---

[1] الرسالة ص ۳۳۰.

كُلِّهِمْ لَهَا . "❶

''اور جب سنت ثابت ہو جائے، تو بعض لوگوں یا اکثریت یا تمام لوگوں کے اسے ترک کرنے کی وجہ سے اسے چھوڑا نہ جائے گا۔''

فاروق اعظم — میرے ماں باپ ان پر قربان — رضی اللہ عنہ کتنی بڑی شخصیت والے ہیں! سنت سے ہٹ کر ان کی رائے کے متعلق ان ہی کے قابلِ فخر پوتے سالم رحمہ اللہ نے کس قدر قیمتی بات کہی ہے! امام شافعی نے ان سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب تم رمی، ذبح اور حلق کرلو، تو تمہارے لیے خواتین اور خوشبو کے سوا دیگر تمام ممنوعہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔''

سالم نے کہا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے احرام کی خاطر احرام سے پہلے، اور حلال ہونے کے لیے رمی جمرہ کے بعد اور بیت (اللہ) کی زیارت سے پہلے خوشبو لگائی۔''

سالم نے کہا:

"وَسُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ تُتَّبَعَ . "❷

''اور رسول اللہ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے۔''

ائمہ کا خلافِ سنت ان کے اقوال کو لینے سے روکنا:

جن حضرات ائمہ کرام کے نام کی آڑ میں، بعض لوگ سنت نبوی سے ثابت شدہ

---

❶ شرح النووي / ٨/ ٥٦.

❷ ملاحظہ ہو: ترتيب مسند الإمام الشافعي، كتاب الحج، الباب الرابع، فيما يلزم المحرم عند تلبسه الإحرام، رقم الرواية ٧٧٩، ١/ ٢٩١.

آسانیوں سے منہ پھیرتے ہیں، انہوں نے خود تاکید کی ہوئی ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے خلاف ان کی کسی بات کو نہ لیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"إِذَا قُلْتُ قَوْلًا يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالَى وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ ﷺ فَاتْرُكُوْا قَوْلِيْ." ❶

"جب میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی حدیث کے خلاف کوئی بات کہوں، تو تم اسے چھوڑ دو۔"

امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِىءُ وَأُصِيْبُ فَانْظُرُوْا رَأْيِيْ، فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ، وَكُلُّ مَالَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ." ❷

"بے شک میں بشر ہوں، میں غلطی کرتا ہوں اور ٹھیک بات (بھی) کہتا ہوں، پس (میری) جو (بات) کتاب وسنت کے مطابق ہو، اسے لے لو اور جو کتاب وسنت سے غیر موافق ہو، اسے چھوڑ دو"

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"إِذَا كَانَ حَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَ قَوْلِيْ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَدَعُوْا قَوْلِيْ." ❸

"جب نبی کریم ﷺ کی حدیث میرے قول کے خلاف ہو، تو تم حدیث

❶ الحاشية للشيخ ابن عابدين ٦٨/١.

❷ جامع بيان العلم وفضله، باب معرفة أصول العلم وحقيقته، ص ٢٨٠؛ نیز ملاحظہ ہو: الاعتصام ٣٤٦/٢.

❸ شرح النووي ٥٥/١٤.

پر عمل کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ .''[1]

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ردّ کیا، وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔''

قابل صد احترام حضرات ائمہ کے ان واضح ارشادات کے بعد ان کی طرف منسوب اقوال کی وجہ سے سنتِ مطہرہ سے ثابت شدہ کسی آسانی کو ردّ کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

۳: سنت سے ثابت شدہ آسانیوں کی دو قسمیں:

آنحضرت ﷺ سے ثابت شدہ آسانیوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم ایسے آسانی والے اعمال یا ان کے کرنے کے ایسے آسان طریقے ہیں، کہ خود آپ ﷺ نے انہیں اختیار فرمایا۔ اس قسم کی آسانیوں میں سے میقات سے پہلے احرام پہننا، احرام سے پہلے سر کے بال جمانا، حالتِ احرام میں غسل کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ حج وعمرہ کرنے والے ان سے بلا تردّد فائدہ اٹھائیں۔ ان سے بہرہ ور ہونے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ اور نہ ہی اجر وثواب میں کمی، کیونکہ امام المتقین نبی کریم ﷺ نے خود انہیں سرانجام دیا۔

دوسری قسم میں ایسے آسانی والے اعمال یا آسان طریقے سے کیے ہوئے اعمال ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی اجازت تو دی، لیکن خود ان کی بجائے دوسرے اعمال کیے یا ان سے قدرے کم آسانی والے طریقے اختیار فرمائے؛ جیسے کہ آنحضرت ﷺ خود تو عرفات میں زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک

---

[1] ملاحظہ ہو: مناقب الإمام احمد ص ۲۳۵.

ٹھہرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور پھر مزدلفہ میں مغرب وعشاء ادا کر کے نمازِ فجر پڑھنے کے بعد روشنی ہونے تک ٹھہرے، لیکن امت کے لیے وقوفِ عرفات اور مزدلفہ کے اوقات میں آسانی فرمائی، دس ذوالحجہ کے چاروں اعمال میں خود ترتیب برقرار رکھی، لیکن ترتیب میں تقدیم وتاخیر کی صورت میں [لَا حَـرَجَ] [کوئی مضایقہ نہیں] فرما کرامت کے لیے سہولت بہم پہنچائی۔

اس قسم کے اعمال میں نبی کریم ﷺ کے کیے ہوئے عمل اور طریقے کو اپنانے کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ یہی استحباب اور زیادہ اجر وثواب والی صورت ہے، البتہ آسان عمل یا آسان طریقہ اختیار کرنے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود ایسے کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ ہاں، اگر آپ ﷺ نے فدیہ دینے کے متعلق فرمایا ہے، تو پھر فدیہ دینا ہے۔

۴: آسانی کی آڑ میں دین میں تحریف سے دور رہنا:

اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ پر مکمل دین نازل فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ❶

[آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا]

اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کامل دین میں احکام کے ساتھ آسانیاں بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آسانیوں سمیت پورا دین امت تک پہنچا دیا۔ اب کسی کو یہ حق نہیں، کہ وہ سہولت اور آسانی کی آڑ میں دین کی ثابت شدہ باتوں کو چھوڑنا شروع کر دے۔ دین موم کی ناک نہیں، کہ جیسے کوئی چاہے، اسے موڑ کر اس کا حلیہ بگاڑ دے۔ دین میں تحریف یہود ونصاریٰ کی خصلت ہے، اہلِ اسلام کو یہ زیبا نہیں۔

❁❁❁❁

❶ سورة المائدة / جزء من الآية ۳.

حرفِ آخر

ربِ علیم وحکیم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ محض ان کے فضل و کرم سے اس عظیم موضوع کے متعلق یہ اوراق ترتیب پائے۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

اب انہی سے اس کی قبولیت اور اس میں موجود کمی اور کوتاہی کی معافی کی عاجزانہ التجا ہے۔ إنه سميع مجيب .

خلاصہ کتاب:

اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے حج وعمرہ کے تیرہ پہلوؤں کے متعلقہ ایک سو چار آسانیاں بیان کی گئی ہیں، جن کا اجمالی بیان حسبِ ذیل ہے:

❀ فرضیتِ حج سے متعلقہ پانچ آسانیاں
❀ حج میں رزق حلال طلب کرنے کی اجازت
❀ عمرے سے متعلقہ تین آسانیاں
❀ حج وعمرہ میں نیابت کے متعلقہ چھ پہلوؤں پر مشتمل ایک آسانی
❀ احرام کے متعلقہ ستائیس آسانیاں
❀ مکہ مکرمہ آنے جانے سے متعلقہ دو آسانیاں
❀ طواف وسعی سے متعلقہ اٹھارہ آسانیاں
❀ عرفات سے متعلقہ سات آسانیاں
❀ مزدلفہ سے متعلقہ پانچ آسانیاں

❀ منیٰ سے متعلقہ بارہ آسانیاں

❀ حج کی قربانی سے متعلقہ تیرہ آسانیاں

❀ طوافِ وداع سے متعلقہ آسانی

❀ حج وعمرہ میں خواتین سے متعلقہ نو آسانیاں

اپیل:

میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپیل کرتا ہوں:

۱: اہل علم اور طلبہ سے کہ وہ دین کے مختلف گوشوں اور حج وعمرہ کے متعلق شرعی احکام بیان کرتے ہوئے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ آسانیوں کو خوب اجاگر کریں۔

۲: حج وعمرے کے لیے جانے والے خوش نصیب خواتین وحضرات سے، کہ:

ا: وہ دیارِ مقدسہ کی طرف رختِ سفر باندھنے سے پہلے حج وعمرہ کے احکام و مسائل کے ساتھ آسانیوں کو خوب اچھی طرح سمجھیں۔

ب: جن آسانیوں کو خود نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا، وہ ان سے بلا تردّد فائدہ اٹھائیں، کہ انہی کا کرنا مستحب اور زیادہ اجر وثواب والا ہے۔ جن آسانیوں کی آنحضرت ﷺ نے اجازت دی، لیکن خود قدرے کم آسانی والے کام کیے، تو وہ آنحضرت ﷺ کے کیے ہوئے کام کرنے کی کوشش کریں، کہ ان کا کرنا مستحب اور زیادہ اجر وثواب والا ہے، البتہ اگر انہوں نے ان کی بجائے وہ کام کیے، جن کی آنحضرت ﷺ نے اجازت دی ہے، تو وہ اطمینان رکھیں، کہ ایسا کرنے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ۔ ہاں، اگر آپ ﷺ نے فدیہ دینے کے متعلق فرمایا ہے، تو پھر فدیہ دینا ہے۔

ج: کسی ثابت شدہ آسانی سے اس لیے روگردانی نہ کریں، کہ وہ ان کے یا کسی

اور کے تقویٰ کے خودساختہ معیار کے منافی ہے یا امتی میں سے کسی کی رائے اس کے مخالف ہے، کیونکہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والی بات نبی کریم ﷺ کی ہے اور کسی بھی امتی کی رائے، بلکہ پوری امت کی بات بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

❀❀❀❀

المراجع و المصادر

١ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الارناؤوط.

٢ـ "أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي" لشيخ الإسلام ابن تيميه، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ، بتحقيق د. ناصر ابن علي الشيخ.

٣ـ "إرواء الغليل فى تخريج أحادث منار السبيل" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

٤ـ "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن" للشيخ محمد الأمين الشنقيطي، طبع على نفقة الأمير أحمد بن عبد العزيز آل سعود، سنة الطبع ١٤٠٣هـ.

٥ـ "الاعتصام" للعلّامة الشاطبي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٢هـ.

٦ـ "إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجة" للشيخ محمد علي جانباز، ط: المكتبة القدوسية لاهور باكستان، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ.

٧ـ "أيسر التفاسير لكلام العلي العظيم" للشيخ أبي بكر جابر الجزائري، بدون اسم الناشر، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

٨ـ "بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع" للعلّامة أبي بكر الكاساني، ط: دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٢هـ.

٩ـ "بذل المجهود شرح سنن أبي داود" للشيخ خليل أحمد السهار نفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

١٠ـ "بلوغ المرام من أدلة الأحكام" (المطبوع مع سبل السلام)، للحافظ ابن حجر، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ

عبدالقادر الأرناؤوط.

۱۱۔ "تحفة الأحوذي، شرح جامع الترمذي" للشيخ محمد عبد الرحمن المباركفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۰ھـ.

۱۲۔ "ترتيب مسند الإمام الشافعي"، ط: دارالكتب العلمية بيروت، سنة الطبع ۱۳۷۰ھـ، بتصحيح ا. السيد يوسف علي الزواوي و ا. السيد عزّت العطار.

۱۳۔ "التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة" للشيخ عبدالعزيز ابن عبد الله بن باز، ط: الرئاسة العام لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، الطبعة العشرون، بدون سنة الطبع.

۱۴۔ "تفسير البحر المحيط" للعلّامة أبي حيان الأندلسي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۳ھـ، بتحقيق مجموعة من الأساتذه.

۱۵۔ "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ ابن عاشور، ط: دارالتونسية تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۳۹۹ھـ.

۱۶۔ "تفسير أبي السعود" المسمّٰى بـ"إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي، بدون الطبعة وسنة الطبع.

۱۷۔ "تفسير الطبري" المسمّٰى بـ"جامع البيان من تأويل آي القرآن" للإمام أبي جعفر الطبري، ط: دارالمعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر وأحمد محمد شاكر، [أو: ط: دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھـ].

۱۸۔ "تفسير القاسمي" المسمّى بـ"محاسن التأويل" للعلّامة القاسمي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

۱۹۔ "تفسير القرطبي" المسمّى بـ"الجامع لأحكام القرآن" للإمام القرطبي، ط: دارإحياء التراث العربي، بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

۲۰۔ "تفسير ابن كثير" المسمّى بـ"تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير، ط: دارالفيحاء دمشق، ودارالسلام الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۳ھـ.

٢١۔ "التلخيص" (المطبوع بذيل المستدرك على الصحيحين) للحافظ الذهبي، ط: دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.
٢٢۔ "تهذيب الإمام ابن قيم الجوزية" (المطبوع مع مختصر سنن أبي داود للحافظ المنذري)، ط: مكتبة السنة المحمدية القاهرة، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٦٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.
٢٣۔ "جامع بيان العلم وفضله" للإمام ابن عبد البر، ط: دارالكتب الحديثة مصر، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٩٧٥م، بتصحيح ا. عبد الرحمن محمود.
٢٤۔ "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوذي)، للإمام أبي عيسىٰ الترمذي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٢٥۔ "جامع المناسك" للشيخ سلطان بن عبد الرحمن العيد، ط: مطابع الحميضي الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ.
٢٦۔ "الحاشية" للشيخ ابن عابدين، ط: شركة مصطفى البابي الحلبى وأولاده مصر، الطبعة الثانية ١٣٨٦هـ.
٢٧۔ "حاشية السندي على سنن النسائي" (المطبوع مع شرح الحافظ السيوطي)، للشيخ ابي الحسن السندي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.
٢٨۔ "حجّة النبي ﷺ كما رواها عنه جابر رضي الله عنه" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة السابعة ١٤٠٥هـ.
٢٩۔ "الحج والعمرة في الفقه الاسلامي" للدكتور نور الدين عتر، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.
٣٠۔ "الرسالة" للإمام الشافعي، بدون اسم الناشر والطبعة وسنة الطبع، بتحقيق وشرح الشيخ أحمد محمد شاكر.
٣١۔ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلّامة محمود الألوسي، ط: دارإحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.
٣٢۔ "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي

بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤م.

٣٣- "زاد المعاد في هدي خير العبادﷺ" للإمام ابن قيم الجوزية، ط: موسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ. بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط وعبدالقادر الأرناؤوط.

٣٤- "سبل السلام" للشيخ محمد بن إسماعيل الصنعاني، ط: مطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الرابعة.

٣٥- "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ الألباني، المجلد الأول، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ؛ والمجلد الخامس، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٣٦- "سلسلة الأحاديث الضعيفة" للشيخ الألباني، المجلد الثالث، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٣٧- "سنن الدار قطني" للإمام الدارقطني، ط: حديث أكادمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٣٨- "سنن الدارمي"، للإمام الدارمي، ط: حديث إكادمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤٠٤هـ.

٣٩- "سنن أبي داود" (المطبوع مع شرحه عون المعبود) للإمام أبي داود السجستاني، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٤٠- "السنن الكبرى للإمام البيهقي" ط: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد دكن الهند، الطبعة الأولىٰ ١٣٥٤هـ.

٤١- "سنن ابن ماجه" للإمام ابن ماجه، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمى.

٤٢- "سنن النسائي" (المطبوع مع شركة السيوطي وحاشية السندي) للإمام النسائي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٣٤٨هـ.

٤٣- "سير أعلام النبلاء" للحافظ الذهبي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت.

٤٤ـ "شرح السنة" للإمام البغوي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٠هـ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط ومحمد زهير الشاويش.

٤٥ـ "شرح صحيح البخاري" للإمام ابن بطال، ط: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ، بتحقيق وتعليق الأستاذ أبي تميم ياسر بن إبراهيم.

٤٦ـ "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للإمام شرف الدين الطيبي، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق د. عبد الحميد هنداوي.

٤٧ـ "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٤٨ـ "صحيح ابن خزيمة" للإمام ابن خزيمة، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ١٣٩١هـ، بتحقيق د: محمد مصطفى الأعظمي.

٤٩ـ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥٠ـ "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥١ـ "صحيح سنن ابن ماجه" للشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥٢ـ "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠ه، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

٥٣ـ "صحيح سنن النسائي" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥٤- "ضعيف سنن ابن ماجه" تاليف الشيخ الألباني، نشر: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.

٥٥- "عمدة القاري" للعلّامة بدر الدين العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٦- "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للشيخ محمد شمس الحق العظيم آبادي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٥٧- "فتاوى تتعلّق بأحكام الحج والعمرة والزيارة" من إجابة سماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبد الله بن باز، ط: وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الثامنة ١٤٢٤هـ.

٥٨- "فتح الباري" للحافظ ابن حجر العسقلاني، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٩- "فتح القدير الجامع بين فنّي الرواية والدراية من علم التفسير" للعلّامة الشوكاني، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحام.

٦٠- "القواعد النورانية الفقهية" لشيخ الإسلام ابن تيمية، ط: إدارة ترجمان السنة لاهور، الطبعة الأولى ١٤٠٢هـ، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.

٦١- "الكافي" للعلّامة ابن قدامة المقدسي، ط: هجر للطباعة والنشر، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي.

٦٢- "كتاب الإيضاح في مناسك الحج والعمرة" للإمام النووي، ط: المكتبة الإمدادية مكة المكرمة، الطبعة الثالثة ١٤١٥هـ.

٦٣- "كتاب المجموع شرح المهذب للشيرازي" للإمام النووي، التوزيع: المكتبة العالية بالفجالة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد نجيب المطيعي.

٦٤- "كشف المغطأ عن وجه الموطأ" للشيخ إشفاق الرحمن الكاندهلوي، ط: نور

محمد أصح المطابع كراتشي بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦٥ـ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي ، ط: دارالكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ، ١٤٠٢هـ .

٦٦ـ "محاضرات في عقد الزواج وآثاره" للشيخ محمد أبي زهرة .

٦٧ـ "المحلّى" للإمام ابن حزم ، الناشر: مكتبة الجمهورية العربية القاهرة ، سنة الطبع ١٣٨٨هـ ، بإشراف الشيخ حسن زيدان طلبه .

٦٨ـ "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلامة الملّا علي القاري ، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الاستاذ صديقي محمد جميل عطار .

٦٩ـ "المستدرك على الصحيحين" للإمام الحاكم ، ط: دارالكتاب العربي ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٧٠ـ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط: المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة الطبع . [أو: ط: دارالمعارف مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ] [أو: ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ] .

٧١ـ "مسند أبي داود الطيالسي" ط: دارهجر ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ، بتحقيق د. محمد بن عبد المحسن التركي .

٧٢ـ "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمى ، ط: دارالمأمون لتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد .

٧٣ـ "المصنّف" للإمام ابن أبي شيبة ، ط: الدارالسلفية بومباي الهند ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق ا . عامر العمري الأعظمي .

٧٤ـ "المصنف" للحافظ أبي بكر عبد الرزاق الصنعاني ، ط: المجلس العلمي جنوب أفريقيا ، الطبعة الأولى ١٣٩٣هـ ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي .

٧٥ـ "معالم السنن" للإمام أبي سليمان الخطابي ، ط. المكتبة العلمية بيروت ، الطبعة

الثانية ١٤٠١هـ.

٧٦- "معجم البلدان" للعلّامة ياقوت الحموي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق ا. فريد عبد العزيز الجندي.

٧٧- "معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع" للعلّامة عبد الله البكرى الأندلسي، ط: عالم الكتب بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٣هـ.

٧٨- "المغني" للعلّامة ابن قدامة المقدسي، ط: هجر للطباعة القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي ود عبد الفتاح الحلو.

٧٩- "المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم" للحافظ أبي العباس أحمد القرطبي، ط: دار ابن كثير ودار الكلم الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق الشيخ محي الدين أديب مستو ورفقائه.

٨٠- "منار السبيل" للشيخ إبراهيم بن محمد بن سالم، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة السادسة ١٤٠٤هـ، بتحقيق الشيخ زهير الشاويش.

٨١- "مناسك للحج والعمرة" للشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

٨٢- "مناسك المرأة للدكتور صالح بن محمد الحسن، ط: مكتبة العبيكان الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

٨٣- "مناقب الإمام أحمد بن حنبل" للحافظ ابن الجوزي، الناشر: مكتبة الخانجي مصر، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي.

٨٤- المنتقى لابن الجارود" (المطبوع مع كتاب غوث المكدور)، ط: دار الكتاب الغربي، بيروت، سنة الطبع ١٤٢٣هـ.

٨٥- "منتقى الأخبار" (المطبوع مع شرحه نيل الأوطار) لمجد الدين ابن تيمية، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى ١٤٠٢هـ.

٨٦- "موسوعة فقه الحسن البصري" للدكتور محمد روّاس قلعه جى، ط: دار النفائس

بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٨٧ـ "موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها" للدكتور محمد رواس قلعه جي، ط: دارالنفائس بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٨٨ـ "موسوعة فقه عبد الله بن عمر رضي الله عنهما" للدكتور محمد رواس قلعه جى، ط: دارالنفائس بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ.

٨٩ـ "الموطأ" للإمام مالك بن أنس، ط: دارإحياء التراث العربي، بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

٩٠ـ "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: دارإحياء التراث العربي، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٩١ـ "نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار" للعلّامة الشوكاني، نشر وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى ١٤٠٢هـ.

٩٢ـ "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للشيخ شعيب الأرناؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٩٣ـ "هامش زاد المعاد" للشيخين شعيب الأرناؤوط و عبد القادر الأرناؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

٩٤ـ "هامش سنن ابن ماجه" للدكتور بشار عواد معروف، ط: دارالجيل بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

٩٥ـ "هامش شرح السنة" للشيخين شعيب الأرناؤوط وزهير الشاويش، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٠هـ.

٩٦ـ "هامش صحيح ابن خزيمة" للدكتور محمد مصطفى الأعظمي، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

٩٧ـ "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دارالمعارف مصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

۹۸۔ "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ۔

۹۹۔ "هامش مسند أبي يعلى الموصلي" للأستاذ حسين سليم أسد، ط: دارالمأمون للتراث، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ۔

اُردو کتب:

۱۔ ''اٹلس سیرت نبوی ﷺ '' تالیف: ڈاکٹر شوقی ابوخلیل، ترجمہ حافظ محمد امین، توضیح واضافہ: محسن فارانی، ط: دارالسلام الریاض سعودی عرب۔

۲۔ ''احسن البیان'' ازمولانا صلاح الدین یوسف، ط: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ طیبہ۔ سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

۳۔ ''اشرف الحواشی'' از شیخ الحدیث مولانا عبدہ الفلاح، ط: شیخ محمد اشرف لاہور۔

۴۔ ''ترجمان القرآن'' ازمولانا ابوالکلام آزاد، ط: اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور، سنِ طباعت ۱۹۷۶ء۔

۵۔ ''حج، عمرہ اور زیارت'' تالیف: شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ترجمہ: شیخ مختار احمد ندوی، ط: مکتبہ دارالسلام الریاض، الطبعۃ السابعہ ۱۴۱۴ھ۔

۶۔ ''صحیح بخاری شریف مترجم'' ترجمہ: علامہ وحید الزمان، ط: مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، طبع نومبر ۱۹۹۹ء۔

۷۔ ''صحیح بخاری مترجم'' ترجمہ وتشریح: مولانا محمد داؤد راز، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، طبع ۲۰۰۴م۔

۸۔ ''صحیح مسلم مترجم'' ترجمہ وتشریح: علامہ وحید الزمان، ط: مکتبہ اسلامیہ لاہور، تاریخ اشاعت ستمبر ۲۰۰۶ء۔

۹۔ ''فیروز اللغات'' اردو جدید، فیروز سنز لمیٹڈ۔

مؤلف کی عربی مؤلفات

١. فضل آية الكرسي وتفسيرها
٢. إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
٣. حب النبي ﷺ وعلاماته
٤. وسائل حب النبي ﷺ
٥. مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
٦. النبي الكريم ﷺ معلماً
٧. التقوىٰ: أهميتها وثمراتها وأسبابها
٨. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٩. الأذكار النافعة
١٠. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
١١. فضل الدعوة الى الله تعالىٰ ١٢. ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ
١٣. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٤. السلوك و أثره في الدعوة إلى الله تعالىٰ
١٥. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
١٦. من صفات الداعية : اللين والرفق
١٧. الحسبة : تعريفها و مشروعيتها و وجوبها
١٨. الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضى الله عنهم
١٩. شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
٢٠. مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٢١. حكم الإنكار في مسائل الخلاف
٢٢. الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
٢٣. الاحتساب على الأطفال
٢٤. قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضى الله عنهما (دراسة دعوية)
٢٥. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
٢٦. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢٧. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٢٨. شناعة الكذب وأنواعه
٢٩. لا تيئسوا من روح الله (تحت الطبع)

مصنف کی اُردو تالیفات

۱۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

۲۔ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ، دُروس و عبرتیں

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم ۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

۷۔ مختصر حج وعمرہ کی آسانیاں ۸۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

۹۔ اذکارِ نافعہ

۱۰۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے

۱۱۔ لشکرِ اُسامہ کی روانگی

۱۲۔ فضائلِ دعوت ۱۳۔ دعوت دین کون دے؟

۱۴۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟ ۱۵۔ دعوتِ دین کیسے دیں؟

۱۶۔ والدین کا احتساب ۱۷۔ بچوں کا احتساب

۱۸۔ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری

۱۹۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت

۲۰۔ مسائل قربانی ۲۱۔ مسائل عیدین

۲۲۔ رزق کی کنجیاں ۲۳۔ بیٹی کی شان وعظمت

۲۴۔ قرض کے مسائل ۲۵۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام

۲۶۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیرِ طبع)

مؤلف کے قلم سے

بیٹی کی شان وعظمت

کتاب کے موضوعات

1. اللہ تعالیٰ کا بیٹیوں کا ذکر بیٹوں سے پہلے کرنا
2. بیٹی کی پیدائش پر افسردہ ہونے کا کافروں کی صفات میں سے ہونا
3. بیٹیوں کو ناپسند کرنے کی ممانعت
4. بیٹیوں کا پیار کرنے والیاں اور بیش قیمت ہونا
5. نیک بیٹیوں کا ثواب اور امید میں بیٹوں سے بہتر ہونا
6. بیٹیوں کا محسن باپ کے لیے دوزخ کے مقابلہ میں رکاوٹ بننا
7. بیٹیوں کا محسن باپ کو جنت میں داخل کروانا
8. دو بیٹیوں کے سرپرست کو روزِ قیامت رفاقتِ نبوی ﷺ میسر آنا
9. بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے وجوبِ جنت
10. بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے آزادیٔ جہنم
11. بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے رحمتِ الٰہی
12. بیٹی کی رضامندی کے بغیر نکاح کا نہ ہونا
13. بیٹی کی مرضی کے خلاف کیے ہوئے نکاح کا فسخ ہونا
14. ہدیہ میں بیٹی کا بیٹے کے برابر ہونا
15. بیٹی کا وراثت میں حصہ
16. نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں بیٹی کا مقام

مؤلف کے قلم سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

کتاب کے موضوعات:

1. نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت
2. آنحضرت ﷺ کی محبت کے دنیا و آخرت میں ثمرات و فوائد
3. آنحضرت ﷺ سے محبت کی چار علامتیں:
   - آپ ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا
   - آپ ﷺ پر سب کچھ نچھاور کرنے کی کامل استعداد
   - آپ ﷺ کی مکمل اطاعت
   - آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی کے لیے مستعد رہنا
4. آنحضرت ﷺ کی محبت کے متعلق حضرات صحابہ کے (۳۶) ایمان افروز سنہری واقعات

تنبیہ: شانِ مصطفی ﷺ کے بیان میں راہِ اعتدال سے نہ ہٹنا

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کے قلم سے

قرض کے فضائل اور مسائل

اس کتاب کے موضوعات:

- قرض اور اس کی شرعی حیثیت
- قرض دینے اور مقروض کے ساتھ حسنِ معاملہ کی تلقین
- ادائیگی قرض کی تلقین
- قرض کی واپسی کے لیے قانونی اقدامات
- نادار مقروض کی اعانت
- ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کے لیے بعض تدبیریں
- ادائیگی قرض میں تاخیر پر تجویز کردہ دو سزاؤں کی شرعی حیثیت
- قرض کیساتھ کوئی اور شرط لگانا
- قرض کی زکوٰۃ
- بنک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت

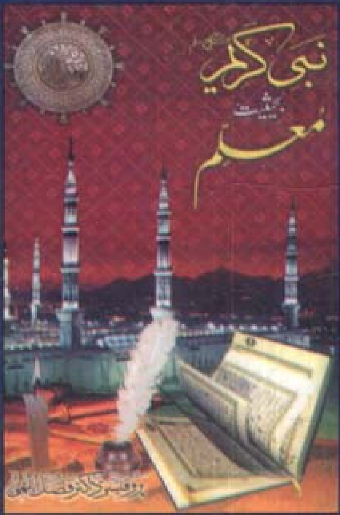
مولف کے قلم سے

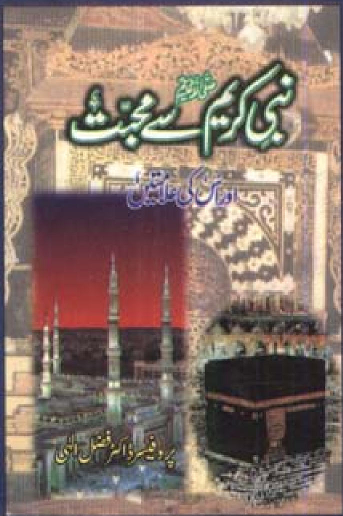
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

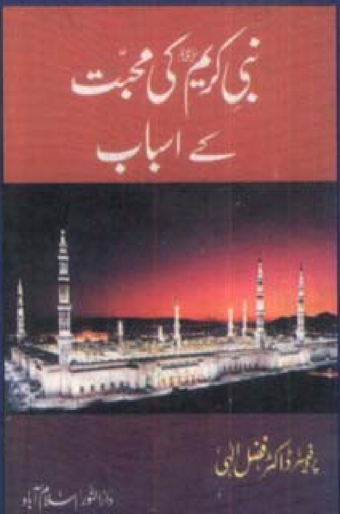
اس کتاب میں موضوع بالا کے متعلق چھیالیس باتیں بیان کی گئی ہیں،
جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- تعلیم میں اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال
- تعلیم بالعمل
- پہلے اجمال پھر تفصیل
- فقیر طلبہ کے لیے ایثار
- طلبہ کے احوال کو پیش نظر رکھنا
- لائق طلبہ کی حوصلہ افزائی
- تعلیم میں آسانی









دار النور اسلام آباد